

1987

COLLECTED - 1987

فہرست مضامین

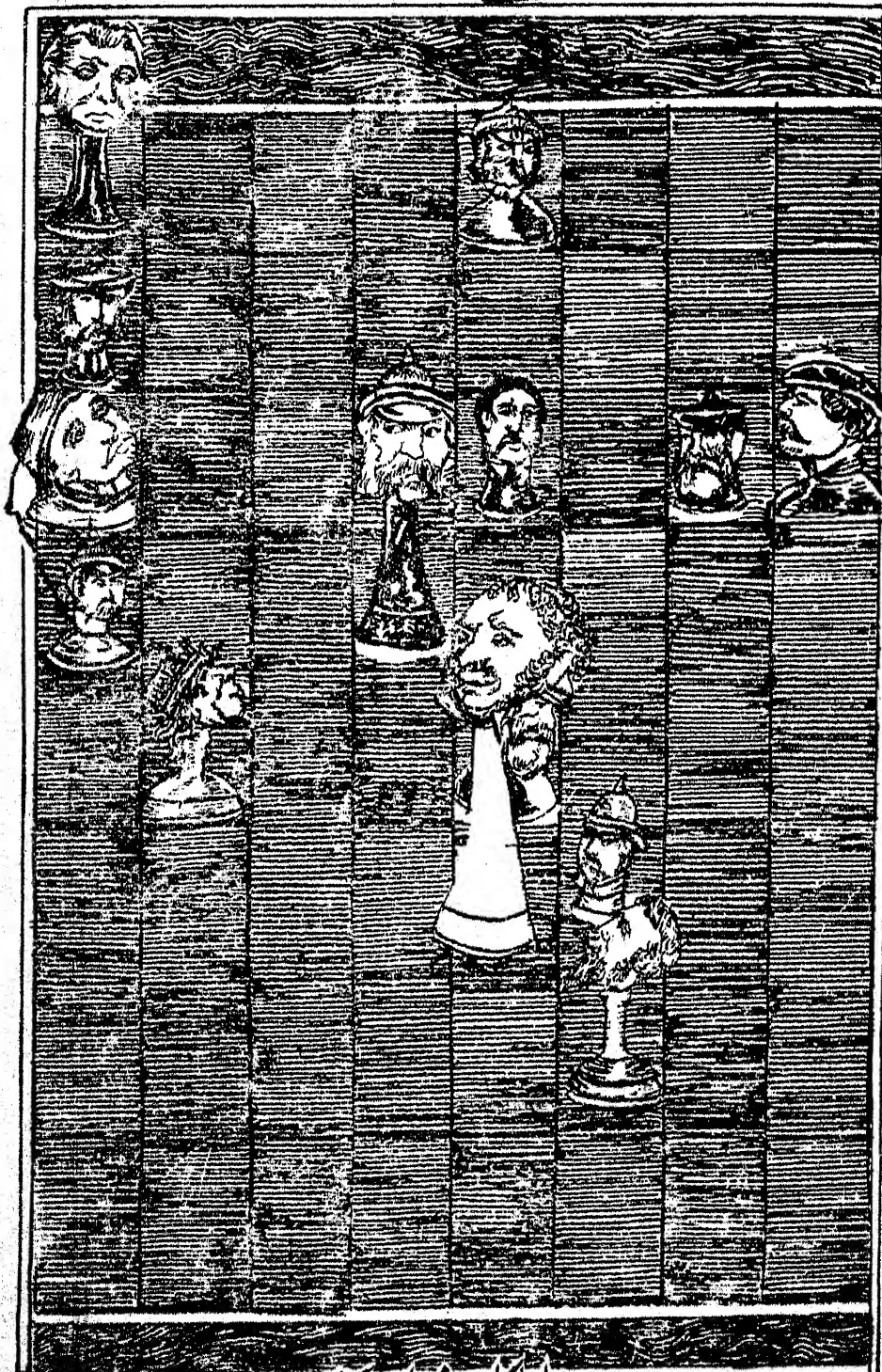
COLLECTED 1985

PRINTED BY
MUTU BE

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۹۳	پینڈت ترہون ناتھ ہجر	۱۲	التماس	۱
۹۵	محرم الحرام	۱۳	ویسا چہ	۲
۱۰۰	نشہ کی ترنگ	۱۴	منشی سید محمد سجاد حسین صاحب مرحوم	۲۰
۱۰۲	لسان الغیب کشمیر	۱۵	گھلے خط و سربستہ مضامین	۴
۱۰۷	قواب سید محمد صاحب آزاد	۱۶	پیارے کار سپانڈنٹ کا پیارا خط	۵
۱۰۹	پرائی ر روشنی کا نامہ و پیام	۱۷	پیارے سارے کے نام	
۱۲۵	مولانا آزاد کی نئی	۱۸	نیچر کا مارشل لا	۶
	ڈکشنری		مٹی خراب خلق میں ہر دغا کی ہر	۷
۱۴۹	اشتہار مسرت پار	۱۹	انڈے بچے والی چیل چلار	۸
۱۵۳	منشی جوالا پر شا و برق	۲۰	مرزا چھو بیگ ستم ظریف	۹
۱۵۵	شنوی ہمار	۲۱	گرما بگڈنٹ ڈرو بکاری ہو وہی	۱۰
۱۶۴	البرٹ بل	۲۲	ہو گیا زندگی سے جی پزار	۱۱
۱۶۶	جوڈیشل کشنری	۲۳	و قنار بنا عذاب النار	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۱۹۵	فخریاد	۳۲	۱۶۰	عشق کیا شے ہے کسی کی لہو چوچا چا پو
۱۹۶	جنگ سوڈان	۳۳	۱۶۴	خضر کو دیکھ کر کتا ہو سبزہ خطیار
۲۰۲	انکم نکس و میان بی بی	۳۴	-	بہلا جو چاہو چلو جاؤ اپنی راہ لہو
۲۰۷	نیچر یہ شاعری	۳۵	۱۷۹	ایک نادان خوش اعتقاد کی دعا
۲۰۸	مخمس	۳۶	۱۸۰	ضرور دیکھیے
۲۱۰	نیا مخمس	۳۷	۱۸۳	سر مالک زشت دین دل زار بہان
۲۱۲	حیدر آباد دکن	۳۸	۱۸۸	بحر طویل
۲۱۸	دو گونہ رخ و عذرا بت جان لیڈی	۳۹	۱۹۰	مخمس
	ہلائی قرقت پر دہ و صحبت پر دہ		۱۹۱	بات کا تنگنہ

داستان
فن
تکلیف



یو لیٹل شطرنج

د مشر کیفیت تو الگ صفحہ پر دی گئی ہے یہاں صرف ہر قدر بتا دینا کافی ہے کہ سیاہ بازی روسیہ کی اور سفید بازی انگلنڈ کی ہے۔ اور چال روس کی ہی

التاس

فشی محمد سجاد حسین صاحب کی وفات کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اس
 نامور شہنشاہ اقلیم طرافت و سپتجہ ہمدرد قوم کی یادگار اگر قائم ہو جاتی تو
 اچھا تھا۔ بعض دوستوں نے یہ مشورہ دیا کہ فشی صاحب مرحوم کی یادگار
 اس سے ہتر اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ انکی ۶۳ سال کی محنت کے نتیجہ یعنی
 پنج کے ستر پچھ کو ضائع ہونے سے بچایا جاوے۔ اس سے انکی یادگار بھی
 قائم رہ جائیگی اور اردو علم ادب کا قیمتی ذخیرہ بھی ضائع ہو نیسے بچ جاوے گا۔
 پسل وہ پنج کے منتخب مضامین کا ایک گلدستہ تیار کرنے کا ارادہ
 کیا گیا گو یہ کام شروع میں بہت مشکل معلوم ہوتا تھا۔ لیکن جناب
 راجہ صاحب محمود آباد کی حوصلہ افزائی امداد و مشورہ نے بالآخر
 اسکی پہلی منزل طے کرادی اور آج ہم گلدستہ پنج کی پہلی جلد ہدیہ
 ناظرین کرتے ہیں حتی الامکان مجموعہ کو دلچسپ و کتاب کی صورت
 و سیرت کو مقبول عام بنانے کی کوشش کی گئی ہو تا ہم دو ایک
 باتوں کی کمی ہم خود محسوس کرتے ہیں لیکن ہم اس وجہ سے مجبور ہیں
 کہ ان نقائص کا دور کرنا ہمارے حیطہ امکان سے باہر تھا۔ یعنی بعض نہایت
 اعلیٰ د کے مضامین اس وجہ سے شامل نہ کئے جاسکے کہ خوف تھا
 کہ انکی آزاد خیالی اور بیباکانہ طرز تحریر ممکن ہی کہ پرس ایکٹ کے
 طبع گرامی کے لیے بار خاطر ہو۔ اور بعض دوسرے مضامین اپنی
 طرافت کی تیزی میں موجودہ تہذیب کے دائرہ سے بہت

آگے نکل گئے ہیں اور بیسویں صدی میں انکا شائع کرنا خالی از
 قبات نہیں۔ اس کمی کی ایک اور وجہ یہ بھی ہوئی کہ اس وقت تک
 بکو پورا ذخیرہ اودھ پنچ کی جلدوں کا باوجود بے حد کوششوں
 کے دستیاب نہ ہو سکا اور اب بھی ۷ جلدوں کی کمی باقی ہے لیکن یہ
 کمی ہمیں امید ہے کہ دوسری جلد کی اشاعت تک پوری ہو جائیگی۔
 اس جلد میں ہم علاوہ متفرق مضامین کے منشی محمد سجاد حسین صاحب
 سرزاچھویگ ستم ظریف پنڈت ترہون ناتھ ہنجر نواب سید محمد
 آزاد اور منشی جوالا پرشاد صاحب برق کے مضامین کا انتخاب مع
 سوانحی حالات اور انکی تصاویر کے شائع کرتے ہیں دوسری جلد میں
 علاوہ ان صاحبوں کے مضامین کے منشی احمد علی صاحب شوق
 سید اکبر حسین صاحب اکبر اور احمد علی صاحب کسمنڈوی کے مضامین
 کا انتخاب مع تصاویر و سوانحی حالات کے شائع کیا جاوے گا۔
 اس کتاب کی ترتیب دینے میں جوامداد اپنے عزیز دوست پنڈت
 برج نرائن صاحب چلبستا، قدیم عنایت فرما پنڈت منوہر لال صاحب
 زنتشی سے ملی ہے اسکا شکریہ راقم الحروف پورے طور سے ادا نہیں کر سکتا
 علاوہ برین پنڈت منوہر ناتھ صاحب خان بہادر نواب سید محمد صاحب
 آزاد۔ و منشی محفوظ علی صاحب پشنر ڈپٹی کلکٹر بھی میرے شکریہ کے
 مستحق ہیں کیونکہ ان صاحبوں نے جب کبھی مجھ کو ضرورت ہوئی
 کبھی مدد سے دریغ نہیں فرمایا۔

دیباچہ

ہندوستان کے جس جس گوشہ میں اُردو زبان کا نغمہ سنائی دیتا ہو وہاں شاید کوئی ایسا شخص ہو کہ جس کے کان اودھ پنچ مرحوم کے ذکر خیر سے آشنا نہ ہوں۔ اودھ پنچ نے تیس سو بیس سال تک اپنی عالمگیر شہرت و وقار کے پردہ میں اخبار و نیکی دنیا میں منت کی ہی اور اسکی پرانی جلدوں کے گورغریبان میں اکثر ایسے اہل کمال و فن ہیں جن کے فلم کی دھاگہ دونوں میں لرزہ پیدا کرنے کے لیے کافی تھی۔

جس وقت اودھ پنچ نے دنیا میں جنم لیا اُس وقت اخبار نویسی کا فن ہندوستان میں پچھنچالیس سال کے نشیب و فراز دیکھ چکا تھا۔ ۱۸۳۶ء میں پہلے پہل سرکار کی جانب سے ہندوستان کی بے زبان رعایا کو اخبار نکالنے کی نعمت عطا ہوئی اور ۱۸۷۰ء میں اودھ پنچ نے زبان اور ظرفیت کے چہرہ سے نقاب اٹھائی۔ اس چالیس سال کے عرصہ میں اُردو کے بہت سے اخبار جاری ہو چکے تھے۔ مثلاً لاہور میں اخبار عام اور کوہ نور کا دور تھا یہ اپنے وقت کے نامور اخبار تھے۔ دہلی میں اشرف الاخبار کی آواز سنائی دیتی تھی وکنٹو ریہ پیپر سیالکوٹ سے جاری تھا۔ کشف الاخبار بمبئی اور جریڈہ روتہ گامدہ آلہ میں اُردو کا نقارہ بجا رہا تھا۔ کارنامہ اور آودھ اخبار لکھنؤ سے شائع ہوتے تھے۔ عرصہ ہوا کہ کارنامہ کا کام تمام ہو گیا۔ اُردو اخبار ابھی تک اپنے بڑے باپے کی شرم رکھے ہوئے ہی مگر اسکا جو رنگ اب ہو رہا ہے جب تھا۔ انکے علاوہ اودھ پنچ کی شاعت ۱۵ ان اخباروں کے اکثر حالات غشی بالکلند گپتا مرحوم کے اُردو اخباروں کے تذکرہ سے اخذ کئے گئے ہیں جو بہارت متہ اور زمانہ میں شائع پیدا ہوا تھا۔

کے قبل بہت سوار دو اخبار اپنی پیدائش اور موت کی منزلیں طر کر چکے تھے مگر قابل غور یہ بات ہے کہ یہ اخبار محض خبروں کی تجارت کرتے تھے۔ بجز لارنس گزٹ کے جو کہ تیرہ ٹھ سے شائع ہوتا تھا اور جسکی نظر رعایا کے حقوق پر رہتی تھی عام طور سے ان اخباروں کا نہ کوئی خاص پولیٹیکل یا سوشل مسلک تھا نہ کسی مستقل دستور العمل کے پابند تھے۔ اُردو اخبار نوپسی کی تاریخ مین اودہ پنچ اور ہندوستانی پہلے دو اخبار مین جنہوں نے اخبار کو محض تجارت کا ذریعہ نہ سمجھا بلکہ مغربی اصولوں پر اخبار نوپسی کی شان پیدا کی اور اپنا خاص مسلک قائم کیا۔ ہندوستانی کا دور اودہ پنچ کے چھ سال بعد شروع ہوا اور جس پولیٹیکل ریشی کے دماغ کا یہ اخبار کرشمہ تھا اس نے بھی اپنے ذات کی طرح پولیٹیکل خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اودہ پنچ کو کہ ظرافت کا پرچہ تھا مگر پولیٹیکل اور سوشل معرکہ آریوں سے بے خبر نہ تھا۔ اسکا مستقل سوشل اور پولیٹیکل مسلک تھا۔ اس صوبہ مین ہندوستانی کانگریس کا چراغ سمجھا جاتا ہے مگر جن گوشوں مین اس چراغ کی روشنی کا گزرنہ تھا وہاں اودہ پنچ کی بجلی چکا چونہ پیدا کرتی تھی۔ سوشل اصلاح کے معاملہ مین اودہ پنچ لکیر کا فقیر تھائی روشنی کے نادان دوستوں کی حماقت کا پردہ فاش کرنے کے علاوہ اسکی ذات سے اس تحریک کو کوئی نفع نہیں پہونچا۔ ظرافت کے اعتبار سے یہ اپنے رنگ کا پہلا پرچہ تھا اکثر ظریفانہ اخبار مثلاً انڈین پنچ بمبئی پنچ بالکے پور پنچ وغیرہ اس کی تقلید مین نکلے مگر وہ دنیا کی ٹھوکرین کہا کر ختم ہو گئے۔ زمانہ سے کسی کو شہرت و ناموری کی سند نہیں ملی۔ اودہ پنچ کا جادو اُردو زبان پر عرصہ تک چلتا رہا اور اس طولانی زمانہ مین جو غدات اودہ پنچ کے ظہور مین آئیں اُنہیں نظر ڈالنے سوار دو نوپسی کو دہرائیں ہم اسکا صحیح مترجم قائم کر سکتے ہیں اودہ پنچ ظرافت کا کرشمہ تھا اور عام طور سے لوگ اسکے فقر و ن اور لطیفوں پر لوٹ رہے تھے۔

ہر ہفتی اس مین نکل جاتی تھی وہ جتنوں زبان پر رہتی تھی اور دور دور مشہور ہو جاتی تھی

مگر قوموں کے مذاق سلیم نے جو طرافت کا اعلیٰ معیار قائم کیا ہے اس کے دیکھتے ہوئے ہم
آودہ پنچ کی طرافت کو بحیثیت مجموعی اعلیٰ درجہ کی طرافت نہیں کہہ سکتے۔ لطیف طرافت اور
بذلہ سنجی و متحررین بہت فرق ہے۔ اگر لطیف و پاکیزہ طرافت کارنگ دیکھنا ہے تو اردو زبان
کے عاشق کو غالب کے خطوں پر نظر ڈالنا چاہئے۔ اردو شاعران جو اہرات میں جہان
اور بہت سی لطافت و رنگینی کے جوہر موجود ہیں وہ ان طرافت کی جھلک بھی کم و کثرت
نہیں ہے۔ نہ ہستیاں ہیں نہ طعن و تشنیع کے جگر خراش فقرہ ہیں محض روزمرہ کی باتیں ہیں
مگر طبیعت کی شوخی متین الفاظ کے پردہ سے جھلکتی ہے اور پڑھنے والے کے چہرہ پر مسکراہٹ
کا نور پیدا کر دیتی ہے۔ باریک اور لطیف مذاق کی رنگینی اور بے ساختہ پن پر جب قدر غور کرو
اتنا ہی زیادہ لطف آتا ہے۔ آودہ پنچ کے ظریفوں کی شوخ و طرار طبیعت کارنگ دوسرے
ان کے قلم سے ہستیاں اس طرح نکلتی ہیں جیسے کمان سے تیر۔۔۔۔۔ جو مظلوم ان تیروں کا نشانہ
ہوتا ہے وہ روتا ہے اور دیکھنے والے اس کی ہلکی سی پرہیزگاری ہیں۔ ان کے فقرہ دل میں ہلکی سی
چٹکی نہیں لیتے ہیں بلکہ نشتر کی طرح تیر جاتے ہیں۔ ان کا ہنسا غالب کی زیر لب مسکراہٹ
سے الگ ہے۔ یہ خود ہی نہایت بے تکلفی سے قہقہے لگاتے ہیں اور دوسرے کو بھی قہقہے لگانے پر
مجبور کرتے ہیں۔ اکثر طبیعت کی شوخی اور بے تکلفی درجہ اعتدال سے گزر جاتی ہے اور ان کے
قلم سے بے تحاشا ایسے فقرے نکل جاتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر مذاق سلیم کو آنکھیں بند کر لینا
پڑتی ہیں۔ ایسا ہونا میوہ ضرور ہی مگر ایک حد تک قابل معافی ہے۔ آودہ پنچ کے
طریف اُس زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے تھے جب مذاق و بے تکلفی کا دائرہ ضرورت سے
زیادہ وسیع تھا اور زبان و قلم کی بہت سی بے اعتدالیان ہماری نظر سے نہیں دیکھی
جاتی تھیں۔ اب زمانہ کہ ساتھ طرافت کارنگ بھی بدل گیا ہے۔ اور یہی دنیا کا دستور ہے۔

ممکن ہے کہ جن باتوں کو ہم آج پہول سمجھتے ہیں وہ آئندہ نسلوں کی آنکھوں میں کانٹوں کی طرح لکھن
 ظرافت کے رنگ سے قطع نظر کے آودہ پنچ کی یادگار خدمت یہ ہے کہ اسے اردو شکر و اسکا
 مصنوعی دیور؟ تاکہ جس میں ہوائے کاغذی پہولوں کے کچھ نہ تھا ایسے پہولوں سے آراستہ کیا
 جن میں قدرتی لطافت کا رنگ موجود تھا۔ آودہ پنچ کے پہلے رجب علی سردار کے طرز تحریر
 کی پرستش ہوتی تھی اور عام مذاق تصنع و بناوٹ کی طرف مائل تھا اس زمانے میں جو
 اردو اخبار جاری تھے ان کی زبان ایسی ہوتی تھی جسے ہم محض محبت و ارادہ کہہ سکتے ہیں
 آج نثر اردو جس سلیس اور پاکیزہ روش پر جاری ہے اسکی ایجاد میں آودہ پنچ کا بہت بڑا
 حصہ ہے علاوہ نقشی سجاد حسین مرحوم کے آودہ پنچ کے لکھنے والوں میں مرزا چھو بیگ معروف
 بہ ستم ظریف حضرت احمد علی صاحب شوق پنڈت تر بہون ناتھ تاجر ذاب سید محمد آزاد۔
 بابو جواہر شاد برق۔ نقشی احمد علی کسمندوی حضرت اکبر حسین صاحب اکبر یادگار نام ہیں
 ان لوگوں کے نظم و نثر کے مضامین دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض اک طرز نو کے موجد
 ہی نہیں ہیں بلکہ زبان و قلم کے ذہنی بھی ہیں۔ ان کی عبارت شوخی و تازگی اور
 خدا وادبے تکلفی سے معمور ہے اور ان کی زبان لکھنؤ کی لکھالی زبان ہے۔ نثر کی نامہ نگاروں
 میں طبیعت کے چلبے پن اور شوخی کے لحاظ سے اور نیز زبان کی پختگی اور لکھنؤ کی بول چال
 اور محاورہ کی صفائی کے اعتبار سے ستم ظریف کا رنگ اور ون کے مقابلہ میں چو کھای
 احمد علی صاحب شوق کو مضامین میں ظرافت کی شگوفہ کاری کے علاوہ زبان محاورہ
 تحقیقات کا خاص لطف ہے۔ حضرت کسمندوی مرحوم کی عبارت خاص طور سے دلکش ہے
 مگر فرسیت کا رنگ زیادہ ہے۔ تاجر کا رنگ خاص یہ ہے کہ ان کی ظرافت بمقابلہ اور ون کے
 بد مذاقی اور طعن و تشنیع کے کانٹوں سے زیادہ پاک ہے۔ برق کی عبارت میں ظرافت کا

پٹنارہ بہت کم ہی مگر زبان نہایت صاف اور سُستری ہی۔ آزاد کا قلم نواب زادوں کی
 بنفکری عیش پسندی کا خاکہ کھینچنے میں مشاق ہی فشی سجاد حسین کا طرز تحریر سب سے الگ ہی
 مضمون کیا ہیں چوٹے چوٹے چٹکوں اور لطیفوں کے ذخیرے ہیں۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ
 پڑھنے والا مصنف سے گفتگو کر رہا ہے۔ عبارت اکثر مختلف علوم و فنون کے پیچیدہ
 استعاروں سے گراں بار نظر آتی ہی مگر بیان کی تازگی کی وجہ سے پڑھنے والے کا
 نہیں ہوتا۔ نظریانہ نظم کے میدان میں حضرت اکبر سے دس قدم آگے ہیں۔ طبیعت کی
 خدا وادشونخی اکثر زبان کی صفائی سے بازی لے جاتی ہی مگر عموماً سوشل پولیٹیکل اور
 مذہبی مسائل کے طرافت آمیز پہلو جس خوبی کے ساتھ حضرت اکبر نے نظم کئے ہیں وہ کسی
 دوسرے کو نصیب نہیں۔ انکا معیار ظرافت ہی اور ان کے مقابلہ میں لطیف تر ہو
 آوہ پنچ کی محفل انہیں پُر مذاق اور نورانی طبیعتوں سے آراستہ تھی اور اب ہی اگر
 کوئی شخص اُردو زبان حاصل کرنا چاہے تو آوہ پنچ کے ٹوٹے کنڈروں کی زیارت
 اسکے لئے ضروری ہی۔ آوہ پنچ کے مضامین کا دائرہ بہت وسیع تھا دنیا کا کوئی مسئلہ
 ایسا نہ تھا جو آوہ پنچ کے ظریفوں کی گلکاری سے خالی رہتا ہوا اسکے علاوہ لکھنؤ کے
 طرز معاشرت کی پُر مذاق اور دلکش تصویروں سے اسکے صفحے اکثر رنگین نظر آتے تھے۔
 محرم۔ چٹلم۔ عید۔ شبِ برات۔ ہولی۔ دوالی۔ بسنت کے جلسے عیشِ باغ کو میلے۔
 رقص و سرود کی محفلیں۔ مشاعرے۔ عدالت کی رویکاریاں۔ مرغِ مازی۔ بٹیر بازی۔
 کے ہنگامے۔ الکشن کے معرکے ایسے مشغلے تھے جو ہمیشہ آوہ پنچ کی ظریفوں کی نظر
 میں رہتے تھے اور ان کی طبیعتوں کے لیے تازیانہ کا کام دیتے تھے۔ ساقی نامے
 جیسے بارہ ماہ سے دوہے ٹھہریان۔ غزلیں۔ رباعیاں۔ وغیرہ نظم کرنے میں اسکے

اکثر نامہ نگار خاص ملکہ رہتے تھے۔ منشی سجاد حسین ہر ہفتہ ایک چوٹا سا مضمون لوکل علیہ الرحمۃ کے عنوان سے لکھتے تھے جس میں اکثر موسم کی تبدیلیاں ایسے ظریفانہ رنگ میں دکھائی جاتی تھیں کہ پڑھنے والا ہنستے ہنستے ٹوٹ جاسے۔

زندہ دلی کی یہ تمام تصویریں اودہ پنچ کے بوسیدہ موقع میں موجود ہیں۔ گلدستہ پنچ کی دو جلدوں میں انکا پورا نقشہ اُتارنا اتنا ہی مشکل ہی جیسے کہ دریا کو کوزہ میں بند کرنا مگر زمانہ کارنگ دیکھتے ہوئے جو کچھ ہو سکا اسے غنیمت سمجھنا چاہئے۔

روزمرہ کے چوٹے چوٹے چٹکوں اور لطیفوں کے علاوہ اودہ پنچ میں شاعری اور صحت زبان کے متعلق اکثر ایسے زبردست مباحثے چھڑے جو ہینون اور سالون تک قائم رہے اور جنگی وجہ سے اردو دان ہوساٹھی میں عرصہ تک چل پھل قائم رہی۔

پہلے معرکہ کا تعلق فسانہ آزاد سے ہی۔ سرشار مرحوم ابتدا میں اودہ پنچ کے نامہ نگار تھے اور اسکے گہوارہ کے گرد بیٹھنے والوں میں تھے جس رنگ کا اودہ پنچ عاشق تھا اسی رنگ میں وہ بھی ڈوبے ہوئے تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ زمانہ کے جس انقلاب نے دنیا کو اودہ پنچ کی صورت دکھائی اسی نے سرشار کی طبیعت کو بھی پسید کیا۔

اودہ پنچ کے ایک سال بعد فسانہ آزاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ اودہ اخبار کے ایڈیٹر ہونے کی وجہ سے سرشار نے یہ سلسلہ اسی اخبار میں شروع کیا ورنہ فسانہ آزاد کا ہر یا بھی اودہ پنچ ہی کے چشمہ سے جاری ہوتا کیوں کہ دونوں کا مذاق تحریر یکساں پر اور دونوں ایک ہی باغ کے دو پھول معلوم ہوتے ہیں۔ مگر اودہ پنچ نے اودہ اخبار کو بنیاد اخبار کا خطاب دے رکھا تھا اور اسکے حال پر اودہ پنچ کے ظریفوں کی خاص غنایت تھی۔ جب سرشار اودہ اخبار کے ایڈیٹر ہوئے تو کچھ روز تک تو

ذاتی مراسم کا پردہ قائم رہا۔ لیکن رفتہ رفتہ طریق سے طبیعتیں بے قابو ہوتی گئیں اور آخر کار فسانہ آزاد پر اعتراضات شائع ہونے لگے۔ آودہ پنچ کا فسانہ آزاد پر خاص اعتراض یہ تھا کہ جو بیگمات کی زبان اس میں لکھی گئی ہے وہ محلات کی زبان نہیں ہے بلکہ ماماؤن اور مغلائینوں کی زبان ہے۔ اس قسم کے اعتراضات کے دو نگر طے عرصہ تک آودہ پنچ کے بادلون سے برسا کئے اور ظرافت کی بجلیاں چکیتی رہیں۔ ان اعتراضات کی حقیقت یہ ہے کہ بعض ضرور درست ہیں مگر زیادہ تر طباعی پر مبنی ہیں۔

آودہ پنچ کا دوسرا وار مولانا حالی کو سہنا پڑا۔ مولانا موصوف کے دیوان کے مقدمہ میں شاعری کے اصلی مفہوم پر بحث کی گئی ہے۔ جب یہ مقدمہ شائع ہوا تو اس بحث نے آودہ پنچ کی بارود کے لئے چنگاری کا کام کیا۔ آودہ پنچ کو مولانا حالی سے دو شکایتیں تھیں۔ پہلا اعتراض تو یہ تھا کہ مولانا حالی کا شاعری کا مفہوم غلط ہے۔ جبکہ وہ شاعری سمجھتے ہیں وہ محض قافیہ پیمائی ہے اور فطرتی شاعری کی لطافت و رنگینی سے خالی ہے۔

اختلاف کی دوسری وجہ یہ تھی کہ مولانا حالی نے اپنے مقدمہ میں مصنوعی اور خلاف فطرت شاعری کی جس قدر مثالیں دی تھیں ان کا کثیر حصہ لکھنؤ کے شعرا کے کلام سے لیا تھا جس کا لازمی منشا آودہ پنچ کے نزدیک یہ تھا کہ لکھنؤ کے شعرا کی توہین ہو۔

ان خیالات کا دلون میں امنڈنا تھا کہ دیوان اور مقدمہ کے ایک ایک شعر اور ایک ایک سطر پر اعتراضات کی بوچھاڑ شروع ہو گئی اور یہ سلسلہ بھی مدت تک جاری رہا۔ جس عنوان سے آودہ پنچ کے شہسواروں نے پانی پت کے میدان میں طاری بہری ہیں

آودہ پنچ میں کلام حالی پر جو اعتراضات کا سلسلہ جاری تھا اسکے عنوان میں مندرجہ شعر مولانا حالی کے وطن کی تباہی سے لکھا جاتا تھا۔ ہمارے حملوں کی حالی کا حال ہو۔ میدان پانی پت کی طرح پائمال ہو۔ مولف

وہ بعض صورتوں میں قابل اعتراض ضرور ہو مگر نفس مضمون کو دیکھتے ہوئے یہ باتناظر لگا کہ
اودہ پنچ کی شکایت بے بنیاد نہ تھی۔

تیسرے ہنگامہ کی رونق داغ کی شاعری سے ہے۔ اودہ پنچ نے داغ کی شاعرانہ
غفلت کبھی تسلیم نہیں کی۔ اسکا ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اودہ پنچ کو
ظریفوں کے دل میں لکھنو اور دہلی کی قدیم رقابت کا زخم ہلتا تھا۔ اور دوسرے جانب
داغ کے شاگرد اپنے استاد کی شاعری پر تمام لکھنو کو قریان کر چکے تھے۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
شاگردوں کی بد مذاقی کا خمیازہ غریب استاد کو اوٹھانا پڑا اور اودہ پنچ کے صفوں
سے اعتراضات کی چنگاریاں عرصہ تک اڑا کیں جنکا منج داغ کی شاعری کے
علاوہ اسکے حسب و نسب و در صورت و سیرت کی طرف بھی تھا۔ ان اعتراضات سے داغ
کی شہرت میں فرق نہ آیا مگر تھوڑے زمانہ تک ہنسنے ہنسانے کا مشغلہ قائم رہا۔

اودہ پنچ کا آخری یادگار معرکہ گلزار نسیم کا مباحثہ ہے۔ اسکی ابتدا اسطرح ہوئی کہ
لکھنو کے مشہور فسانہ نویس مولانا شرر نے گلزار نسیم کی زبان اور شاعری پر اعتراض
شائع کیے اور اسی کے ساتھ تاریخی حیثیت سے یہ بھی لکھا کہ یہ مثنوی اہل بین آتش کی تصنیف ہے
نسیم کا نام محض فرضی ہے۔ اودہ پنچ نے اپنی پرانی وضع کے مطابق ان اعتراضات
کا خاکہ اڑا یا اور سب سے بڑی گرفت یہ کی کہ اگر یہ مثنوی آتش کی تصنیف ہے تو اس میں
زبان اور محاورے کی شرمناک غلطیاں کس طرح نظر آتی ہیں۔ مولانا شرر نے
اس اشارہ کو کافی نہ سمجھا اور اس عنوان سے جواب دیا کہ فریقین کی طبیعتیں جوش پر
آگئیں اور اودہ پنچ کی بجتی ہوئی آگ کچھ ایسی بھڑک اڑی کہ اسکی آنچ دور دور تک
پھونچی۔ گلزار نسیم کا قصہ تو درکنار رہا مولانا شرر کی زبان ذاتی اور شرمناک رہی پر

اعتراضات شائع ہونے لگے اور عرصہ تک نظم و نشر کی پھلجھڑیاں چوٹا کین۔ یہ سلسلہ
بہی سال بہر بعد ختم ہوا۔ اس بحث کو غیر لطیف حصہ کے علاوہ نفس مضمون کے متعلق
جو مضامین نکلے اُن میں اکثر زبان و محاورہ کی تحقیقات کا خاص لطف موجود ہو۔
ان مباحثوں کے علاوہ اکثر دوسرے اخباروں سے بھی اودہ پنچ سے نوک جھونک ہوتی رہی۔
ان میں اودہ اخبار اور طوطی ہند پر اس کی خاص توجہ رہی۔ زبان و شاعری کی اصلاح
کے علاوہ اودہ پنچ کی پولیٹیکل خدمات بھی قابل ذکر ہیں۔ اودہ پنچ ابتدا سے رعایا
کا خادم دوسرے کار کا آزاد مشیر تھا۔ کانگریس کے پہلے جو پولیٹیکل معرکہ آرائیاں پیش آئیں
اُن میں اس نے ہمیشہ رعایا کا ساتھ دیا۔ احمق اودہ انکم ٹیکس، البرٹ بل وغیرہ کے
متعلق اکثر ایسے مضامین لکھے جن کا آج شائع کرنا موجودہ قوانین کے جکڑ بند کو دیکھتی ہو
مصلحت اور دور اندیشی کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس نے والیان ریاست کی خوشامد سے
اپنا دامن پاک رکھا اور ہمیشہ اون کی غفلت و عیش پسندی کا پردہ فاش کرتا رہا۔
اودہ پنچ کی قومی محبت کے وسیع دائرہ میں ہندو مسلمان سب شامل تھے ہندوؤں
کے تہواروں کی آمد کی خوشی میں اودہ پنچ عید اور شب برات کے استقبال سے کم
سہ گرمی نہیں۔ ظاہر کرتا تھا۔ ہتولی اور بستنت کے زمانہ میں اس کا پرچہ سُرخ اور
زعفرانی رنگ کے کاغذ پر شائع ہوتا تھا اور رنگین مزاج نامہ نگاروں کے ساقی نامہ
اور ترانے وغیرہ ہفتوں تک چپا کرتے تھے۔ اودہ پنچ ہندو مسلمانوں کے قومی
اتفاق کا ہمیشہ سے معین تھا اور اگر دونوں قوموں میں کوئی نزاعی امر پیش ہوتا تھا
تو اسے ہنس کر اُلدیتا تھا۔ انڈین نیشنل کانگریس چونکہ قومی اتفاق کا ذریعہ سمجھی جاتی تھی
لہذا یہ بھی اس پولیٹیکل تحریک کا دل و جان سے مددگار تھا۔ اس صوبہ میں

منشی سجاد حسین مرحوم کانگرس کے رکن تھے اور باوجود بہت سے انقلابات کے جنکے
 دھچکے سے اکثر قدم ڈال گئے منشی صاحب موصوف آخر دم تک اپنی وضع پر قائم رہے۔
 ابتدا میں جب سر سید مرحوم نے اپنی زبان و قلم کے جادو سے اہل اسلام کا دل
 کانگرس کی طرف سے پھیر دیا تھا اس وقت سوائے اودھ پنچ کے کوئی اسلامی اخبار ایسا
 نہ تھا جو علیگڑھ کے پولیٹیکل سیمینار کا کلمہ نہ پڑھتا ہو۔ ۱۸۸۵ء میں جب سر آکلند کاتون
 سر سید مرحوم اور مفت کے گنہگار راجہ شیو پرشاد کانگرس کا طبقہ اٹھنے کی فکر میں تھے
 اُس وقت ہندوستانی کے مضامین اور پنڈت اجودھیا ناتھ مرحوم کی دہوان دھار
 تقریروں کے علاوہ اودھ پنچ کی شمشیر برہنہ اس قومی تحریک کی تائید میں اپنے
 جوہر و کما رہی تھی۔ ۱۸۹۹ء میں جب کانگرس کا اجلاس لکھنؤ میں ہونے والا تھا
 تو شہر کے چند سن رسیدہ بزرگوں نے اسکی مخالفت کا غلغلہ بلند کیا۔ اس مخالفت
 کی تردید میں ہندوستانی اور ایڈوکیٹ مین پنڈ و نصائح کے دفتر کھل گئے
 لیکن ان واعظانہ فمائشوں کے مقابلہ میں وہ مضمون زیادہ کارگر ہوا جو اودھ پنچ
 مین ”انڈے بچے والی جیل چلہار“ کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اکثر مزاج ایسے
 ہوتے ہیں جو بحث و منطق کے کڑوے گھونٹ نہیں قبول کرتے ہیں مگر طرافت کی
 چاشنی سے راہ راست پر آجاتے ہیں۔ اس صوبہ کے پولیٹیکل بحث و تحریک میں
 اس خدمت کا انجام دینے والا اودھ پنچ تھا۔ منشی اور قومی سرمرواج کی اصلاح کو بار جو میں اودھ پنچ کا
 و طیرہ زمانہ شناسی کی رفتار سے الگ تھا۔ اسنے محض علیگڑھ کے پولیٹیکل مسلک کی
 مخالفت نہیں کی بلکہ سر سید مرحوم کے نورانی دماغ سے جو مذہبی اصلاح کی
 شعاعیں نکلیں اُن پر خاک ڈالنے کی کوشش کی۔ علیگڑھ کا کالج کو لاندہی کامرکز

قرار دیکر اسکے بانی کو ”پیر نیچر“ کا خطاب دیا اور ”نیچر یہ مذہب“ کا مضحکہ اڑانے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا۔ اسی طرح پردہ کی اصلاح اور تعلیم نسوان وغیرہ کے متعلق جو تحریک اہل اسلام میں مغربی تہذیب کے اثر سے پیدا ہو گئی تھی اسکی بھی سخت مخالفت کی۔ پردہ کی رسم کی تائید میں حضرت اکبر کے ذیل کا قطعہ

زبان زد عام ہو

بے پردہ کل جو آئین نظر چند ببیان اکبر زمین میں غیبت قومی سی گر گیا
پونچھا جو اُٹھنے آپکا پردہ وہ کیا ہوا کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کے پڑ گیا
اسے پڑھکر اصلاح پسند لوگ اپنے دانت پیسا کرین مگر یہ باتنا پڑیگا کہ اس سے
زیادہ لطیف ظرافت کا نمونہ آودہ پنچ میں مشکل سے ملیگا۔ کاشکے یہ خدا داد جو ہر
اصلاح ورفاہ کی کوشش میں صرف ہوتا۔

آودہ پنچ کی ترقی ووقت کار از بہت کچھ اسکے اڈیٹر کی ذات کے ساتھ وابستہ ہی
نشی سجاد حسین کا مزاج عجیب صفات کا مجموعہ تھا۔ خلقی ذہانت اور طباعی کے علاوہ
زندہ دلی اُنکی گھٹی میں پڑی تھی۔ مصیبت و تکلیف کے زمانہ میں بھی کہیں کسی نے
اُن کے چہرہ پر سوائے مسکراہٹ کے افسردگی کی شکن نہ دیکھی بیماری کو زمانہ میں
اگر کوئی مزاج پوچھتا تھا تو کہتے تھے کہ زندگی کا عارضہ ہو اور اپنی تکلیفوں کا حال اس طرح
بیان کرتے تھے کہ سننے والے کو ہنسی آجاتی تھی دوا و علاج سے مایوس ہو چکے تھے مگر
کہتے تھے کہ یہ سلسلہ محض سیلے جاری رکھا ہو کہ باضابطہ موت ہو۔ بلا علاج مرنے کو
بے ضابطہ مرنے کہتے تھے اس زندہ دلی کے ساتھ تنگ نظری اور تعصب سے کوسوں
دور رہتے تھے۔ دنیا کے ناہموار و کاواک پہلوان کی نگاہوں میں خود بخود کھٹکنے

لگتے تھے اور اون کی پر مذاق طبیعت کو بلا لحاظ قوم و ملت بیتاب کر دیتے تھے
غیر کا ذکر نہیں ان کے دلی دوستوں اور عزیزوں کو اکثر انکی بذلہ سخی کا مزا چکنا پڑا ہے
دوستوں کی محبت اور قدر شناسی کی بدولت انھیں ابتدا ہی میں اتنے فزین اور
طباع نامہ نگار مل گئے جو ایک وقت میں شاید کسی دوسرے اخبار کو کم نصیب ہو ہونگے۔
یہ لوگ محض آودہ پنچ کے نامہ نگار نہ تھے بلکہ اسکے جان نثاروں میں تھے۔ اسے
اپنا اخبار سمجھتے تھے اور کسی دوسرے اخبار میں لکھنا کسر شان سمجھتے تھے۔ مگر کچھ عرصہ
بعد یہ رنگ قائم نہ رہا۔ بقول شاعر

کسی کی ایک طرح پیر بسر ہوئی نہ انیس عروج مہر بھی دیکھا تو دو پہر سرد دیکھا
دس بارہ سال بعد آودہ پنچ کے شباب کی دوپہر ڈھلنا شروع ہوئی اور اس کے
نامہ نگاروں کا شیرازہ درہم و برہم ہونے لگا۔ ستم ظریف یہ پھر نے مرنے سے پہلے ہی
لکھنا کم کر دیا تھا۔ جوانی کی بیفکرمی دوسرے نامہ نگاروں کا ساتھ عرصہ تک نہ
دے سکی اور رفتہ رفتہ آودہ پنچ کے صفحے قدیم طرز کے پُرانے مضامین سے خالی
نظر آنے لگے۔ جو کچھ رہی سہی آب و تاب باقی تھی منشی سجاد حسین کی علالت نے
اسکا بھی خاتمہ کر دیا۔ اس میں کلام نہیں کہ اس مٹی ہوئی حالت میں ہی آودہ پنچ
کا نام بکتا تھا اور جب کہیں کوئی مضمون اسکے ایڈیٹر کے قلم سے نکل جاتا تھا تو اسکی
دہنوم ہو جاتی تھی۔ علاوہ اسکے کہیں کہیں منشی احمد علی شوق نواب سید محمد آزاد اور
حضرت اکبر کے نظم و نثر کے مضامین بھی شائع ہوتے رہتے تھے۔ مگر آودہ پنچ کی
مالی حالت روز بروز خراب ہوتی جاتی تھی۔ منشی سجاد حسین کی حمیت و غیرت
نے یہ گوارا نہ کیا کہ جب تک اُنکے دم میں دم ہے وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے

بند ہوتا ہوا دیکھیں مگر واقفکار جانتے ہیں کہ آخر دس بارہ سال میں اودہ پنچ مین
سوائے خسارہ کے کوئی نفع کی مدد نہ تھی۔ فشی صاحب موصوف نے ایک خط منشی
باکیند گپتا مرحوم کو لکھا تھا جو زمانہ میں شائع ہوا تھا۔ اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔
کہ وہ اودہ پنچ کی زندگی کو اپنی زندگی سمجھتے تھے۔

اکھتے ہیں دو مکرمی تسلیم خط پنچا۔ بہت بجا ہو۔ اودہ پنچ مردہ ہاتھوں سے
اس لئے نکلتا ہے کہ کوئی اٹھانے والا نہیں۔ دواک سطورن کے
سوانہ ہاتھ سے لکھ سکتا ہوں نہ منہ سے بول سکتا ہوں۔ کچھ نوکر
بہت کر کے نکال دیتے ہیں دس سال سے فالج میں گرفتار لب گو
ہوں۔ جب کسی طرف سے اطمینان نہیں تو کیا انتظام ہو سکے۔
اخبار صرف اسلئے نکالتا ہوں کہ جیتے جی مر نہیں سکتا۔ ورنہ اس
عارضہ کے ہاتھوں ع

مجھے کیا بڑا تہانرا اگر ایک بار ہوتا

اودہ پنچ زندہ اخبار و ن مین نہیں کہ اسکا ذکر ہو۔ ہاں گذشتہ
زمانہ میں کچھ تھا،

مگر یہ حالت کب تک قائم رہتی۔ آخر کار مرنے سے دو سال پیشتر شکستہ دل ڈیٹر کو
اودہ پنچ کا جنازہ اپنے مردہ ہاتھوں سے اٹھانا پڑا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ضعیف
جسم میں خون کے دس بیس قطرہ ضرور باقی تھے مگر گرہ میں ایک پیسہ
نہ تھا۔ اودہ پنچ چلتا تو کس طرح چلتا۔ گو کہ باوضع اڈیٹر کی باوجود دل بگور
ہونے کے یہ تمنا ضرور تھی کہ

گو ہاتھ میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہو۔

رہنے دو ابھی سا غرو میں مارے آگے

خیر اودہ پنچ کا جاری رہنا تو درکنار۔ یہ وہ نازک زمانہ تھا کہ اگر اودہ کا ایک عالی ظرف رئیس جسکی فیاضی ضرب المثل ہو دستگیری نہ کرتا اور داک پڑانے دوستوں کی محبت شریک حال نہ ہوتی تو شاید اودہ پنچ کا اڈیٹران شبینہ کا محتاج رہ کر دنیا سے سد ہارتا۔

غرض کہ چھتیس سال تک زبان اور قوم کی خدمت کر کے اودہ پنچ نے دنیا کو خیر باد کہا اس وقت اردو زبان میں بہت سے قابل قدر اخبار موجود ہیں مگر اودہ پنچ کی جگہ خالی ہو اور زمانہ کارنگ کہہ رہا ہو کہ عرصہ تک یہ جگہ خالی رہیگی۔ مگر اردو زبان کی تاریخ میں یہ زندہ دلی کا افسانہ ایک یادگار افسانہ ہے اور اسکی یاد تازہ و نون کے دنوں سے آسانی سے فراموش نہیں ہو سکتی۔ آج اودہ پنچ ہماری نگاہوں کے سامنے نہیں۔ مگر اسکے تذکرہ سے سخن سخن کی محفل خالی نہیں۔

پھر گئے آنکھوں میں مشتاقِ گذشتہ نشہ میں

دور جامِ حے میں اکثر ذکرِ خیرِ جم ہوا

چک بست لکھنوی



منشي سيد محمد سجاد حسين مرحوم آتش اودهه دنگ

وفات سنه ۱۶۱۵ع

پيدائش سنه ۱۸۵۶ع

اندين دريس الءآباد

منشی سید محمد سجاد حسین صاحب مرحوم

ایک خوشحال و عالی خاندان سے تھے۔ آپ کے والد منشی منہور علیہ صاحب منڈی کلکری پر معروف تھے اور بعد نشن کے ایک عرصہ تک حیدر آباد میں بول چہ رہے۔ آپ کے ماموں نواب ذوالحسین خان صاحب کے جو لکھنؤ کے ایک معزز وکیل تھے حیدر آباد میں بعد چیت جسٹس ممتاز تھے اور ریاست میں آپ کا بہت اچھا رواج تھا منشی سجاد حسین کا کوری میں ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوا اور اکل عمر میں زیر نگرانی نواب ذوالحسین صاحب لکھنؤ میں تعلیم پاتے رہے۔ ۱۲۷۵ھ میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا اور کچھ دنوں تک کیننگ کالج میں ایف۔ اے کی تعلیم ہی پائی لیکن طبیعت انگریزی سے اُچان ہو گئی اور ایف۔ اے کے امتحان میں شریک نہ ہوئے کالج چھوڑ کر تلاش معاش میں فیض آباد ہو گئے اور وہاں فوج میں اُردو تھانہ فانی منشی مقرر ہوئے۔ لیکن طبیعت کو اس شغل سے کیا مناسبت ہو سکتی تھی سال بھر کے اندر ہی اسکو خیر باد کہہ کر اودھ پہنچ کے شغل کو ترک کیا ارادہ کیا کہ منشی محفوظ علی صاحب جو بعد میں ڈپٹی کلکٹر ہوئے اور جنگی غنایت اور توجہ سے ہم کو یہ حالات معلوم ہوئی ہیں اس کام میں آپ کے شریک تھے اور انہیں کو مشورہ و شرکت سے ۱۲۸۵ھ میں اودھ پہنچ کر بنا پٹری منشی صاحب نے پہنچ کے لئے پہلے ہی سال میں ایسے ایسے سحر البیان و جادو و قلم نامہ نگار ڈھونڈ لکھ لے کر جو اُردو و علم ادب کے آسمان پر چاند و سورج ہو کر چمکے انہیں سے پنڈت تروہون ناتھ جیجر۔ مرزا محبوب گیتم ظریف۔ نواب سید محمد خان صاحب آزاد۔ سید اکبر حسین صاحب اکبر منشی احمد علی صاحب شوق منشی جوالا پیر شاد برق۔ منشی احمد علی گھمنڈوی کے نام نامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ پنڈت رتن ناتھ سرشار بھی اول دو سال تک بنو قلم جادو و رقم سے اودھ پہنچ کر سرفراز کرتے رہے لیکن بعد میں آپس میں کچھ الجھن پیدا ہو گئی اور وہ سلسلہ منقطع ہو گیا منشی صاحب علی گڑھ کی تحریک و سرسید کی پالیسی کے اول روز سے مخالف تھے۔ نظام معاشرت میں قدامت پرستی کے قائل و مغربی تہذیب کے دشمن تھے۔ ۱۲۸۵ھ میں

نیشنل کانگریس میں شریک ہوئے اور مرتے دم تک اسکے حامی رہے۔ ۱۹۱۰ء میں پہلی مرتبہ فلج گرا لیکن چند ماہ بیمار رہ کر اچھے ہو گئے۔ ۱۹۱۱ء میں فلج کا دوسرا دورہ ہوا کہ جسے تندرستی ہمیشہ کے لئے تباہ کر دی۔ اس وقت سی بولنے کی قوت قریب قریب بالکل جاتی رہی تھی۔ گو گفتگو کرنے کی کوشش کرتے تھے لیکن بات سمجھ میں نہیں آتی تھی مگر چل پر سکتے تھے اور دماغ اپنا کام برابر کرتا تھا۔ متواتر علالت۔ ضعف دیدگر مگر وہ بات زندگی کی وجہ سے آخری زمانہ نہایت مصیبت و پریشانی کا گذر ادا بالآخر ۱۹۱۵ء میں اودہ پنج بند کرنا پڑا۔ اسکے بعد حالت روز بروز بُری ہوئی گئی اور ۲۲ جنوری ۱۹۱۵ء کو اس دارالحسن سے کوچ کیا۔

خدا بخشنے بہت سی خوبیاں ہمیں دے والے ہیں

منشی محمد سجاد حسین صاحب اردو اخبار نویسی میں طرز مذاق و ظرافت کے موجد۔ لکھنؤ کی زبان اپنے رنگ کے استاد تھے اودہ پنج کے ذریعہ سے جو خدمات اردو لٹریچر کی آپ نے کیں جو قابل قدر اضافہ اس زبان میں آپ کی کوششوں کے بدولت ہوا اس قابل نہیں کہ آسانی سے بھلا دیا جاوے۔ آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ آپ نے اپنا دامن شہرت مذہبی تعصب سے خواہ پولٹکس ہو یا لٹریچر ہمیشہ صاف و پاک رکھا اور آزادی و ایمان داری کو کبھی ہولے سے ہی ہاتھ سے نہ جانے دیا جو وضع اختیار کی اُسکو مرتے دم تک بنایا کسی حالت میں اصول سے منہ نہ موڑا۔ بلا کی شوخ طبیعت پائی تھی ویدلکھنوی و ظرافت تو گو با مزاج کا خمیر تھی۔ نہایت پریشانی و تنگی کی حالت میں بھی حتی المقدور خندہ پیشانی رہتے و مذاق سے باز نہ آتے تھے منشی جوالا پرشاد برقی مرحوم سے نہایت درجہ کی خصوصیت تھی۔ آپ کے قدر دانوں میں آنرہبل پنڈت بشن نرائن دہ۔ آنرہبل راجہ سر محمد علی محمد خاں صاحب بہادر والی ریاست محمود آباد و آنرہبل بابو گنگا پرشاد دہما مرحوم کے نامی نامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

کلمہ خط و سبب مضمین

خط بنام مسٹر گلڈاسٹن

مولوی گلڈاسٹن صاحب طول عمرہ۔ دعاے خیر نصیب شما باد۔ ایسے زمانے میں جبکہ چاروں طرف سے ہوائے شر و فساد۔ ہر ملک سے سموم بغض و عناد کے جھونکے آرہے ہیں۔ تمہارے حق میں اس سے بڑھ کر مناسب دنیا میں شاید ہی کوئی اور دعا ہوگی۔

تم غالباً واقف ہو گے اور اگر نہیں تو اب کان پوسٹ پٹا کر سن لو کہ یہ تمہارا بوڑھا خرائٹ۔ تجربہ کار۔ زمانہ دیدہ۔ فلسفی۔ حکیم۔ مؤرخ۔ پولیٹیشن۔ اور خدا جانے کیا کیا دوست۔ ایسا تاریک خیال اور نامنصف نہیں کہ محض ضد۔ ہٹ دھرمی۔ استبداد سے کسی معاملے میں اک طرفہ رائے قائم کرے۔ اور اسکے دوسرے پہلو کی طرف سے عداوت اور اداۃ۔ اپنی دور بین اور باریک بین آنکھیں بالکل بند کر لے۔ آج کل ہزاروں دوست ہیں تو لاکھوں تمہارے دشمن و من اچھا کہتے ہیں تو بیس برا بھی۔ مگر یہ سب ہوا کے ٹخ اپنا جہاز راے چلاتے انصاف کا انجن ہرگز کام میں نہیں لاتے۔ لیکن یہ تمہارا اور اپنی ملکہ معظمہ کا سچا بے میل۔ پکا۔ سولہ آنے ڈیل۔ دوست۔ خیر خواہ۔ جان نثار۔ اور دو پنج ان عیوب سے ایسا دور ہی جیسا روس۔ ایمان۔ یا ہندوستان نمک حرامی سے۔ یہ صلحت وقت۔ دسترس انجام کار۔ سب باتوں پر غور کرتا۔ اور تمہاری ذمہ داریوں۔ فرائض منصبی۔ مشکلات عمدہ کو خوب جانتا ہو جتا ہے۔ بیشک تمکو چند آدمیوں نے بنالیا ہو۔ مگر واضح رہی دو صورتوں میں بنایا جاتا ہے۔

اول جب واقعی اوسمین صفت بنائے جانے کی پائی جاتی ہو۔ اور
کسلی باز اپنے ڈھب کا اوسے پاتے ہوں۔

دوسرے اگرچہ وہ فی الحقیقت اس قابل نہو۔ مگر اتفاقاً کچھ حرکات سکنت
یا معاملات کی ظاہری صورت ایسی ہو جائے کہ لوگوں کو غلط فہمی واقع ہو۔
بہر نفع دل لگی بازوؤں۔ دور سے تماشا دیکھنے والوں کا الوکمین نہیں گیا۔
جہان تک میرا تجربہ ہے۔ اور میں تمہارے افعال مابقی و حال پر انصافانہ
غور کرتا ہوں۔ کہہ سکتا ہوں کہ تم پیار سے درحقیقت ایسے ہرگز نہیں جیسا
تمکو آجکل لوگ خیال کرتے ہیں۔

مگر اسمین بھی کلام نہیں کہ تم بن گئے اور خوب بن گئے بخت و اتفاق
کو کوئی ڈزریلی روک سکتا ہو۔ نہ گلیڈ اسٹن۔ مگر اتنو بدنامی کا لوکر اتمہار بھی
سہے۔ اور سچ بھی یہی کہ اُسکے ستن بھی تم ہی ہو۔ میں نے تمہاری فارن
پالیسی کبھی لائق ستائش نہیں پائی۔ رقاہ و فلاح۔ آرائش و زیبائش
ظاہری ٹیم نام۔ اوپری لیس پوت کے واسطے تمہاری ذات مخصوص ہے۔
مگر اسکے لوازم اور مصاحبون کی فراہمی اور ترکیب سے تم ایسے محروم جیسے
ہندوستانی جودت سے۔ تم پولیٹکل دسترخوان کے اچھے فائساناں اور ہوشیار
خندنگار ہو۔ پکا پکا یا کہانا۔ طیار ہانڈی تم خوبی سے چن سکتے ہو۔ مگر ہانڈی
پکھنے اور چیز طیار کرنے کے نام سے خاک دھول بکائن کے پھول۔ تم نہیں
جانتے کہ طرح طرح کے کہانوں کے واسطے کون کون مصالحو کیونکر پسند اور ترکیب
دیا جاتا ہے۔ کہا بون میں کس چیز سے گلا وٹ آتی ہے۔ پلاؤ کو دم کیسے دیتی ہیں۔

فاران پالیسی کا مہر عطا دیجئے کیونکہ خوشگوار چاشنی پیدا کرتا ہے۔ کہتے ہیں جو کوئی چھو ہر مار ڈالتا ہے اس کے ہاتھ سے لذت جاتی رہتی ہے۔ شاید ایسا ہی ہوا ہو۔ مگر اب یہ ضرورت بیشک معلوم ہوتی ہے کہ پہلے اچھا باورچی اور رکابدار سب طیار کرے۔ پھر دسترخوان لگانے اور خاصہ چھنے کو تم بلا لیے جاؤ تم ہرگز اس لائق نہیں کہ دونوں کام تمہارے سپرد ہوں۔ یہ خدمت کچھ کنسرٹیو ہی خوب جانتے ہیں۔ لیکن سر دست کچھ کرتے دہرتے نہیں بنتا۔ اس دفعہ کی الٹ پیرمین تمہارا تو وہی حال ہوا

آسمان بار امانت تو انست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند
 کمانا طیار۔ نہ سامان درست۔ مگر دعوت (جنگ) کی وہ دہوم دہام کہ عالم گونج رہا ہے۔ (ناخواندہ) مہمان ہیں کہ چلے آتے ہیں۔ بلکہ ایک دفعہ تو آستین ہاتھ دھوئے قرار واقعی تھے مارنے پر مستعد ہیں۔ نظر غور سے دیکھا جاتی تو تمہارا قصور نہیں۔ جن لوگوں نے اس دفعہ ٹکوں بلایا اور وہ سمجھے کہ کمانا تو اس دفعہ رکابداروں نے ہنوز طیار نہیں کیا۔ ہم اونکو باورچی خانے سے کیون نکالے دیتے ہیں۔ اب عین وقت پر کون تہیلی پر سرسوں جانے آتا ہے۔

اشارہ کنایہ بر طرف صاف صاف یہ ہے کہ آجکل تمہارے واسطے

بڑے بڑے افکار آ موجود ہوئے۔ گو خزانہ۔ وفوج و قوم ہر طرف واطمینان۔ مگر سمجھ لو شیطان مارتا نہیں پریشان تو ضرور کرتا ہے۔ خیر اسکی نوبت خدا نہ لائی۔ فی الحال اہل الرایوں نے ٹکواور بھی ہو کہلا رہا ہے۔ جو ہے اپنی ڈیڑھ مینٹ کی مسجد الگ ہی اوٹھاتا ہے۔ مگر صلاح کی صلاحیت ایک میں نہیں۔ سب اپنے

دل کی آرزو پیش کرتے ہیں اور تم جانو صلاح و آرزو میں بہت بڑا فرق ہے۔
 اس لحاظ سے میں اپنے دست و قلم کو تکلیف دیتا۔ اور تمہاری دماغ خراشی
 کرتا ہوں۔ تم جانتے ہو فارن معاملات آجکل کیسے پیچیدہ ہو رہے ہیں۔
 مصر اور وسط ایشیا کے معاملات تو سمجھو۔ دو بڑے ستون ہیں جو جمعہ سجد کی طرح
 دوسری سے سر بلند کیے کھڑے ہیں۔ باقی ٹرکی کا تدبذب۔ فوج کی حفاظت
 میں امیر کی تماشی۔ برہامین کشیدگی۔ مغربی افریقہ میں جرمن کی یہودیگی
 یہ سب امور اگرچہ فرداً فرداً خفیف ہیں۔ مگر ہیئت مجموعی اطمینان خاطر کے
 دشمن جانی ہیں۔ بُرائی لگے تو میں صاف کہوں کہ اکثر یہ فتنیں تمہاری قوم کے
 غلط قیاسات اور تفرضات سے پیدا ہیں۔ تم نے جو کچھ کسی قوم یا معاملہ کی نسبت
 سامے قائم کی وہ اکثر غلط نکلی۔ چنانچہ مصر کا معاملہ لیجیے تم بغاوت کو قومی نہیں
 شخصی سمجھے۔ مگر دیکھا۔ ایک عربی گیا۔ مہدی سودائی (باسوڈائی) آیا۔ اوسکو زیر
 کر دیکھو کل ہی عثمان دغا موجود ہے۔ عثمان کو ہر گاہ و یا گرفتار کرو۔ دوسرے
 کوئی انکے بہائی بند بلاے بوغا پیدا۔ پھر آج تک خیال کرو کتنی فتنیں پائیں۔
 کتنی شکستیں دیں۔ باغیوں کو کیسے کیسے کنوین جہکائے لیکن بارہ برس بعد کہتے
 گی دم دہی پڑ ہی۔ جب دیکھا مصر کا قوام وہی بگڑا ہوا۔ کوئی! دشاہ ہو۔
 صاحب تخت و تاج ہو۔ اُسکو زیر کیا۔ تخت و تاج لے لیا دار السلطنہ پر قبضہ کیا۔
 یہاں سب اک سرے سے لنگوٹی بند۔ خادم بدوش۔ ادھر سے بھاگے اودھر ہوئے۔
 اودھر سے آئے اودھر ہو رہے۔ بھلا ایسوں سے اوجھنا اپنی بات کمونا نہیں تو
 اور کیا ہے۔ اگر کسی حصہ ملک کو اونکے حوالے بھی کر دیا۔ تب ہی مطلب حاصل نہوگا۔

کیا وجہ کہ ہمدی ملک مانگتا ہو نہ سلطنت۔ اوسکو تو تجرید اسلام کا خط ہے۔
اودہرا طینان ہوا کہ لگے اور ٹرکی پر لپکا۔

وسط ایشیا میں تمہاری کارروائی چند ان قابل اعتراض نہیں۔
اوسکی وجہ یہ کہ تم نے کچھ کیا ہی نہیں۔ اچایا برا کیا کہا جاوے۔ باقی اس
کاہلی سے جو نتائج پیدا ہوئے۔ وہ بلاشبہ تمکو مجرم ٹھراتے ہیں۔ اسکی وہی مثل
ہو کچھ نکرنا بھی بُرائی کرنا ہے جہاں تک تمہارا میں رہا ہاتھ پاٹون نہ ہلائے۔
مگر اب توروں منخوس کے سر جا کر شیطان چڑھا۔ اب تو وہ خواہ مخواہ افغانیوں
کو بچھتا ہے۔

چونکہ یہ مضمون طویل ہو اور میں سمجھتا ہوں تمکو بھی آجکل کام کی کثرت ہو
میں اس خط کو نا تمام چھوڑتا ہوں۔ اس بحث کو دوسرے خط میں لکھ کر ان
سب کے علاج بتاؤنگا۔ تم گہرا نا نہیں۔ دیکھو اوسان نہ جانے پائیں۔
گر نیول ایسے وقت میں کام کا آدمی ہو۔ ڈفرن کی مستعدی قابل صاد۔
زیادہ عمرت دراز باد۔

خط بنام مسٹر گلیڈ اسٹن

مولوی گلیڈ اسٹن صاحب ^{نمبر ۲} ظو کمرہ۔ دعائے ہمت و جرأت۔
میں اپنے پہلے خط میں وعدہ کر چکا تھا کہ دوسرے ہفتے اپنے خیالات روشن
سے تم کو مستفیض کرونگا۔ تم سمجھو کہ پولیٹیکل معاملات پر منحصر نہیں۔ عموماً ہر کام میں
ایکساے وعدہ و راستی تقریر و تحریر فی زمانہ جو ہر انسانی تصویر کی جاتی ہو۔

لہذا زیادہ زحمت کش انتظار نہیں رکھتا۔ اور مخاطب کرتا ہوں۔

میں نے اپنا سلسلہ سخن اس دفعہ وسط ایشیا تک پہنچ کر چھوڑا تھا۔ یہ وہ مقام ہے کہ جس نے بہتوں کے جی چھوڑا دیے ہیں۔ اس سے تم اپنی طرف کوئی اشارہ نہ سمجھنا۔ میرا دستور ہے کہ ہر کس دنا کس سے پتے کی دل لگی نہیں کرتا۔ کیونکہ اس سے انسان اپنے ہی دل میں خجل ہو جاتا ہے۔ اور مجھے سر دست شخصی۔ قومی۔ ملکی۔ سب مصلحتوں سے تم کو بد دل کرنا منظور نہیں۔ کیا وجہ ایک تو تم یونہی صورتاً سیرٹا چھپا کے باواستھے۔ اسپر آجکل کی چکر گینیوں نے اور بھی کو لو کا بیل بنا دیا ہے۔ بروا شتہ خاطر تو ہو ہی رہے ہو۔ اگر دوٹ آؤ کرڈٹ کی ٹرائی تو یقینی قوم سے ہنسی خوشی رخصت ہو۔ ہوارڈن کیسل میں تیشے سے بخاری کرنا شروع کر دو گے۔ دل لگی بازوؤں کا کیا بگڑے گا۔ یہاں کارسلطنت میں خلل کا اندیشہ ہے اور سب سے بڑھ کر تو یہ سمجھ لو کہ آج تم نے استعفا رواخل کیا اور کل روسی ہرات پر قابض۔ وہ لوگ بڑے قابو پرست اور بیباک۔ موقع شناس ہیں۔ تم وقت گزر جانے کے بعد گدی کی طرف چوٹی ڈھونڈتے ہو۔ وہ دو قدم آگے سے اسکی پیشانی والے چار بال اس پہرتی اور چالاکی اور استواری سے پکڑتے ہیں۔ جیسے ہمارے مسٹر ٹیپو کا ڈوریا اپنی نازک بدن زدجہ مجبور کے جوئے۔ جب وہ شخص ازراہ غمزہ و عشوہ کسی دن اس کے واسطے کہانا نہیں پکاتی۔

اچھا اب مصر سے چلو۔ واہی اگر تم میں کچھ انصاف و شرم و لگائش ہے



پولیشکل و ترسانی

اسمعیل (پاشا خدیو مصر) - راضی بن هم اسی بن حب بن تری و ناهری

تو تمہارا دل ہی جانتا ہو گا کہ اس ذرا سی پہنسی نے کیسا دل باندھا ہے اور زمانہ تہذیب میں کیا کیا سفاکیاں کرائی ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے بعض دفعہ پہنسی اپنی جسامت کی وجہ سے تو بہت خفیف سی ہوتی ہے۔ مگر موضع اور موقع کے بدولت بڑے بڑے کاروبار اور پہوڑوں سے گوی سبقت لے جاتی ہے۔ مصر بجائے خود کچھ نہ سہی۔ اسکی سوزرائین پادری یعنی سلطان کچھ تو اپنے ہاتھوں اور کچھ خود غرض دغا باز دوستوں کی بدولت چندان قابل خوف و خطر نہیں۔ مگر یہ بھی معلوم رہے کہ تمہاری یورپین طاقتیں سب مصر کے معاملات میں حصہ بخیر لگانے کو موجود ہیں۔ وہاں یورپ کی ناک پر بیٹھ کر تم چاہو کہ کوئی ایشیا کی سی کارروائی بے غل و غش کر جاؤ یہ محال ہے۔ دوسری بات یہ کہ ہکوا اپنے زمانہ طفولیت کا واقعہ یاد ہے۔ کہ ایک دفعہ ہمارے دوستوں میں کنکوا لڑتا تھا۔ تم جانو جہاں کنکوا لڑتا ہے۔ کٹے کنکواے چٹانے یونہیں ہاتھ کی صفائی دکھانے کو بازاری لونڈے لاڑی بھی ارد گرد اپنی دمرچی اور دیپچی کنکیاں بڑھائے رہا کرتے ہیں۔ ایک صاحب اس بلا کے جلد باز اور عجلت پسند تھو کہ جب تک دوسری طرف چپکے آپ اونہیں کنکیوں سے اولجہ جائیں۔ اکثر ایسا اتفاق ہوا ہے۔ اچھے اچھے مدد کنکواے اور نفیس مانجھاسب سی میں صرف ہو گیا ہے۔ اور جب ادھر کا سر پر تڑتڑایا تو حضرت ہاتھ لگانے کی جگہ ہاتھ ملنے لگے۔ پس مصر کی کارروائی بہت کچھ اس سے مشابہ ہے۔

ہاں یہ سچ ہے کہ یہ ساری گل افشانیاں تمہاری ہی جودت طبع کا نتیجہ نہیں یہ قضیہ بھی گذشتہ وزارت نے ترکہ چھوڑا ہے۔ اور تم بیچارے کے سر پڑا

لیکن یہ بھی تو سمجھ لو آخر قوم نے ایسی ہی ایسی خرابیوں کی درستی کے واسطے
تو تمکو قلمدان وزارت دلوایا۔ اور تم نے قبول کیا۔

علاوہ اسکے بہت سی بے عنوانیاں تو خاص تمہارے ہی صدقے میں
واقع ہوئیں۔ بھلا جنرل گارڈن کو یہ بھکر تم خاموش ہو رہے۔ پہراؤس
بیچارے کی خبر بھی نہ لی۔ آخر مرواڈالا اس سے تمہاری کتنی بدنامی ہوئی۔
اب یہی دیکھ کر تو سر پیٹرلسٹن وسط ایشیا میں جھلا رہے ہیں۔ دیکھو جتنا تمہارا
فرقہ کشت و خون سے محترز تھا اوسے قدر اب باعث ہوا ہے۔

خیر یہ تو داستان پارینہ ہے۔ اب مطلب کی یہ بات ہو کہ کرنا کیا چاہیے۔
خداوند کریم تم کو عقل اور ناصحان مفتق کی بات پر توجہ دے۔ تو سب کچھ
درست ہو جائے۔

اس امر کا تصفیہ کہ آیا مقصد ہم مصر حاصل ہوا کہ نہیں تو میرے نزدیک
کوئی نہیں کر سکتا۔ اچھی جب کوئی مقصد ہو تب تو دیکھا جائے۔ وہاں سرے سے
متنزّل اور مبہم کارروائی تھی۔ مقاصد بھی اوسے طرح پورے ہوتے رہے پس
اب انتظار ہی کس بات کا کرنا لازم آتا ہے۔ اب تم اپنی فوج ٹھکانے ٹھکانے پہنچاؤ
ٹرکی کو اول تو اس لائق نہ کہا۔ دوسرے اگر کسی حکمت علی سے چاہو کہ اسکی
فوج وہاں بھیجاؤ کہ وہ بھی حیران پریشان ہوتی پھرے۔ تو یہ سمجھ لو کہ
تم وہی غلطی پھر کر دو گے جو اس فتنہ عظیم کی بنا ہے۔

شائد تم اپنی بطی البصنی سے اس تبلیغ جملے کو فوراً نہ سمجھو گے۔ مگر مجھے

پھر دست صراحتہ منظور نہیں۔ مناسب ہوا پھر کبھی بتا دوں گا۔

اب رہی کوئی اور یورپین طاقت خانہ خود مطلبی خراب۔ اب تو برابر والون

کے ساتھ یہ حال ہے

اسی خاطر تو قتل عاشقان سے منع کر دیا تو اکیلے پہر رہے ہو یوسف و کاروان پہر

ہاں ایک اٹلی ہی۔ سو میرے نزدیک چھ خفہ چھ بیدار۔ عقلا کے نزدیک کچھ نہ سہی۔ مگر حال میں فرانس نے کموزک فاش دی۔ فرانسیسی اخبار بند کر دیا

مصر سے معذرت کرانا داب شاہنشاہی کے خلاف تھا۔ مگر تم سے پہلو اول روز

وزارت سے ایسی ہی امیدیں تھیں۔ وزارت سابق میں تم امریکہ والون سے

کہا بدے۔ جنیوا میں چند چلتے پڑے جمع ہوئے اور تمہاری سلطنت کو

البا ماکاتاوان دینا پڑا۔

وزارت حال پر آنے کے کچھ روز پہلے تم نے سلطنت اسٹریا کو بخشیت

کہا تھا۔ منسٹری نصیب ہوئے پر تمہاری پہلی حرکت کاتاوان دینا پڑا۔

سالی کہ نکوست از بہارش پیداست

پس تم نے تو بار بار شاہ سے معذرت کرا لی تو کون نئی بات کی۔ جس نے اپنی

ٹوپی اوتار لی اوسکو اور کا کیا خیال۔

لیکن حال کی پیچیدگیوں کو دیکھتے تم نے کمال علم اور بردباری کی

اس پر میرا صاف ہے۔ میں اس کارروائی کا مخالف نہیں۔ واقعی ایسا ہی

چاہیے تھا۔ کاش خدا تمہاری ایسی ہی موقع شناس عقل رکھے۔ جس دہن

اور ڈہرے پر ہواؤسی پر قائم رہو۔

خط بنام مسٹر گلیڈ اسٹن

مولوی گلیڈ اسٹن طویل عمر۔ آجکل زمانہ ایسی جلد جلد کروٹیں بدل رہا ہو اور تم بھی اُسکے ساتھ وہ قلابازیان کہا رہے ہو کہ معلوم نہیں اس تحریر کے پہونچتے پہونچتے چمن دہرین کون کون جدید گل کہلین۔ اور کون انوکے شگوفے سر بلند کریں۔ اسی جہت سے میری دو دو باتیں تم چٹ پٹ اور سن لو۔ اور اپنا راستہ پکڑو۔ باقی اتفاقات کا چکر تو کسی کے روکے رُک نہیں سکتا۔ جو جس کام کے واسطے بنا ہو جب حلت موقع پائیگا اپنی علت غائی پوری کریگا۔

تم سمجھو۔ مہدی۔ عثمان دینغا۔ زار روس۔ اور اوسکے ارکان سلطنت۔ ارنیل جرنیل۔ علی خانوف۔ کمروف۔ یو قوف جنکی بے ایمانی پر ذوق۔ آخر عالم اسباب میں جھگڑے فساد قتل غارت ہی کے واسطے آئے ہیں۔ کہ میری آپ کی طرح علوم۔ فنون۔ حکمت۔ فلسفہ۔ تہذیب۔ ترقی کے واسطے جان کہپانے کو شمش کر نے۔ یہ مانا کہ تم نے درگزر کر کے معاملہ مختصر کیا۔ مگر حرام زادے کی رسی دراز۔ سردست یہ سلسلہ ختم ہوتا معلوم نہیں ہوتا۔ پس جو بات کرو زمانے کے موافق۔ میں نے پہلے خط میں سب تفصیل لکھ دی ہے کہ اگر تم مصر کے جھگڑے کو یون چھوڑ بہا گے تو بڑی خطا کی۔ جنکا جھکا بہرہ سہا میں نے ادنیٰ قلعی بھی کہو لہی۔ پس اب سوا اسکے کوئی صورت ہی نہیں باقی کہ مصر میں اگر یسوپالیسی یعنی فتاحی کی حکمت علی بالکل ترک کی جائے۔

مدی و عثمان دینا وغیرہ کی عداوت سینہ بے کینہ سے آزاد ہو۔ اب جس قدر قبض و تصرف میں ہی اُسپر ایک دفعہ آیہ الکرسی پڑھکر ہونک دیجاوے۔ اور اسی طرح اوسکی محافظت کی جاوے جیسے مرغی اپنی ساری جھول پیٹ کے نیچے چھپائے رہتی ہے۔ اگر حملہ کرو تو دفاعی۔ مقابلہ کرو حفاظتی۔ ساری بلا لیتا اور ملک کو اس سے تتر بتر کر کے چوڑ دینا یہ کس خدا نے بتایا اور کس ایمان نے سکھایا ہے۔ اب لازم ہے سب افواج دو مقام مناسب محفوظ پر جمع رکھو۔ کہ مصر والوں کے کام بھی لاسکو اور سرحد ہندوستان کے جگڑے میں بھی بلاسکو۔

اب رہا روس کا جگڑا اوسکی کیفیت یہ ہے کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی کو ساتھ حسن عقیدت ہو کر تا ہے۔ کسی کو اپنے کسی دوست سے ایسی امید ہوتی ہے کہ سراسر خلافت ترصد حرکات دیکھتا جاتا ہے مگر عقیدت نہیں جاتی۔ کوئی بزرگوار اپنی زوجہ مقدسی کی جانب سے وہ حسن ظن (زن نہیں) رکھتا ہیں کہ آیت حدیث غلط ہے۔

حکم جو روحی بہ از حکم خداست انجہ جو روحی بفرماید روہست
کسی کو کسی حکیم طیب ڈاکٹر پر وہ اعتقاد ہوتا ہے کہ صریح حضرت قلم کا تیغ و سنان گر رہے۔ خدا گنج کی نوآبادی کو ہر روز ہزاروں کا جالان بھیج رہے ہیں مگر میان میجائے دوران حضرت ہی ہیں۔ کسی کو کسی وکیل صاحب پر اطمینان ہے۔ کہ معاملہ فہمی سے اسقدر دور جیسے اعمیٰ بینائی سے مگر میان سائے عالم کا قانون انہیں کی نوک زبان پر ہے۔ بعض کو کسی شاعر کا عقیدہ ہو جاتا ہے۔

کہ ساری دنیا محل گوئی پر ملامت کنان ہی مگر آپ کو وہی کلام مرغوب و مطبوع۔ پس اسی طرح سمجھ لو تمکو بھی روس کے ساتھ حسن عقیدت ہو۔ تمہارا دل و دماغ اتنا وسیع ہی نہیں کہ روس کی چالاکیوں اور فریب کے دفتر کا ایک حرف بھی اوسمیں سما سکے۔ تم پیارے اوسکے فتنہ و فساد کا ادراک ہی نہیں کر سکتے۔ تم میں فروودیت کا وہ جوش ہو کہ تم جان نہیں سکتو۔ آن سلطنت۔ صولت و شوکت شہنشاہی۔ شکوہ و شان قیصری کیا ہو۔ پہراو کی کمی بیشی کا اندازہ تمکو کیا خاک پتھر مل سکتا ہو۔

الغرض اس حسن عقیدت نے تمکو گنتی کا ناچ بچار کہا ہو۔ علاوہ اسکے دو حمایتین تمہاری قوم سے ایسی ہوئی ہیں کہ مدت تک اونکا اثر بدتمکو سہنا پڑیگا۔ اول تو مختلف تعصبات مذہبی۔ قابو پرستی۔ تنگ نظری کی بدولت تمہاری دونوں پارٹیوں نے سلطنت ٹرکی کو ایسا ضعیف اور نحیف کر دیا کہ روس کے ساتھ کلمہ بکلمہ لڑنے والا کوئی نہیں رہا۔ یونان کی بادشاہت نئے سرے سے قائم ہو گئی۔ کرسنڈم مین اسلامی سلطنت خلل انداز تھی وہ قوت میں کم ہوئی۔ مگر یہ بھی سمجھ لو تم نے ایک دوست کے ساتھ گھاٹ کے وقت پر کنائی کاٹی۔ سلطنت و شہنشاہی کے خلاف کیا۔ یہ تمہاری کوتاہی ہے کہ دنیا کی بادشاہت کو مذہبی سلطنت سمجھتے ہو۔ اگر مذہب کو بادشاہت میں ایسا داخل ہوتا تو سارے پیغمبر اور اولیاء رشی اور مہنئی بادشاہت ہی کرتے تھے ایک طرف مذہبی تعصبات پر تہقہ اڑایا اور دوسری طرف مذہبی عناد و عداوت کو ہادی بنایا۔ حال کی جنگ روم و روس میں اگرچہ کنسر و ٹیو پارٹی برسر حکومت تھی۔ اور بنو امیر و گورنر

ہوا اور سکا عذاب ثواب اور سکی گردن پر۔ مگر انصافاً کہو کہ تم اوس پالیسی میں
کیسے شریک غالب رہے۔ جو ٹپا پیچ جو کچھ وہ کرنے والے تھے تم نے
ہفتہ ہفتہ بہرین دود و بلجے چوڑے رسالے شایع کر کے اونکو باز رکھا۔ بلگیر یا
کے مظالم رنگنے کو تو آپکا قلم خونین رقم روان دوان تھا۔ مگر اب فرمائیے بارہ سو
افغان سرحد پر کٹ گیا۔ آپکی کمیشن کی توہین ہوئی۔ اوسکے ساتھ کے لوگ
بے رحمی فصل سے کیت رہے۔ جاڑے پالے کے مارے ٹھنڈے ٹھنڈے ملک
عدم کا راستہ تاپنے لگے۔ مصر اور سوڈان اور خرطوم میں انسانوں کی قربانی کڑا لٹی
اوسپر جو دت طبع صرف نہیں ہوتی۔

بس گرسنہ خفت کس ندرت کہ کیت بس جان بلب مد کہ برو کس گرسیت
المختصر روس کو غلبہ نصیب ہوا۔ پہرا سکا نتیجہ کملا ہی رکھا ہی کہ وسط ایشیا میں
کارروائی کرنے کو اب سلطان کو اپنی طرف ملاؤ تو کیا اور جدار کہو تو کیا۔ اب تہ
روس ذرا اسی بات پر اونکو دہمکا کر اپنی طرف سازش پر مجبور کر سکتا ہی۔
بہت رعایت کی نیوٹرل رہنے دیا۔ اس حماقت کا خمیازہ تمہاری حیات
میں کیا بعد مات تک انگلستان کو بھگتنا پڑیگا۔ تمہاری قوم جسقدر ٹڑکی سی
مغاشرت کرتی جائیگی۔ اوسقدر غرور لائینی اور تبحر فضول کو تہرے اوٹھائیگی۔
دوسری خطایہ ہوئی کہ جب معلوم تھا کہ افغانستان پر ہم قبضہ نہیں
رکھ سکتے۔ اوسمیں آمدنی نہ منافعہ۔ قوم پرورش پاسکتی ہی نہ تجارت چل سکتی ہی۔
تو پھر شیر علی خان سے لڑنا۔ اور کابل قندہار فتح کرنا سراسر فضول تھا۔ اسمیں
اتنی بات ہوئی کہ تم شریک نہ تھے۔ لیکن اول منزل پہونچانے کی خدمت

تمہارے ہی سر پڑی۔ اوہین تم نے اپنی حماقت صرف کی یعنی ساری کارروائی کا لہرہ کر دی۔ حالانکہ قندہار پر قبضہ رکھنا لازم تھا۔ خیر جو ہونا تھا ہوا گیا۔ اب روس نے قدم بڑھایا۔ اور تمہارے کمیشن کی سخت توہین کی۔ مین اس جگہ اس سے بحث نہ کرونگا کہ تم سے اس بارے میں کیا عقلمندیان ہوئیں۔ مگر اس قدر ضرور کہونگا کہ جو پال تم چلے وہ بری چلو۔ اگر کوئی اچھی سوچ بھی تو انجام بخوش اسلوبی نہوسکا کمیشن سرحدی کی تجویز ایسی معقول تھی کہ باید و شاید۔ مگر وہی دم کی کسر رہ گئی۔ جسکا اعادہ فضول ہے۔

اب بعد قبضہ پنجدیہ و مردچاک و چرابی بصرہ جو ثالثی کا معاملہ ٹہرا ہے۔ اسکی نسبت بھی کچھ نہ کہونگا۔ جو ہونا تھا ہو گیا۔ تمہارے اشارات پر عمل نہ کیا۔ تمہاری قوم اور تمہارا خدا اپنے سمجھ لیگا۔ اب واقعی انگریزی عظمت و حشیون کی نظر میں کم کرا دی۔ سر پیٹر لمسٹن سب افسر کمیشن روس کے چالاک اور چلتے پڑتے کمروف علی خانوف کے مقابلے میں دوسرا خدا نے پیدا ہی نہیں کیا۔ اب بے

قرنہا باید کہ تانک لمسٹن از لطف طبع صاحب غیرت شود یا زیر کٹ پلوٹسٹ
 سربمعی صاحب نہیں بلکہ یہی سرجو آجکل مصر کے محروطی مینارون اور وسط
 ایشیا کے لق و دوق میدانوں میں ہم آپ ٹکرا رہے ہیں۔ اور پیٹر معنی
 پیٹنے والا (از علامت فاعل) لمس معنی چونا۔ ڈن یا دن آواز تو پے بندوق۔
 پس مطلب یہ کہ ایسا سر پیٹنے والا کہ لمس کرنے سے دن سے چوٹ جاتا ہے۔
 آدمی کا ہے کو چاندی کی بارود ہے۔ خشکی کا تار پیڈ وہی۔ مگر افسوس تمہاری

کاپلی سے روس نے اوسکو محض آتشبازی بنایا۔ کمیشن سمیت بیچارہ چنک کر
 رہ گیا۔ اور اب اگر چوٹا بھی تو کمیشن سے مستعفی ہو کر بم کے گولے کی طرح سیدھا
 اپنے گھر کی طرف راہی ہوا۔ اب اس سگڑ بھلائی کو تہ کر رکھئے اور سارے
 کمیشن کو بلا لیجیے۔ لندن ہو یا ڈنمارک بطور خود کار روائی کیجیے۔ اسکے بعد جب
 قضیہ زمین برسر زمین فیصل کرنے کی نوبت آئے تو اپنا کمیشن ہینٹ پطرس برگ
 سے بمعیت کمیشن روس بھیجے۔ کیونکہ پولیٹیکل معاملات۔ ایک طرف یون ہی
 دو شخص جب کسی جگہ اس طرح ملنے کا بندوبست کرتے ہیں کہ ایک طرف سے
 ایک دوسری طرف سے دوسرا جگہ مقام پر پہنچے تو وقت سو خالی نہیں ہوتا۔
 اب رہی شاہ ڈنمارک کی ثالثی۔ یہ سچ ہے کہ ثالث صاحب کی ایک
 بیٹی زار روس کو ایک پرنس آف ویلس کو بیاہی ہیں۔ دونوں سلطنتوں
 سے قرابت قریبہ ہے۔ مگر تم اس قدر ضرور سمجھ لو کہ گو وہ بادشاہ اعزاز میں قدیم ہے۔
 مگر بادشاہت اور ملک گیری سے باخلقت محروم ہے۔ (ایسے بادشاہ کے واسطے
 تمہارا سا وزیر بہت مناسب تھا)۔ اوسنے اپنا ہی ملک جیمز ون وغیرہ میں
 دے دلا کر مختصر کر رکھا ہے۔ وہ ملک گیری اور ملک دہی کی لذت سے بالکل
 ناواقف ہے۔ اسکے علاوہ میں پوچتا ہوں اوسکی نظروں میں روس اور گلستان
 بوجہ قرابت کیوں برابر ہونے لگے۔ ہاں تم کسی جدید منطق سے ثابت کر دو
 کہ جس طرح شہنشاہ روس کو ایک بیٹی بیاہی ہے۔ اوسی طرح ہماری قیصر ہند
 ملکہ معظمہ کو دوسری۔ تو البتہ میں بھی برابر سمجھوں۔ ورنہ بادشاہوں میں ایسی
 باتوں کو مانیں تو زار روس ہی کیوں انگریزوں کو ستائیں۔

تمہاری کارروائیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ روس جس حصہ ملک پر قابض ہو گیا ہے۔ وہ برصغیر مندی امیر کابل اوسی کے سر رہیگا۔ آیتہ کا وعدہ لے لیا جائیگا۔ مجھے افسوس ہے کہ تم فضولیات میں مبتلا ہو کر مقصد اصلی کو اس طرح سٹ سے نکل جانے دیتے ہو۔ جیسے چوہے دان سے جوا یا ہاتھ سے زندہ مچھلی۔ امیر تو وہ ویران حصہ ملک جو قبضہ روس آیا ہے۔ مارچ کو بیچ کر چلے۔ اور تم سے دام ہی راو لینڈی میں وصول کر چکے۔ اونکو پرواہی کیا۔ تم نے جس مصلحت سے افغانستان کو وظیفے دیے۔ تحفے نذر کیے اوسکا خیال تو تمکو لازم ہے۔ اگر روس کو بڑھنے دیتے ہو تو غیر جلال آباد۔ قطع۔ پشاور۔ ڈیرہ ہرات پر فوج جا کر منتظر روس بیٹھو۔ پھر امیر کی اعانت کی ضرورت۔ نہ وظیفوں کی حاجت۔ اور اگر ہمسائیگی روس نہیں چاہتے تو ایک چپہ زمین نہ لینے دو۔ یا ہرات دجسیر وہ کوئی دن آیا ہی چاہتا ہے روس کو سر مڑھو۔ اور قندہار پر خود قبضہ کرو۔ جی چاہے دام دولوں کے اپنی خزانے سے دینا۔ روس بیچارہ مفلس ہے۔ سمجھ لینا ڈچس اڈنبرا کو مرہٹن رقم مجرا ہوئی۔ اگرچہ جانتا ہوں تم میری باتوں کو کم سمجھتے ہو۔ مگر اتنا پرہیز و نگاہ یہ سامان طیارہ افولج جاری رکھو۔ اسکی بدولت پارلیمنٹ روپیہ دیگی۔ روس دیگا۔ افغنہ تالیان اور بغلین نہ بچائینگے۔ وحشی اقوام عبرت کی نظر سے دیکھیں گے۔ چونکہ یہ اخیر خط تھا کیس قدر طویل ہو گیا۔ اب مجھ اور شاگردوں کو تعلیم دینا ہے۔ تمکو چند سے کوئی خط نہ لکھو گا۔

اگر انیکہ ان ہم معاملات کو علاوہ اور جو چھوٹی چھوٹی خروشتے ہیں بھی دیکھ سکیں کہ ساتھ خود ہوتا ہے۔

کھلے خطوط اور سربند مضامین

بنام ملکہ وکٹوریہ ^{نمبر ۴} قیصر ہند

ملکہ سکندر چشم دامت ظلہا۔ اگرچہ تمہارے ملک و چشم کے آئین و قوانین
ملکداری رنتہ رنتہ رفتہ ایسے ڈہرے پر آرہے ہیں کہ حاکم وقت کو انتظام مہامین
خود سری و خود رانی کے منہ زور ہو پیر سواری کی نوبت نہیں آتی۔ اور محض
زمانہ کی ہوا۔ قوم کی نبض دیکھ کر اپنی رفتار مطابق کر لینا ہوتی ہے۔ سلطنت ایک
ٹرین ہو جسکا انجن پارلیمنٹ چند چلتے پرزدن کی قوت اور کام سی و اوقت
ہو کر مباحث ملکی کی سردی گرمی سے رائون کی سلنڈر کی رفتار پر نظر رکھنا
اور ٹرین چلانا صرف کاریست کہ فراست حاکم میخواید۔ اور باقی دنیا کے
سارے بکھیرے جنہٹ پارلیمنٹ کے سر اور وزرا کے حوالے۔ مگر میر بھی بندہ شہر
گوارہ عالم کے نشیب و فراز زمانے کی سردی گرمی دماغ پر تو کچھ نہ کچھ اثر ضرور
پیدا کرتی ہے۔ چونکہ میرے علم و یقین میں تم بھی انسان اشرف البنیان ہو۔
لہذا تمکو بھی ایسے خرخشون سے معرا و مترا نہیں پاتا۔ اور ضرورت دیکھتا ہوں
کہ بعد تعلیم و تلقین گلیڈ اسٹن چند کلمات تمہارے گوش حق نبوش تک پہنچا دوں۔
۲۔ آجکل معاملات کا قوام بہت کچھ بگڑا معلوم ہوتا ہے۔ اگر فعالہ اولوالعزمی
کی چاشنی اندازہ اعتدال سے بڑھ کر جلالت ملکداری میں زیادہ ترشی دکھائی
تو چندان ناگوار نہیں گذرتا۔ کیا وجہ کہ وہ تو ایک باطنی جنگ ہو جو کاسہ دماغ
میں گٹ گٹ کر اثر پیدا کرتی اور موجیں دکھاتی ہے۔ مگر صلح اور امن کی حالت

منفعلہ کا شربت بزوری معتدل دنی سی کمی بیشی میں بگڑ جاتا اور خدا جانے کیسی اولٹی پلٹی تاثیرات پیدا کرتا ہے۔ جب کوئی فعل درجہ لازمی سے گذر کر متعدی ہو جاتا ہے تو ایک شخص کی ذات تک محدود نہیں رہتا۔ ممکن ہو کہ بہت سے امور کا وقوع ایک کونا پسند ہو۔ مگر ضرور نہیں کہ دوسرا بھی اویس قدر کراہت کرے۔ پس انسان لامحالہ چارنا چار طوعاً و کرہاً بہت سے افعال اسی وجہ سے کرتا ہے۔ تم بھی اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہو۔ سب سے اہم اور ضروری کام عموماً حاکمون اور خصوصاً تمہارے واسطے زمانے اور قوم کی رفتار پر نظر رکھنا ہے۔

زمانے کا چلن آجکل پر کیا منحصر ہے ہمیشہ آگے کی جانب رہا ہی جُستی اور سُستی عارضی امور ہیں مگر میل در رجحان اسی جانب ہے

قدم وقت بیشتر باشد

گا ہے ماہے وقفہ یا لکت زیادہ تیزی اور سرعت کے ساتھ روان ہونے کو ہوا کرتا ہے۔ جیسے آندہ ہی آنے کے پہلے ہوا میں سکون کی سی کیفیت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جب عالم اسباب میں تولید واقعات کی پر ہو تو سمجھنا چاہیے کہ مادر گیتی اس دفعہ بڑے بڑے گمن گرج جھول نکالنے والی ہے۔ عقلند اور انجام بین ہر وقت چوکتا اور ہر کام کے واسطے مستعد رہا کرتے ہیں۔ تم بھی ایسی ہی ہو۔ مگر اتنی کسر ہے کہ تمہاری قوم کثرت کامیابی اور فطر سامان سے اس قدر مغرور اور متکبر ہو گئی ہے کہ اب بلا غرض و فکر اور دانے بائین دیکھو دوسروں کے مقابلے میں اپنی ہر چیز کو اعلیٰ اور فضل سمجھتی ہے۔ اس سے علاوہ

دیگر نتائج کے یہ نقصان ہوتا ہے کہ وقت پر چند ایسے امور ناپسندیدہ و نامطبوع سے سامنا ہو جاتا ہے کہ جسے طبیعت میل کھاتی ہے۔ نہ گوارا کر سکتی ہے۔
عالی ہمتی اور بلند خیالی اور کارہائے شرک کرنے کے واسطے
خفیف سی لاپرواہی اور بلند نظری وہی خدمت انجام دیتی ہے جو راہگیر
کو لاٹھی یا چمڑی۔

مگر کون کہہ سکتا ہے کہ بہرام گھاٹ کے پورے لٹھے کی لاٹھی موجب
زحمت نہوگی۔

ترقی ہو یا تنزل دراصل دونوں ایک اور ایک ہی دو ہیں۔
صرف نام کا فرق ہے۔ گیند کو دیکھو اور بتاؤ او سمین سے کس مقام کو اونچا
اور کسکو نیچا کہہ سکتے ہو۔ اسی طرح زمانے کو چکر یاد اترے یا چرخ جو چاہو کہو۔ دنیا کو
ساتھ روانہ دوان ہے۔ یہ محض ہماری فہم ہے کہ مختلف نام پیدا کرتی ہے۔
حیات و حیات صحت و عارضہ ترقی و تنزل چولی دامن کا ساتھ
رکتے ہیں۔ تمہاری قوم تہذیب اور ترقی کے درجے کو طے کر چکی اب اسکو
سنبھلنا چاہیے۔ اور بہت پہونک پہونک قدم رکھنا لازم ہے۔ سارا یورپ
اپنے واسطے ایک طوفان عظیم بنا رہا ہے۔ تمہارا ملک اس سے قبل کیسے قدر
فصل اور مغائرت کے باعث بہت سی آفات میں شریک یورپ نہ ہو سکا۔ اب
غایت خدا سے تمہاری وہ سلطنت ہے جس پر آفتاب غروب ہی نہیں ہوتا۔ اب ہر جگہ کی
سرد و گرم ہو اچھہ نہ کچھ اثر ضرور پیدا کر لگی۔ اگر تمہاری قوم عقیل ہے تو اسکو لازم ہے کہ
اگر خواہی سلامت برکناست

پر عمل کر کے پہونک پہونک قدم رکھے۔

بلرل فرقہ باعتبار پولیشکل مباحث بے شک مجہوشندہ ہے۔ مگر اعتدال کی دم ضروری۔ افعال لازمی اسکے بہت اچھے ہوتے ہیں متعدد بین بوجہ حکمران و غرور قومی۔ اور لاپرواہی کسی۔ و دیگر اسباب خفیف و عظیم معاملہ و گروہوں ہو جاتا ہے۔

ایک اور امر جو تمہاری توجہ خاص کا محتاج ہے یہ ہے کہ یورپ کو ساتہوں ساتھ تمہارا انگلستان میں مذہب کو خیالی باغ و بوستان کو ہری بھری سبز و شاداب تناور درخت سموم علم نظری و ظاہری کو جو نکون سے بڑی اکڑ اکڑ کر گر رہے ہیں۔ صرف تھوڑے سے منڈ تنے اپنی سخت جانی سے بچ رہے۔ سو وہ بھی امروز فردا میں کوچ کرتے نظر آتے ہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی قوم ظاہری صورتی و معنوی طور سے خود سرو آزاد ہو کر بادشاہی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتی جس نے حاکم حقیقی کی اطاعت کا بوجہ سے پسینہ یادہ حاکم مجازی کو پہلو سلام کر چکا مذہب اب صرف ظاہری مراسم اور آرائش اور زیبائش کی واسطہ رہ گیا ہے۔ اسکے اصلی تقدس و تسکین سے مدت ہوئی کہ نا آشنائی ہو چکی ہے۔ اگر کچھ ہی تو تقدس کی جگہ و ضعداری۔

خلقی و ذہنی رفتار زمانہ کسی کے روکے نہیں رک سکتی۔ آگ پانی اور ہوا کسی کی تدبیر سے اپنی قوت ترک نہیں کر سکتے۔ مگر انکی قوتوں سے کار مفید لینا۔ آجکل کے حکما اور عقلا کا کام ہے۔

المختصر اسی طرح اور یہی چند امور ہیں جنکو دوسرے خط میں لکھو گا۔ اب تم جاؤ زار روس کو خط بھیجو۔ میں بھی کائنات کی سیر کو جاتا ہوں۔

کھلے خطوط اور دستبر مضامین

ملکہ سکندر ششم دامت ظلہا۔ مین نے اپنے پہلے خط مین دوسرے کا وعدہ کیا تھا۔ اسی جہت سے اگرچہ مجھے سارے دنیا کے بکسٹرون اور ٹکوانی پارلیمنٹ کے جگڑون و زرا کو استعفا سے حملت کم ہو۔ مگر ایفایے وعدہ کرتا ہوں۔

سب سے پہلے پیش پا افتادہ مضمون وزارت کا ہو۔ جو کچھ ہوا اور تم نے اور گلیڈ اسٹن نے کیا وہ تو ہو چکا اوسکا ذکر نہیں کیا وجہ کمیری عادت ہے معاملات گذشتہ کہ بجز مورخانہ تجربہ کے اور کسی لائق نہیں سمجھتا۔ تم نے سلسری کو وزارت دی۔ اچھا کیا نہ بُرا۔ آخر تم بیجاری کرتی ہیں کیا۔ کنسر ویو فرقہ اب ایسا بے سرا اور بے ٹکا ہو رہا ہو کہ کوئی ٹھکانا نہیں۔ پس ہی نہ ہوں مین کا نے راجا تھے۔ اب نظر تعمق سے ملاحظہ کیجیے تو ایسے فرقے کا کمزور ہوتا جانا جو قدیم باتون کا رجن مین شخصی سلطنت ہی شامل ہی، حامی ہو یا دشا ہوں کی ذات کو واسطے فال نیک نہیں۔

لارڈ رنڈالف چرچل جو بد قسمتی ہندوستان سے وزیر ہند ہوئے ہیں۔ بجائے خود تیز آدمی ہیں۔ مگر کم سنی اور درشت گوئی اور بدزبانی مانع ترقی ہو۔

معاملات ہندوستان تمہاری خاص توجہ کے محتاج ہیں اور میری رائے مین تم ہی اوسکی۔ آج تک تمہارے ملک اور پارلیمنٹ مین جس قدر توجہ ہوئی ہو وہ بالکل ناکافی ہو۔ اور لاہروائی سے ملو۔ یہ سمجھ لو کہ آزادگی

اور شوریدگی قوم کے دست برد سے اعزاز قیصری محفوظ رکھنے کا صندوقچہ
ہندوستان ہی ہے۔ اگر تنکا ہوا کا رخ بتاتا ہو تو ایک شہزادے کی تنخواہ کے
بارے میں قوم کی خست بہت کچھ سُجھاتی ہے۔ یہ اسی ہندوستان کے
جگرے ہیں جو بادشاہوں کا تقدس تک چاہتا ہے۔

بھلا کچھ تو ہے کہ ہر اولوالعزم کو جہان زمانے نے کسی قدر بھی وسعت
دی اوسنے اسی طرف کو رخ کیا۔ ظاہر میں اگرچہ بین بیان کا باشندہ
نہیں۔ مگر دراصل میں ساری دنیا کا رہنے والا ہوں۔ ازل سے اس
ملک کی خوبیاں مجھ پر اس طرح روشن ہیں جیسے بادشاہوں میں آجکل
زار روس۔ سکندر نے میرے ہی مشورے پر کاربند ہو کر ادھر کا قصد
کیا تھا۔ مگر افسوس! وہی فوج نے وہی ارادے ایک دوسرے عنوان سے
برتنے جسکے جام سے تمہاری قوم آجکل بدست ہے۔ اور آخر اوسکا نتیجہ جو
ہوا اوس سے میرا یا سکندر ہی کا دل آگاہ ہے۔ اور تھا۔ جب تک ہندوستان
انگلستان کا ضمیمہ و دم چلا بنا رہے گا پارلیمنٹ انگلستان میں اس کا
گیند و ہڑکا ہوگا۔ وہاں کا ادنیٰ سے ادنیٰ گورا ہندوستان میں دیوتا
نکر جہاز سے اوتریگا۔ تب تک ہندوستان ہندوستان نہوگا۔ لاکھ روپیہ
کی بات تمکو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہر شے کی خوبی ذاتی اُسی وقت تک قائم
رو سکتی ہے جب تک اوسکی ذات میں فرق نہ آئے۔ آہ تب ہی تک آہ ہے
جب تک اعلیٰ نہیں بنایا گیا ہے۔ پس اسی طرح ہندوستان اُسی وقت تک
ہندوستان ہے۔ جب تک ہندوستان کی ذات میں خلل نہیں آیا۔

تمدیب اور ترقی صدق اور راستی کے جانی دشمن ہیں مگر کیسے جیسے
مارا ستین۔ حکما کہتے ہیں کہ نیکی کو کسی طمع سے عمل میں لانا نیکی نہیں۔ اور
اسی کو ایشیائی شاعر یون کہ گیا ہے۔

کب حق پرست زاہد جنت پرست ہے حور و ن بہ مرہ ہا ہے یہ..... ست ہے
اصلی نیکی وہ ہی جواز خود بلا ارادہ سرزد ہو۔ پس مذہب دوستی ہرگز طمع اور
نمایش کی آلاش سے پاک نہیں ہوتی۔ تم مذہبون کے جو لمبے جوڑے
عہد نامے اقرار نامے۔ اسٹامپ۔ رجسٹری سے اپنے وعدے کو آراستہ دہیر استہ
کرتے ہو جیسے اس ہندوستانی سبزہ رنگ۔ ملیح دلربا معشوق کی طرح ہو جو
انگریزی صابون سے عارض با صفا کو دھو کر آنکھوں کے پوٹے سیاہ
کر ڈالتی ہے۔

پس نتیجہ سخن یہ ہے کہ آج کل کسی کی دوستی اور عہد پر اعتماد نہ کرو عہد نامے
چاک کرنے اور اقرار توڑنے دوستی دشمنی کرنے کے واسطے ہوتی ہے۔ انگریزی
مثل ٹرسٹ ان گاڈ اینڈ کیپ یور پوڈر ڈرائی۔ (خدا پر ہر وساکر اور بارود
خشک رکھو) پر عمل کرو اور دیکھو جنگ گاہ عالم میں کیا تماشا ہوتا ہے۔
جس انسان میں اخلاط متضادہ جمع ہیں ممکن نہیں کہ ایک کم اور دوسرا
زیادہ ہو۔ یہی حال سلاطین کے جیروت و سطوت کا ہے۔ گلیڈ اسٹن اور
آرام طلب قوم نے خون صلح اور طاقت اصلی بہت کچھ فضول فصد و ناپور
مہلوں میں نکال ڈالی ہے۔

مثل مشہور ہے آپ کاج ہا کاج۔ تمہاری قوم بڑی خود غرض اور

خود مطلب تھے تو چاہتی ہی کہ خدمت لے۔ مگر تمہاری خدمت پر چون جبر کرتی ہی
پس ایک نصیحت آخری تم کو کرتا ہوں۔ اگر اوسپر عمل کیا تمہارا ہی فائدہ ہوگا۔
ورنہ گلیڈ اسٹن کی طرح اس کان سے سن اوس کان سے اوڑا دیا
تو تم جانو تمہارا کام جائے۔ اپنے تاج کے نہایت درخشان اور تابان
جواہر کو پہلے اس ترکیب سے جدا کرو کہ نہ تو اوس فرنگی کی طرح اوسکو صدمہ
پہونچاؤ جسے اورنگ زیب سی دوستی کے واسطے لیا۔ اور کاٹ چھانٹ کر
ستیاناس کیا۔ اور نہ اپنی تاج کو بدنام بناؤ۔ اوسکے بعد ایک جدا گانہ تاج بنواؤ۔
اوسین ۵۰ جواہر لگا کر کسی اپنی اولاد کے سر کو بہیم خوش ہمارا خدا خوش
الکناية ابلغ من التصريح۔

کھلے خط اور سر بیستہ مضامین

بنام مہراجہ کشمیر

مہراجہ صاحب۔ آجکل طویلہ عالم میں وہ لقیات ہیج۔ عرصہ کائنات میں نہ
سمجھ ہو کہ بہر تنفس محتاج ہندواندر ز نظر آتا ہو۔ مگر تم جانو میری نگاہ بلند تو
ازل سے آج تک کہی نیچی پڑی ہی نہیں۔ اور خاص کر جب محل در موقع دیکھتا ہو۔
اپنے مذہب میں آئی پر چونکہ حماقت اور گناہ دونوں خیال کیا ہی۔ اس واسطے
آج تمہیں سے لگا لگاتا ہوں۔ تمہاری اہلیت اور معقولیت جو تم میں حد سے
زیادہ ہی۔ شاید ہرک مٹا کر اس بوڑھے خزانہ کی دو باتیں سننے دے۔
یہ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ایسے پاپوں کا مرنا جو اولاد کو دولت فروت۔ ریاست۔

سلطنت چھوڑ جانے والے ہوں دنیا میں چند ان رنج و تاسف نہیں پیدا کرتا۔
 بعض جگہ تو ادھر ہرنے والے باپ کی نعش پڑی ہوتی تھی۔ اور او دھر صاحبزادہ
 بلند اقبال جشنِ تخت نشینی مناتے ہوتے تھے۔ ایک جلد باز جلے تن نے بوڑھے
 باپ کو اسی بات پر مار ڈالا کہ تم تو مرو گے نہیں۔ ہم بوڑھے ہوئے جاتے ہیں۔
 لطف ریاست کب اوٹھائیں گے۔ پس اب نہ تو میری صلاح ہو۔ اور نہ غالباً تمہارا
 دل باپ کا غم منانے کو چاہتا ہو گا۔ مضیٰ ماضی۔ اب ریاست کا جھگڑا۔
 مملکداری کا بکیرا تمہارے لیے کیا کم ہو۔

تمنے جو کچھ گدی پر بیٹھتے ہی رفاہ و فلاح کے احکام جاری کیے۔ اوس سے
 نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مدت کے سوچے ہوئے ہیں۔ بلکہ اسکا بھی پتا چلتا ہے
 کہ آجکل کی مصلحت کے موافق یہودہ دستور اور لائینی تکلیف وہ مراسم کی قدر
 اوس قدر تمہارے ذہن میں ہے۔ جتنی ہونا چاہیے۔ بات تو اچھی ہے بشرطیکہ
 تمہارے دماغ سے نکلی ہو۔

تمہارا ملک دستکاری۔ نفاست میوہ جات۔ لطافت۔ موسم۔ خوبی۔
 آب و ہوا میں ضرب المثل۔ مگر ساتھی اوسکے بد انتظامی و بد حالی میں شہرہ آفاق
 ہے۔ تمہارے خوشامدیوں نے اگر انگریزی یا اور ہندوستانی عملداری کی نظر میں
 پیش کر کے بھی آنکھ اوپر اٹھوادی۔ عرق خجالت و مال خوشامد سے پونچھ دیا۔
 تو اس سے نہ شالبا فون نے گاڑ ہی کمائی کا پورا اجورہ پایا نہ مفلوک اور
 کنگال مسلمان خوش ہوئے۔

آجکل کی تہذیب کی کبھی یہ مثل ہے۔

ہاتھ پائون بچائے اور موذی کو ٹرفائے

جب تک اسپر عمل ہی مزے سے ڈل میں عیش منائے۔ گلرخ میں جشن اوڑاؤ۔
کس نے پرسد کہ ہتیا کون ہو۔ سرحد کا جھگڑا کچھ تمہیں کو بیم درجائیں نہیں رکنا۔
سارے ہندوستان اور انگلستان۔ اور افغانستان میں بکر کو دھچاتا پھرتا ہی۔
ہندؤن میں سانڈ چوڑ دیتے ہیں۔ وہ جانتے ہو کس قدر ظلم کرتا پھرتا ہی۔
بازار میں جدہ رنج کیا دوکاندار کی جان اگاڑی پچھاڑی تڑا کر نو دو گیارہ
ہو گئی۔ پس اسی طرح سمجھو علۃ العلل نے روس کو بھی سانڈ دیا ہی۔ اسکے علاوہ
نوش میں گزند نیش۔ گلستان شادی میں خار غم۔ شیرینی آفت میں
چاشنی شکایت۔ بہار حیات میں خزان موت۔ رنگ میں ہنگ۔ کلیل
میں غلیل نہ تو لطف کیا آئے۔ قدر زنت کیا معلوم ہو۔ قدر عاقبت کسی
داند کہ مصیبتی گرفتار آید۔ صاحب توبۃ النصوح کا قول ہی۔ اگر مرنا نہ تو لوگ
درختوں سے گر کر۔ کنوؤں میں پھانڈ کر جان دیتے۔ سرکس میں محض تماشائون
کی توجہ میں تھریک پیدا کرنے کے واسطے سہوا و عھاگوڑوں پر سے گر کر
پڑتے۔ اور دوڑتے ہی میں اوچک جاتے ہیں۔ یہ سب کیا ہی۔ بندی ٹکی
و صندوقی۔ سلامت روی کی چالوں میں پھل پھل پیدا کرنا ہی۔ تاکہ دھپی
ہاتھ سے جانے پنائے۔ روس اور دہرے آئیگانہ آئیگا۔ مگر تم یہ سمجھ لو۔ ٹکے کاڑ
شیر کا پتا پانی کرتا ہے۔ علاوہ اسکے ناؤ میں خاک اوڑائے۔ یا پانی گندہ کا
بھانہ تو باسانی مل سکتا ہی۔

آجکل ریڈیٹنٹ کا تقرر بہتوں کو چکر میں ڈالے ہی۔ تمہاری جو حالت

وہ کم ہو۔ بر محل کارروائی کرنے والے تو گہات کے منتظر ہی رہتے ہیں۔
والیان ملک کچھ آئے دن تو مرتے ہی نہیں۔ غالباً کو با گرم ہو بیٹھا جائے۔
مگر تم کو میں ایک گڑبائے دیتا ہوں۔ تم سب کرنا مگر اوسان نہ کہو نا۔ قیام
رزید نٹ منظور کرنا مگر سمجھ کے۔

جو حماقت عقل سے نادانی جان بوجہ کر ہو وہ حماقت و نادانی نہیں ہے۔
من نگویم کہ این مکن آن کن مصلحت بین و کار آسان کن
اب میں تم سے رخصت ہوتا۔ اور تم کو انگریزوں کے سپرد کرتا ہوں۔ چند نکلی
میں نے بتا دیے ہیں۔ اور باقی مفصل مشورے تمہاری ابا جان کو او وہ بیچ
نے سالہا سال دیے ہیں۔ اگر او نہ غور اور عمل کرو گے لطف او ٹھاؤ گے۔
ورنہ مابخیر شما بسلامت سع

بر رسولان بلاغ باشد و بس

کہلے خطوط اور سربستہ مضامین

بنام حضور نفا م دکن

ڈیر۔ یہ تو مجھے معلوم ہی آپ نے اور ون کے نام خط دیکھ کر کسی قدر شک
کہا یا ہو گا۔ مگر تم جانویہ پُرانا خزانہ ناصح بہت کچھ دنیا دیکھے ہوئے ضرور تون
اور حاجتون کو خوب پہچانتا ہی۔ جیسی مصلحت وقت دیکھتا ہو کارروائی کرتا ہو
یہ سچ ہی کہ تمکو میرے نصلح کی سخت حاجت اور بے انتہا ضرورت ہو اور آج
سے نہیں جب سے تمہارے وزیر باتدبیر سالار جنگ اس جان سی سدبارے

اور بقول بازاری عوام کے۔

گل گئے گلشن گئے جگ مین دہتور ہو گئے

کا معاملہ ہوا۔ یا جب سے تخت ریاست نصیب ہوا۔ مگر تم جانتے ہو عذر معذرت اور سگڑ پسلائی کا میدان سلامتی سے اس قدر وسیع ہے کہ عمداً پہلو تہی کیجیے۔ نادانستہ غفلت کی تبلیغیہ کچھ نہ کچھ پیش ہی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اگر مین صحیح اور واقعی بات کہوں کہ مجھے پہلے تمہاری طبیعت اور ریاست اور عقل کا حال دریافت ہونا مقدم تھا تو کچھ بیجا نہو گی۔ چنانچہ اتنے عرصے کی نگرانی سے یہ مقصد پورا ہو گیا۔

انسانی خوبیوں اور بدیوں کے اعتبار سے اگر مین تنکو بشریت اور اور انسانیت کا معدن کہوں تو مبالغہ نہو گا۔ بلکہ بعض اوقات اپنی طبع وسیع و خلقت گنجائش طلب سے تمہاری انسانیت حیوانیت تک بھی پہنچ جاتی ہے۔ لیکن مین اس کو بھی بشریت قرار دیتا اور تم کو مستوجب التزام نہیں سمجھتا۔ کیا وجہ کہ التزام۔ سامان۔ لوگوں کی ہمت۔ نیت۔ صحبت کے اثر سے تم کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتے۔ خصوصاً اسی حالت میں جب ہر طرح کوشش کی جائے۔ کہ فعالہ کی جگہ صرف انفعالیہ ہی ترقی یکرے۔ اب بجز اسکے اور چارہ کار نہیں۔ کہ مہام ریاست۔ حالات رعایا۔ کارگزاری اہلکاران مداخل و مصارف خزانہ بغیر عینک کے دیکھو۔ اور پھر جس بات پر دل کا استخارہ واجب آئے۔ اوپر عمل کرو۔ تم انتخاب دیوان مین ہر انسانی خوبی کو کام مین لائے۔ قدر دانی ریاست مصلحت۔ وقت۔ عزت انزائی۔ سب کچھ کر گزرے۔ اور واقعی

نمک حلال - وفادار - خیر خواہ - عقیل - عالی دماغ دیوان کے حقوق کو
خوب ادا کیا۔ مگر

تہستانِ قیس سے اچھ سودا زرہ میرِ کامل کہ خضر از آبِ حیوانِ تہشتہ جی رو سکندر را
لاپرواہی - استغناء - گستاخی - جو بعض اوقات - سودا بی کی حد تک پہنچ
جاتی ہی - سب خاک میں ملا دیتی ہی - تم تو اپنی سی کر گزرے - آگے جو جیسا
کرے گا - ویسا پائے گا - مثل مشہور ہے - سکھائے پوت (یعنی بیٹے) دربار
نہیں جاتے - قصہ یون ہی کہ ایک سلطنت میں نہایت لائق ہوشیار وزیر تھا -
بادشاہ ہی اوسکو مانتے اور بہت معزز جانتے تھے - وزیر انجام بہن نے
اپنی اولاد کی آئندہ بہبود - اور وزارت موروٹی کرنے کے واسطے مناسب سمجھا
کہ سیراٹھ کا عین حیات اگر دربار شاہی میں حاضر ہو کر کار بار سیکھا کرے - تو
غالب ہی بعد میرے میرے آقا اور لڑکے دونوں کو وقت نہ پڑے - وزارت
بھی بلا تکلف خاندان میں قائم رہے - مگر سلامتی سے صاحبزادے پورے
صاحبزادے ہی تھے - باپ تو ریاست کے وزیر تھے - صاحبزادے احمقوں کے
بادشاہ نکلے - تاہم وزیر پڑتد میر نے طبیعت انسانی کی تربیت پذیری پر
اطمینان کر کے خیال کیا کہ کچھ نہ کچھ میرے جیتے جی سیکھ جائیں گے - آگے
کام چل نکلے گا - چنانچہ ایک روز کسلندی مزاج کا حیلہ کر کے خود تو دربار نہ گئے -
مگر صاحبزادے کو بھیج دیا - اور چلتے وقت امور ذیل بطور ہدایت نامہ پڑھا دیے -
اول - پہلے بادشاہ - اور پھر ولیعہد کو نہایت ادب و محبت سے سلام کرنا -
کیونکہ وہ ہمارے بڑے خواجہ اور یہ چوٹے خواجہ ہیں -

دوسرے۔ چونکہ تم وزیر کے بیٹے ہو۔ کسی ایسے ویسے مقام پر نہ بیٹھ جانا۔ جب بادشاہ اشارہ کریں کسی اونچی جگہ پر بیٹھنا۔

تیسرے۔ اگر کوئی بات بادشاہ پوچھیں تو نہایت نرم اور مٹی باتیں کرنا۔ اب میں حضرت داخل دربار ہو کر کیونکر نصائح آباؤی و تعلیمات پدری کو منہ کرتے ہیں۔ کہ پہلے جاتے کے ساتھ ہی باواز بلند پکارے ”بڑے کہو جنیا“ (تجھے) سلام اور چوٹے کہو جنیا تو ہوگا (تجھے ہی) سلام۔

بیٹھنے کا اشارہ پا کر آپ لگے بلند مقام ڈھونڈ رہے۔ آخر ایک گوشے میں سامان روشنی کے واسطے ڈیوٹ کی قطع کی چیز رکھی ہوئی تھی۔ آپ اوچک کر اُسپر بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے محض اپنے لائق وزیر کی قدر افزائی کے خیال سے مزاج پوچھا۔ جواب ملا۔ ”روٹی ریشم۔ سمور۔ قائم“

دریافت کیا کیا مشغلہ رہتا ہے۔ ارشاد ہوا۔ ”یہی لٹو پیڑا برنی“ اب تو بادشاہ سے نہ رہا گیا۔ حکم دیا۔ اس مردود و مجنون کو نکال دو دربار سے۔ گھر پر پونچکر والد بزرگوار نے پوچھا کہو کیسی گزری تو آپ فرماتے ہیں۔ اچھی ہوئی جائے ابا۔ آپ نے کس دیوانے کے پاس ٹھہر بیجا تھا۔ جو جو آپ نے سکھایا سب کمال احتیاط سے عمل کیا۔ مگر بادشاہ ہیں کہ کسی طرح خوش ہی نہیں ہوتے پہلے تو ہم نے دونوں کو سلام کیا۔ آپ نے خواجہ کہا تھا سمجھنے مارے محبت کے ”کہو جنیا“ کہا۔ بیٹھنے کو کوئی اونچی جگہ ہی نہیں۔ ایک چوکی بھی تھی۔ اوپر بادشاہ خود بیٹھتے تھے۔ زیادہ گنجائش نہ تھی۔ آخر کار بعد تلاش ایک کونے میں دیوٹ سب سے بلند رکھی تھی میں اوپر اوچک گیا۔

مزاج پوچھا۔ میں نے کہا روئی۔ رشیم۔ سمور۔ قائم۔ سے بڑھکر کون چیز نرم ہوگی۔ وہی میں نے بتایا۔ مشغلہ پوچھا لڑو۔ پڑا۔ بر فی کہا۔ اسپر بادشاہ بہت خفا ہوئے۔ آپ ہی فرمائیے اس سے میٹھی کون شے ہو سکتی ہے۔

وزیر نے سر پیٹ لیا اور کہا واقعی سکھائے پوت دربار نہیں جاتے۔

نتیجہ سخن یہ ہر تم نے ہی سلام لیا۔ اور باوجود مخالفت بٹھایا۔ مزاج پوچھا۔ مشغلہ دریافت کیا۔ بعد حد ہو چکی۔ آگے جو جیسا نکلے ویسا سمجھو۔

اولاد میں اکثر جسمانی و نفسانی تاثیرات آبائی ہوتی ہیں۔ مگر کبھی کبھی نہیں ہی ہوتیں۔ ملکہ داری اور ریاست کے امور سرگ کی انجام دہی کو واسطے جا بجا بادشاہ تک بدل جاتے ہیں۔ وزیر و ن کو کون پوچھتا ہے۔

اس موقع پر پہونچکر یہ بھی گوش گزار کرنا ضرور ہے۔ کہ جو کچھ کرنا اپنی ہر د سے پر کرنا۔ قدیم فزوق پیرانہ سالی اور بوڑھاپے کے مارے سست تدبیر ہو رہا ہے۔ سوچتا بہت ہے۔ کہ کچھ نہیں سکتا۔ ڈاک کے گھوڑے۔ ر کری تلوار میں۔ سرویا سے پڑا قے کام نہیں دے سکتے۔

دنیا میں ریاست کے انتظام کے واسطے نوکر چاکر ہوتے ہیں۔ مگر تھوڑے عرصے سے ریاست نوکری چاکری کے واسطے ہو گئی ہے۔ دوچار چلتے پرزوں کی بدولت۔ انہیں کے پیر بدل سے جلت نہیں ملتی۔ احکام کی خوبی و بدی۔ ریاست کی بہبود و فلاح پر کیونکر نظر ہو سکتی ہے۔ انقلاب میں نفع ذاتی و صفاتی حاصل کرنے والے آئے دن ریاست کا تختہ انتظامی الٹا کرتے ہیں۔ انکو دوزخ جنت سے کام نہیں۔ اپنی حلو و ماندی سے طلب ہے۔

گھوڑ دوڑ تفریح امر اور دوسرا واسطے مردانہ کھیل ہے۔ مگر وہی ”بوقت فرصت“ ہم نے یہ بھی سنا، ہی بعض بعض لوگ عمدہ ونکی سوداگری کرتے ہیں۔ اور غالباً یہی وجہ اور بھی بار بار انتظام بدلنے کی ہوگی۔ خیر سیر دست اور کچہ نہیں۔ اس تجارت پر محصول چنگی تو تم بھی قائم کر دو۔ اور بھی چند مضامین دوسرے قابل تحریر ہیں۔ انشاء اللہ دوسرے خط میں لکھے جائیں گے۔

کلمے خطوط اور سربستہ مضامین

بنام نظام دکن
نمبر

ڈیر۔ میں اپنے پہلے خط میں تم کو لکھ چکا ہوں۔ کہ تم کو اپنے ہی دل سے استخارہ کرنا چاہیے۔ اس سے یہ نہ خیال کرو کہ کوئی شخص مشورے کے لائق تمہاری قلمرو میں باقی نہیں رہا۔ نہیں۔ ہیں۔ اور متعدد ہیں۔ مگر اون کو پہچاننا۔ اور اونکی مناسبت طبیعت کو لحاظ سے رائے لینا اور اس رائے کو میزان عقل میں تولنا تمہارا کام ہے۔ دیکھو تمہارے وزیر مرحوم نے کیسے کیسے متضاد صفات کے حضرات مختلف اقطاع ہندوستان سے جمع کیے تھے۔ مگر ہر ایک سے کام وہی لیتا تھا جس میں اس کو لیاقت ہوتی تھی۔ یہ سمجھ لو جس قدر تیز چست چالاک گھوڑا ہوگا۔ اویس قدر سوار کو اور بھی ہوشیار بیٹھنا ہوگا۔ میں تم کو ایک لٹکا فقیر و ن کا بتاتا ہوں۔ گو یہ آسانی اور مفت میسر آنے کی وجہ سے تم قدر نہ کرو۔ مگر سمجھ لو کہ کثود کار۔ سرانجام مہمات حصول مقصد

کے واسطے منت رہی تو یہی۔ اور خزانہ ترقی کے لیے کلید ہی تو یہی یعنی جب غور کر لیا کہ یہ امر ہماری ذات و صفات کو واسطے مفید ہی۔ اور اسکو تکمیل تک پہنچانا ضروری۔ تو پھر ہر وقت ہر لمحہ ہر جگہ اسکا خیال رکھنا فرض ہے۔ اسی کا نام دھن ہی۔ جب تک اسپین چکے نہ ہو گے ہرگز ہرگز مقصود حاصل نہ ہوگا۔ تمہارے وزیر کو یہود و ترقی ملک کی بہت سی دہنیں تھیں۔ جنہیں وہ سوتے جاگتے ہر ساعت مستغرق رہتے تھے۔ تم جانو دنیا میں بجز ایک کے نقصان کے دوسرے کا فائدہ نہیں ہوتا۔ پس وہ فکر میں ہی اسی طرح کی تھیں کہ جہاں تمکو اور تمہارے ملک کو فائدہ پہنچائیں وہاں دوسروں کا نقصان بھی کرتیں۔ پس اب ان حضرات نے موقع اور گہات پا کر ایسے ایسے رخنے اور جگہ پر بکیرے شروع کر دیے کہ تمکو ریاست ملنے پر دھن نہ بند ہنے پائے۔ گو تم کم سن تھے مگر نہ ایسے کہ اپنے وزیر کی تدابیر و مساعی واپسی برار کی خبر نہ سنتے ہو۔ اوس کو مرتے مرتے یہی دھن رہی۔ اب انصاف کرو۔ اوسکے بعد پھر بھی کہی اسکا چرچا ہوا۔ ملک وہی۔ والی ملک وہی۔ برار وہی۔ سرکار وہی۔ مگر افسوس انگریزی مثل دو کو شش کرو کو شش کرو۔ اور پھر کو شش کرو، پر عمل کرنے والا نہیں۔ ممکن ہی تمہارے دل پر ایسا اثر ڈالا گیا ہو۔ کہ واپسی برار کا جملہ سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہوں۔ یا طبیعت وحشت کی لیتی ہو۔ مگر سمجھ لو اگر تم کچھ کہو گے تو ایسے ہی حماقت سر کرنے سے ورنہ کٹھہ تیلون کا ناچ تو عالم میں ہوا ہی کرتا ہی۔

ایک اور بات اخیر میں کہتا ہوں۔ کہ غور کا مقام ہی خدا کو عوام اور بعض خواص خدا کیون ماگتے ہیں۔ صرف یہی وجہ ہی کہ اپنی ذات کسی قدر مختار

اور کسی قدر محبوب پاتے ہیں۔ اور اس سے نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ جب ہمارے اختیارات محدود ہیں تو ضرور ہی کوئی ذات ایسی ہو جو ہمہ وجہ مکمل اختیارات رکھتی ہو۔ پس وہی ذات خدا ہے۔ غرض یہ کہ جو کچھ ہیں ہی لوگ حضرت اختیار صاحب ہیں۔ جو لوگ اسکی قدر کرتے ہیں وہ حتی الوسع اپنی ہی اختیارات وسیع رکھا کرتے ہیں۔ تمہاری طبیعت نے بھی دانستہ یا نادانستہ تمکو اسی ادوی پر پہونچایا ہے۔ اب تم کو لازم ہے اپنے ہی اختیارات کا میدان گھوڑ دوڑ کے چکر سے زیادہ وسیع بنائے رکھو۔ اور کسی دوسرے کو عام اس سے وزیر ہو یا وزیر کا بھائی۔ عزیز ہو یا قریب۔ کسی کو نہ دو۔ میری صلاح تو یہاں تک ہے۔ اگر ملک غارت بھی کرو تو اپنے اختیار سے اور خزانہ لٹا دو تو اپنی اختیار سے۔ کسی پیادے کو نوکر رکھو اپنی اختیار سے۔ غرض کہ جو کچھ چاہیے جا کر اپنی اختیار سے۔ ایک بات اور چلتے چلا تے سن لو کہ مالی انتظام تو خیر حیسلمی۔ ویسائی۔ مگر اہل سیف کی جانب بھی تمکو توجہ چاہیے۔ پُرانے اور قدیم طریقے تمہارے خزانے کو سپاہیوں کی جیب میں ڈالا۔ نہ تمہارے صندوق میں رکھا۔ بلکہ اکثر جمعداروں کے پیٹ کی لپیٹ میں ادبجھایا۔ اسکا انتظام بلطائف اخیل نہایت سہولیت سے کرنا چاہیے۔ کیا وجہ کہ

درشتی و نرمی بہم در بہ است

چورگ زن کہ جراح و مزہم نہ است

اور بھی چند امور باقی ہیں۔ اگر فرصت ہوئی تیسرے خط میں گوش گزار کیے جائیں گے۔

کملے خطوط اور سربستہ مضامین

نمبر ۹
بنام نظام دکن

حضرتنا۔ میں نے جو آپ کے نام خطوں کی بہرہ مار شروع کر دی ہے۔
اوس سے مقصود یہ ہے کہ کچھ دنوں یاد کیجیے۔ جس قدر کم تو جہی کی شکایت
تھی غالباً وہ رفع ہو گئی ہوگی۔ اور کچھ کچھ آنکھیں کھلی ہو گئی۔ کہ اب تک میں نے
کیا کیا۔ اور کیا کرنے کو باقی ہے۔ لیکن مشکلات و معاملات موجودہ کا جو غم
ایسا مضطرب احوال بنائے ہو کہ آپ کو مشکل سے آگے پیچھے نظر پھیر دیتا ہے۔
خیر یہ تو امور اتفاقی ہیں۔ چارہ ہی کیا ہے۔ اگر اتنا ہی خیال ہے جتنا میرے
خیال میں ہے وہی بہت ہے۔ ع

عمرت دراز باد کہ انہم غنیمت است

آدمی کی تلاش عالمگیر اور سعادت علیخان کو عمر بہر رہی۔ اور ہمیشہ ہسپلیان
بجھایا کیے۔ کہ وہ کیا ہے۔ کہ بہت ہے اور پھر نہیں۔ یعنی انسان۔ مگر خدا کی
عنایت سے کوئی نہ ملا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اوس وقت کوئی بھی
انسان نہ تھا۔ بلکہ بات یہ تھی کہ اونکی طبیعت اور مزاج کے موافق کوئی نہ
مل سکا۔ اسپر کوئی کام اونکا ڈک رہا نہ انتظام ملتومی۔ ایک فیسلطنت
کی شاخیں۔ انتظام کی سختیاں جو ہر تک پہونچا دین۔ دوسرے فی ایک
جدید ریاست کی بنا ایسی قائم کی کہ سلطنت کی حالت نصیب ہوئی پس
اسی طرح کام چلانے کے واسطے تم بھی رُکے نہ رہو کسی نہ کسی طرح چھکڑا

چلا جائے۔ چلتی کا نام گاڑی ہی۔

سعادت علی خان کوئی نائب نہ مقرر کرتا تھا۔ اگر لوگ پوچھتے یہی جواب دیتا۔ کہ وہ ریاست ہی ایسی کیا ہو جسکے واسطے نائب کی حاجت ہو۔ میں دیکھتا ہوں تمہارے ہاں معاملہ بالکس ہو ریاست اور اسکی آمدنی اسے شائد محض اسوجہ سے ترقی نہیں کی جاتی کہ وہ نیابت ہی کیا ہو جسکے واسطے ریاست بڑھائی جائے۔ خیر اسمیں اور دیگر امور میں کلیہ یاد رکھو۔ کہ وزارت ریاست کیواسطے ہی۔ نہ ریاست وزارت کے لیے۔

عاشق و معشوق کے خطوط کیسی احتیاط سے کیوں نہ بند ہوں ضرور تار لپیے جاتے ہیں۔ وہ اونکا وزن۔ وہ چارون طرف سے نئی تویلی دولہن کی طرح سمٹا سمٹایا۔ ٹہسا ٹہس بند ہونا۔ وہ گوند کی چار چار تہیں۔ وہ سیکڑون تختے کاغذ۔ اور لمبے چوڑے مضامین۔ ارماتون۔ آرزون۔ حسرتون کے جم غفیر سے چست اور تنگ لفافے کے گوشے۔ سطح معشوق و خوین کے سینے و بازو کی طرح اوہرے اور بہرے بہرے۔ وہ اعلیٰ درجہ کا کاغذ وہ آہٹا کی خوش خطی۔ وہ خوشبوؤن میں بسا ہونا۔ وہ بند کرنے کی جگہ پر اکثر پان کی ہلکی سرخی۔ وہ اسم بر خاتمہ۔ وہ دوسروں پر طلاق۔ یہ سب محبت الفت شکوہ و شکایت۔ راز بتاتے۔ لب اور پان خوردہ کی شیرینی ظاہر کرتے ہیں۔ مشاق اور نظر باز سع

خط کا مضمون تار لیتے ہیں لفافہ دیکھ کر

پس ہندوستانی رئیسوں کے ساتھ گورنمنٹ انگریزی کی مراسلہ بازی۔

وہ رزیڈنٹ کا جانا آنا۔ وہ مراسلہ لانا۔ وہ تجلیے مین ہی سرگوشیان۔ وہ
 اخفا مین اہتمام۔ جو کچھ ظاہر کرتا ہو اس بوڑھے خزانٹ پر آئینہ ہو۔ ہان
 (سر ہلا کر) اچھا تو ہو۔ تمہاری خاطر کسکو منظور نہیں۔ خصوص جب تم ناراض
 بھی نہ کرو۔ امور ناگوار زبان تک نہ لاؤ۔ مشرق کے جانیوالے کو سمجھہ لینا
 چاہیے اگر برابر چلا ہی جائیگا تو ایک دن مغرب مین آنکلیگا۔

”د اگر درخانہ کسست یک صرف بسست“

تمہارے مدارالمہام کے چوٹے بھائی گھوڑ دوڑ مین (جو تمہارا خاص مشغلہ ہے اپنے
 گھوڑے پر سوار ہوئے۔ اور خود بازی جیتے۔ اونکو اور تمکو مبارک۔ اگر حیدر آباد
 کی مدارالمہامی مین صرف شہسواری درکار ہوتی تو پہر کیا تھا۔ ترقی و تنزل
 مدارج کے واسطے حاکم کی توجہ یا کم توجہی کے ساتھ امور اتفاقی لازمی ہیں۔
 پس یہ بھی اونہیں امور اتفاقی سے ہے۔

مجھکو تو تم جانو ہندوستانی نہ دکنی۔ پارسی نہ مدراسی۔ انگریزی نہ ارمینی۔
 مین تو باشندہ دنیا ہوں۔ میری نظر وسیع مین سب یکساں۔ پس میری صلاح
 و مشورت مین کسی کی جنبہ داری کو دخل نہیں ہو سکتا۔ فی الحال ہندوستانیوں
 دکنیوں کا چڑھاؤ و تار ریاست کو ہنڈولا بنائے ہو۔ تم کو لازم ہے سب مین
 اپنا مطلب مقدم رکھو۔ نہ وہ افراط کہ ادھر سے کوئی بھی بال کترا فیروے۔
 جھاڑن کا کوٹ پتلون پہن۔ کٹڑے گھاٹ نیچری بن۔ سید صاحب پیالہ پی
 چٹھی کے چادر گھاٹ جا اوتر۔ اور آنکھ بند کر تمہارے یہاں سے تنخواہ۔ عمدہ
 جگہ۔ کام۔ سب بگٹٹ چلا آتا ہو۔ بلکہ اسٹیشن پر ریل سے قدم نیچر کہانین

کہ تنخواہ بیش قرار نے نذر دکھائی۔ عہدے نے سلامی اوتاری۔ اور ترقی کی چوکڑی پر یہ جا وہ جا۔

اور نہ یہ مناسب و مصلحت ہی کہ ڈھونڈ ڈھونڈ ہندوستانی نکال جائیں۔ ایک آغا صاحب ولایت سے ہندوستان تشریف لائے۔ ایک دوست نے پہلندے کلائے۔ ہندوستان کا یہ میوہ آپ کو بہت لذیذ معلوم ہوا۔ پوچھا کہاں پیدا ہوتا ہے۔ ام کو آنجائے چلے تو براٹھربانی ہو۔ دوست صاحب نے ایک پہلندے کے درخت کے نیچے جا کر دکھا دیا کہ لویہان ٹوٹے ہوئے سیاہ سیاہ یہ بہت سے پڑے ہوئے ہیں۔ جتنے کھائے جائیں کھاؤ۔ آغا صاحب لگے ذوق شوق سے کھانے۔ اتفاق پہلندوں کے ساتھ مین کئی ہونرے ہی مرے پڑے تھے۔ آپ ایک آدھ وہ بھی چکھ گئے۔ وہ جب دانت کو نیچے پہونچا کر کراہٹ معلوم ہوئی۔ آغا صاحب فرماتے کیا ہن۔ تم چاہی چر کرے چاہے مر کرے کالا کالا ہم ایک نہیں چوڑے گا۔ بس کچھ ضرور نہیں ہندوستانی ہندوستانی ایک نہ چوڑے۔ ہاں افراط تفریط ہر شخص کے نزدیک معیوب ہے۔

خیر یہ تو ہو چکا۔ ایک ضروری اور اہم ضروری بات لکھکر مین یہ خط ختم کرتا۔ اور کسی دوسری طرف رخ کرتا ہوں۔

سنو مثل مشہور ہے جی ہی تو جہان ہی۔ اگر انہی طبیعت درست مزاج صحیح ہے۔ تو ریاست سلطنت عیش عشرت۔ شراب کباب۔ سیر تماشے۔ سب کا لطف ہی۔ بہلا معشوقان پری تمثال۔ وہو شان خوشخصال

نامے و نوشِ مستی کا جوش و خروش کیا مزاد لگا۔ جب ہم پڑے پڑے مسہری پر بالسم کہیا۔ اور مرکبوری کے مرکبات کے محتاج نیم کا ٹیسرا بلا رہے ہیں۔ تاج پر زر۔ لباس مکلف کیا اوس چہرے پر پہلا معلوم ہوگا جسکو فساد خون نے تہیج سے اس طرح بگاڑا جیسے گلغام اور بے نظیر کو اندر سہا اور فتویٰ میر حسن کے مصوروں نے ان امور کا اثر اعصاب پر اور اعصاب کا اثر دماغ اور جسم لطیف (حواس خمسہ ارادہ وغیرہ) کے افعال پر جو کچھ پڑتا ہی طب و حکمت گواہ ہیں۔ واجد علی شاہ باوجود لحیم و شحیم ہونے کے انتزاع سلطنت کی خبر سنکر رونے لگے۔ اسکی وجہ علی نقی خان اور لارڈ ڈلہوزی سے پوچھو۔

شائد تم فساد خون میں شہزادہ ہمارک کی مثال پیش کرو مگر اتنا بھی سمجھ لو کہ یورپین طرز تعلیم۔ خیالات۔ وسعت معلومات اور کندی جذبات انسانی وہاں کیسی ہی۔ او سپر بھی دیکھ لو فساد خون کو فساد عالم اسباب میں کس قدر دخل ہی۔ جو بات اس کے دماغ سے نکلتی ہی دنیا میں فتنہ و ہنگامہ پیدا کرتی ہی۔

اب میں تمکو رخصت کرتا اور سید بلگرامی کو سو پنتا ہون۔

کملے خطوط اور سر بستہ مضامین

بنام بیگم بھوپال
نمبر ۱۲

دام بھوپالہا۔ غالباً۔ اس غیر مانوس دعا پر تم مسکراؤ۔ اور دل میں

سو چو اقبالہا کا بدلہ ہو پا لہا کیسا۔ سواسکی وجہ یہ ہے کہ سلامتی سے تمہاری ذات
 مستجمع صفات میں خداوند تعالیٰ نے تمام خوبیاں جو آجکل قبالمندی کو
 واسطے لازمی ہیں بدرجہ اتم کوٹ کوٹ۔ اور ٹھونس ٹھونس کر بہری ہیں
 تمہارے حق میں ایسی دعا تحصیل حاصل ہے۔ رہی ہو پال کی تخصیص وہ
 خمیر زمانہ دیکھتی ہے۔ اس میں بُرا ماننے کی بات نہیں۔ خدا نخواستہ کوئی
 بدشگون ہی نہ بد فالی۔ صرف احتیاطاً زمانے کا رجحان یاد دلادینا ہے۔

میں اب تو خدا جانے کس عالم میں ہوں۔ مگر کوئی زمانہ تھا کہ شیعہ اور
 بہادر و ن ہی کے گروہ میں مدت تک رہا۔ قوت فعالہ و منفعلہ موجبہ سالبہ
 اکتوپیسیمو۔ پازیٹونگیٹو کی ماہیت آدم حوا کی خلقت۔ جنس مذکر و مؤنث کی
 منزلت سے از روئے فلسفہ و منطق۔ و مذہب۔ و قواعد زبان بخوبی آگاہ۔
 اور ایک دوسرے کے مرتبے و التزام۔ میلان طبعی۔ و خواہشات نفسانی سے
 ہمہ وجہ واقف۔ زمانہ نزاکت محسوسات۔ و ضلالت استبداد۔ ضعف عقل
 و قوت جذبات کو اچھی طرح جانتا۔ اور مردانہ شجاعت اور خاطر داری کما حقہ
 پہچانتا ہوں۔ پس جو کچھ مشورہ و ننگا سب مور ملخو نظر رکھ کر۔ تمام باریکیاں سمجھ کر۔
 خدا کی عنایت اور تمہاری اور تمہارے بزرگوں کی لیاقت سے تمہاری
 ریاست اپنی طاقت اعلیٰ سے اچھا برتاؤ رکھا کی ہے۔ تم نے بھی شخصی اور ذاتی
 طور سے کچھ ہی کیا۔ مگر بحیثیت ایک رئیسہ و حاکمہ کے وہ کیا جو بڑے بڑے
 مردوں سے نہوسکا۔ میں تم کو تیرے دل سے سراہتا۔ اور دست اشرافی سے
 تمہاری پیٹھ ٹھونکتا ہوں۔ مگر تم جانو۔

اک وضع پر نہیں ہی زمانے کا طور آہ معلوم ہو گیا ہمیں ییل و نہار سے
 بڑے سے بڑے درخت۔ اور چوٹی سی چوٹی گہاس۔ ہوا کے جھوکون
 یا گرد و غبار کے ہاتھوں۔ صدمہ اوٹھاتے یا تکلیف سہتی ہیں۔ مستحکم مکانات
 کی چتین۔ اور سڑے پہوس کی جھوٹیاں۔ یکسان ٹپک نکلتی ہیں۔ رفیع
 مہیب عظیم الشان پہاڑ جنکی چوٹیاں آسمان سے سرگوشی کرتی ہیں۔ آتشی
 مادون کی بے اعتدالی سے سینہ چاک ہو جاتے ہیں۔ پس اگر معاملات کا
 اولجھاؤ تمہاری خاطر نازک پر بار تکدر ڈالے تو چند ان متردد و متفکر
 نہونا چاہیے۔

نرنج و راحت گیتی مرخان دل مشو خرم کہ آئیں جہاں گاہی چین باشد
 تمہاری کارروائی نسبت عقد سید صدیق حسن شخصی اور پولیٹیکل لحاظ سے قابل ملاحظہ ہو
 یا لائق عفو۔ مگر سردست اوس سے بحث کرنا بے موقع ہی۔ مضنی مامضی۔ ہاں
 جو کچھ بعد عزل سید صدیق حسن تم نے کیا ہی اوسکو میں ہرگز قابل اعتراض
 نہیں پاتا۔ حاکمانہ اور معشوقانہ اداؤں میں ابہام اجمال و اخفا کے
 ذریعے سے ایسے ایسے ہمت سرانجام پاتے ہیں کہ جنکا طر ہونا دوسری
 طرح سے ممکن ہی نہیں۔ پس سر لیبل گریفین اور سید صدیق حسن کے ساتھ جو کچھ
 برتاؤ اب تک ہی ہر طرح لائق پسند ہی۔ دنیا میں پالیسی اسی کا نام ہے۔ اول تو
 آجکل اسی کی فصل ہو۔ دوسرے یہ طریقہ تمہاری جنس کو موافق مزاج و شہرت
 ہی ہی۔ عملد رآمد میں بہت کچھ تکلف ہی نکرنا پڑے گا۔
 تمہارے کلکتے جانے کی خبر پر سب لوگ کان کھڑے کئے ہوئے ہیں۔

نازک حالتوں میں حکام اعلیٰ سے مل لینا مضطرب و فشر دل کو بہت کچھ
 تسکین دیتا ہے۔ مگر تملو لارڈ ڈفرن کی طبیعت اور مزاج پر پہلے غور کر لینا چاہیو
 کہ ایسے ملنے والوں سے وہ کیونکر ملتے۔ اور انکے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں
 تم جانو گھاٹ گھاٹ کا پانی پیے ہوئے۔ میں بسوے تو وہ نوبت ہی اسکی
 نہیں آنے دیتے۔ کہ کوئی اونسے ملکر اپنی غرض ظاہر کرے۔ اور اگر شرماشرمی منڈھیٹر
 ہو گئی تو اہل غرض ٹپے گاتے۔ یہ شعر پڑھتے بیرنگ واپس آتے ہیں۔ ۷
 بدقت میتوان فہید عنیناے نازاؤ کہ شرح حکمت العین ست مرگان درازاؤ
 مدت سی میرا یہ قول مشہور کہ اقبال اس وجہ سے بطلی السیر اور اوبار سیرج السیر
 کہ اوسمیں اسفل سے اعلیٰ کی جانب صعود۔ اور اسمیں اعلیٰ سے اسفل کی جانب
 نزول ہوتا ہے۔ اگر تمہارے شخصی شوہر کے اتنے دنوں کی قسمت ایک تنفس کی
 گردش چشم کے ساتھ اوس سے پہر گئی تو کوئی تعجب نہیں۔ گو میں جانتا ہوں یہ
 معاملہ تمہارا بخوبی سمجھا ہو جاتا ہے۔ مگر احتیاطاً گوش گزار کرتا ہوں کہ بندہ بشر ہو۔
 کہنے سننے سے دیوار میں ٹل جاتی ہیں۔ ایسی کوئی حرکت نہ کرنا کہ ریاست
 اور تحقیق ریاست کو صدمہ پہونچائے۔ یہ سمجھ لو سید صدیق حسن تمہارے صرف
 شرعی شوہر ہیں۔ نہ ریاست بہو پال کے پولیٹکل شوہر شخصی طور سے جو چاہو کرو۔
 مگر پولیٹکل امور میں پالیسی ہی برتو۔ گرتے کو اوٹھانا۔ ڈوبتے کو سنبھالنا۔ انسانی
 ہمدردی اور جرات کا کام ہے۔ مگر مختلف الاصول حرکات گونگی ہی کے
 کیون نہوں۔ ہمیشہ موجب فساد ہوتے ہیں۔ مثلاً۔ انصاف اور رحم۔ انصاف
 اگر ہے رحم کی کجا۔ رحم لی ہے۔ تو انصاف کہہ۔ اسی طرح۔ خود غرض

جابر متعصب شوہر کی اطاعت میں۔ حق رسانی۔ رعایا نوازی و عدالت
مذہبی آزادی ندارد۔

سردست اسقدر پر غرض کرو۔ آئینہ اور ضروری امور میں
مشورہ دیا جائے گا۔

کلیہ خطوط اور سر بستہ مضامین

نمبر ۱۳
بنام بیگم بھوپال

دام ہو پا لہا۔ پہلے خط میں میں تمکو چند ابتدائی امور سمجھا اور سنا چکا ہوں
کچھ مضامین باقی رہ گئے تھے۔ جب تک وہ بھی گوش گزار نہ کر لوں مجھے چین
نہ تمہیں تسکین کی امید ہو سکتی ہے۔

جو کچھ ویسے کی ملاقات کی نسبت میری رائے تھی غالباً اسکا حال بخوبی
ظاہر ہو گیا ہوگا۔ اب تم اندازہ کر سکتی ہوگی کہ دیگر معاملات میں بھی میرے
خیالات صحت و واقفیت سے کسقدر نزدیک ہو کر رہے ہیں۔

دنیا میں کم و بیش ہر جگہ اور ہر زمانے میں یہ دستور ہے کہ جس چیز کے ملنے کی
جسقدر امید قوی ہوتی ہے اویسقدر اس کے حصول میں سعی کرنے کو ہمت
زیادہ ہوا کرتی ہے۔ مگر ساتھ ہی اس کے قرائن و ہوا اس ظاہری کی غلطی بعض
اوقات ایسے مغالطے پیدا کر دیتی ہے کہ محال ممکن اور ممکن محال نظر آئی لگتا ہے۔
عرب کو وسیع کھت دست میدان بالو کے سمندر یعنی ریگستان میں جہاں منزلوں
بجز خاک کو پانی کا نام و نشان تک نہیں وہ صاف شفاف افق وہ

تڑاقتے کی دھوپ وہ جلتی ریگ وہ آتشبار سموم وہ جلنا بجھتا آفتاب مسافر
 بیچارہ تشنہ لب ہونٹوں پر پٹیریاں جھی ہوئیں۔ حلق میں کانٹے پڑے ہوئے
 پانی کی تلاش میں آنکھیں پہاڑ پہاڑ چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔ کہ دور سے
 ایک بڑی لمبی چوڑی جیل صاف شفاف نہر سے ہوئے موتی سی پانی سے
 لبالب نظر آتی ہے۔ وہ پانی کی آب و تاب وہ کنارے کے درختوں کا دھیرا
 سایہ اور عکس۔ آنکھوں میں تراوٹ۔ دل میں ڈھارس۔ پیدا کرتا ہے۔ اور
 وہ بے اختیار ہو کر اوس طرف لپکتا ہے۔ مگر واسے نادانی وہاں پہونچکر معلوم
 ہوتا ہے کہ سُراب ہے۔ بجھے دل۔ ٹوٹی ہمت۔ اور مایوس خاطر سے آہستہ
 آہستہ۔ آگے قدم بڑھاتا اور تضييع اوقات و محنت پر متاسف۔ اور غلطی
 پر خجل ہوتا ہے۔

پس ہر کوشش اور سعی کے پہلے عقل و علم صحیح کی میزان میں ہر امر قول
 بیجا چاہیے۔ کہ آیا یہ بل منڈ ہے چڑ ہے گی یا نہیں۔ دنیا کے معاملات مختلف
 طور سے مختلف مقدار توجہ کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک نڈا کو بالی
 اپنا اہم سے اہم کام۔

نالکھرتا ہوں اثر ہو کہ نہوڑ کیا ہے وہ مثل ہے کہ لگا تیر نہیں نکا ہے
 پر عمل کر کے اول جلول طور سے آنکھ بند کر کے انجام دینے کی کوشش کری
 اگر والیان ملک اور رئیسان عظام ایسی اندھا دھند کارروائی سے
 ابھی نفع نہیں اوٹھا سکتے۔

پس جس کوشش میں تم ہو جس فکر میں ہو پہلو سوچ لو۔ یہ کام ہو نیو ابھی ہی نہیں۔

پنولین کا یہ مقدر صحیح ہی۔ کہ دنیا میں کوئی کام محال نہیں۔ مگر یہ بھی صحیح ہی
 کہ کوئی امر یقینی نہیں۔ یونانیوں کی ایک مثل ہے کہ جام شراب و رلب کے
 ماہین بہت سی کمند تین ہیں۔ جو بات اچھی یا بُری رضامندی یا خوشی
 سے کسی قوم پر عرصے تک مُسلط رہتی ہے وہ قوم اسکی عادی ہو جاتی ہے۔
 العادت کا طبیعتہ الثانیہ مشہور ہے۔ پس اسی وجہ سے ہندوستان میں
 عموماً گہر کی مرغی دال برابر رہتی ہے اور غیر کی ہر او بادل مرغوب ہوتی ہے۔
 مدار المہامی کے عہدے پر کسی نگرینہ کا تقرر تو کو نہ مو کو چولے میں جو کو کے
 مطابق ہے۔ حیدر آباد کے عہدہ چیف جسٹس کے واسطے اگر یورپین کی لپکا ہے
 تو لائق عہدہ دارون کا اپنے اپنے عہدے پر شاکر رہنا۔ نالائق مدار المہام
 میں مردم شناسی کا نہونا۔ نوجوان رئیس کا اینلا ہونا موجب ہے۔ تمتو خدا کی
 عنایت سے باران دیدہ سرد و گرم چشیدہ ہو۔ بخوبی تمام تمیز کر سکتی ہو کہ
 معمولی لیاقت کا ہندوستانی (جسکا ملنا آجکل کی ترقی تعلیم اور سرکاری
 ملازمت کے تجربہ کے بدولت کوئی دشوار امر نہیں ہے جو ہندوستانیوں کے
 طرز خیالات عادات اطوار ضروریات حاجات طبعی سی واقف۔ جذبات
 و قصبات سے بہمہ وجوہ ماہر ہے۔ کسی غیر ملک کے لائق سی لائق باشندے
 سے بدرجہا بہتر اور بکار آمد ہو سکتا ہے۔

یہ بھی بخوبی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ نکلے دانت اندر نہیں جاتے اگر کوئی
 زبردستی مسوڑھے دبا کر پہراؤنے وہی کام لیا چاہے جو پہلے دیتی تھے
 تو اسکو نوک دار جڑون کی خلش زبان کی ذرا ذرا سی ٹھیس بہ

روح فرسارد کا منتظر رہنا چاہیے۔ اگر چہرے کی رو بہت اور زیبائش کا ایسا ہی خیال ہو تارون سے بند ہوا لویا کمانی بنو الوے گھر پہلائی ہو جائے گی۔ اور باقی اللہ اللہ خیر سلاً (صلاح)

کملے خطوط اور مرتبہ مضامین

بنام لارڈ ڈفرن
نمبر ۱۲

سن تو سہی جہان میں ہی تیرا فسانہ کیا کتنی ہی تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا صاحب من۔

جب کسی قسم کی کارروائی کا مصمم ارادہ کر لیا جائے۔ اور کچھ لحاظ نہ رہے کہ ملک کے مناسب حال ہی یا نہیں تو ظاہر ہے کہ موقع افہام و تفہیم گنجائش پسند و اندرز اس طرح غائب ہی جیسے ہر ہما سے تہیبایا ہندوستان سے اتفاق۔ مگر دنیا کا کوئی فعل بے نتیجہ نہیں رہ سکتا۔ آج نہیں کل یہاں نہیں وہاں۔ ضرور بالضرور سہ ضرور کچھ نہ کچھ اثر پیدا کرتا ہی۔ ممکن کیا یقینی سہی کہ تم نے آہ و نالے کی طرف سے کانوں میں اونگلیاں بڑے زور سے ٹھوس لیں حالت خستہ کی طرف سے آنکھ پھیر لی۔ لیکن رع

سدا دور دورا یہ رہتا نہیں

دنیا گزشتنی اور گزشتنی ہے۔ ع۔

بہوش باش کہ عالم روا روی ہی

جہان بڑے بڑے راجے ہر راجے۔ بادشاہ گزر گئے۔ جنکے پیشاب سے چراغ

جلتا تھا۔ اور اب اونکا نام و نشان تک باقی نہیں۔ ونکی جگہ خدا جاؤ کس کس
 و سادر کا ریزہ۔ کس کس جنگل کا بہاؤ۔ کس کس ملک کا جا بگلو۔ کس کس اقلیم کا
 انسان اگر حاکم بنا۔ وہاں ایک و سیرے جو صرف پانچ سال کو آتا ہی کس
 شمار قطار میں ہی۔ پس کون شخص یقینی طور سے کہہ سکتا ہو کہ کبھی کسی زمان و
 مکان میں اس زمانہ دیدہ سر دو گرم چشیدہ بوڑھے کے۔ یہ دو جملے محض
 بیکار اور بیفائدہ ہونگے۔ اب رہی یہ اسوقت بالفعل۔ در نیولا۔ ضرورت
 اظہار خیالات اسکی یہ صورت ہو کہ میں کارامروز بفرنگ گذار پر عمل کرنے والا۔
 جو محبت جس زبانے میں پیش ہوتا ہو اسکی نسبت اوسی وقت کارروائی
 کرنیوالا ہوں۔ جو کچھ کہنا ہے کہ دیتا ہوں۔ اپنی وقت پر جا کر اثر پیدا ہوتا رہیگا۔
 اور میں اپنے اسوقت کے مباحث میں مشغول رہوں گا۔

طلب الكل فوت الكل مشہور ہے۔ جو سب کو خوش کیا جا رہا ہے وہ کسی کو
 نہیں خوش کر سکتا۔ مگر تمکو اپنی ظاہری کامیابیوں پر خوش ہونا چاہیے کہ
 جسے تمکو مطلب ظاہری تھا۔ جنگی خوشی و ناخوشی تمہاری ظاہری حالت پر
 ایک قسم کا اثر پیدا کر سکتی تھی اور سب کو اپنی اپنی باری سے خوش رکھا۔
 مگر یہ سمجھ لو۔ ایمان و انصاف۔ کائنات۔ ذری بیڈ بہب ہیں۔ جمہور عا کا
 دل کار و ایمون کا فوٹو ہے۔ اگر وہاں کا حاکم خوش۔ اور یہ دل دعا گو۔
 اور ایسا فوٹو خوبصورت ہے۔ تو البتہ موجب فخر و نازش ہے۔ ورنہ مدقوق کر
 چہرے پر تو مرتے دم تک روپ روغن رہتا۔ دماغ میں تادم و اہسین قوت
 باقی رہتی ہے۔ اگر کوئی اس دہو کے میں رہے تو اسکی نادانی ہے۔ ایک عاشق

اپنی معشوق کی نادانی اور اپنے چہرے کی بے محل رونق پر کہہ گیا ہے شعر
 اُنکے دیکھے سو جو آجاتی ہو رونق منہ پر وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہی
 رعایا کو ممنون ہونا چاہیے کہ مثل دیگر جابرون کے تم نے جبر یہ سیاست کی
 ٹرین ہانک دی۔ اور نہ حاکمان بالا دست اور محکومان زیر دست کو
 آئے دن مبتلائے زحمت رکھا۔

قول ہی مشہور بن مطلب کے سو مطلب کے دو

اگر چند امور زمانے کی خرابی و فساد سے بگڑتے چلے آئے۔ اور فرشل تنظیم
 میں چٹرسین پڑتی چلی آئیں جنکا درست کرنا اور چول نکالنا تمہارے
 سر پڑا تو اس میں تم مجبور تھے۔ یہ اتفاقی بات ہے کہ یہ معاملات اور ایسے
 ہاتھوں سے!۔ اتفاقات کا کیا علاج۔

جو کچھ خدا دکھائے سونا چار دیکھنا

تمہاری مستعدی اور جودت بی شک اچھی بات ہے مگر وہیں تک کہ کسی کو
 نقصان نہ پہونچے۔ اوسکے واسطے چٹکی بجاتے فوج فراہم کر لو۔ مگر نہ جٹ پٹ
 ٹکس جاری کرنے یا اسی طرح دیگر انتظامات سخت کے لیے۔ جس ترکیب اور
 عنوان سے خرابی کی حالت درست کرنے کی کوشش کی گئی ہو اوسکو
 دیکھتے دل سے یہی دعا نکلتی ہو کہ خدا مشکور کرے۔ کیا وجہ کہ ولایت کے
 اکپڑے کا محصول بڑھنے سے رہا۔ نمک کے محصول کا انتظام نمک خواروں
 کی آسائش کے لحاظ سے پلٹنے سے رہا۔ اخراجات میں کاٹ چاند شاید
 ممکن ہی نہیں۔ فوج کی ترقی۔ افغانستان کی پرورش۔ شہنشاہی

دہنوم دہڑ کے اغیرہ وغیرہ کا باب مسندود ہو چکا۔ پھر آخر روپیہ آئے تو
 کہاں سے۔ اور کام چلے تو کیونکر۔ تمہاری فارن پالیسی لوگ کہتے ہیں ویسی
 نہیں جیسی ادھر چند روز سے تمہارے ہم رتبہ حضرات کی تھی۔ تم گھاٹ گھاٹ
 کا پانی پئے ہوئے مختلف سلطنتوں کے درباروں میں پولیٹکل کشمیں
 لڑے ہوئے۔ ویسی ریاستوں سے ہر حساب رہا کرتے ہو۔ برہما۔ کشمیر
 بہوپال۔ نیپال۔ کی کارروائیاں کچھ کرنے والے ہاتھ اور سوچنے والے دل۔
 اور متفکر دماغ کے پورے چربے ہیں۔ حیدر آباد وکن کے معاملات تولیدہ
 سے چشم پوشی عقل دورانیش کی معامبازی کا پتا بتاتی ہے۔ جمہوری ہندوستان
 کی تحریری اور تقریری رالیوں پر برہمی کی افواہ اور دیگر انتظامات درست
 و درست کے اشتباہ نے وہ اثر پیدا کر رکھا ہے جو ڈسپاٹک گورنمنٹ ہیبت
 و صولت اپنی ہمراہ رکاب لاتی ہے۔ جس طرح اولیات میں کوئی فلسفی منطقی حجت
 و اعتراض نہیں کر سکتا یعنی دو اور دو کو چار کی جگہ پانچ یا تین نہیں ثابت
 کر سکتا۔ یا مثلث کے دو ضلع بقیہ تیسرے ضلع سے بڑے کے عوض چوڑی نہیں
 کہہ سکتا۔ اسی طرح معاملات کی خلقی دور کو کوئی روک نہیں سکتا۔ ممکن ہے
 جائز ناجائز کوششوں مناسب غیر مناسب تدبیروں سے براے چندے کسی
 نتیجہ لازمی میں مکث یا دیر واقع ہو۔ مگر مجال کیا کہ بالکل عدم ہو جائے
 یا ہمیشہ کے لیے ملتوے رہے۔ پس جو خلقی نتائج مذہب و رمنصف آزادی
 پسند اور فائدہ رسان انگریزی حکومت کے ہیں ہندوستان میں ایک
 نہ ایک دن ضرور بالضرور ظاہر ہوں گے۔ ان کے مخالف تدابیر کرنا

ہمالیہ کی پہاڑیوں کو سر کے ٹکڑوں سے ہٹانے کی کوشش کرنا۔
 وہ پنجہ سپین خود راغب نہ کرنا ہو۔

میں تمہاری خوش قسمتی پر مبارکباد دیتا ہوں کہ ٹکولیدی صاحبہ وہ
 نیک دل اور رحیم مزاج ملی ہیں کہ جنکے مثل شاید ہی آج تک ہندوستان
 میں کسی اعلیٰ عمدہ دار کی آئی ہوں۔

اب میں تم سے رخصت ہوتا اور تم کو ضمیر و ایمان کی روشنی میں معائنہ
 اشباہ کی ہدایت کرتا ہوں۔

کلمے خطوط اور سر بستہ مضامین

بنام نظام دکن

حضرت! گورنر جنرل کی آمد آمد نے جب رعایاے دکن کے در لاکھ روپیہ چٹ
 کرنے پر بہت باندھی۔ ریاست کے چلتے پرزے کیل کانٹے سے لیس ہوئے۔
 دو ایک سست تدبیر بہت بھی بستر یاس سے اوٹھ بیٹھے۔ شہر میں
 ظاہری صفائی۔ فوج میں نمائشی ٹیم ٹام ہوئی رزیدنسی میں نئی کچڑیوں کی
 بانڈی چڑھی۔ دیوانی کارروائی کے چہرے پر نقری پت سی ہو شیاری کا پوڑ
 لگایا گیا۔ تو ہلایہ تمہارا بوڑھا۔ خزانٹ خیر خواہ۔ کیونکر نہ سمجھے کہ تم اسکی صلاح
 دوستانہ اور مشورہ مشفقانہ کی آجکل محتاج ہو۔

انگریزی کچڑیوں کے گرد (اور شاید دیسی عدالتوں کے بھی) ایک گروہ
 گواہ پیشہ حضرات کا منڈ لایا کرتا ہی۔ کہیں کا معاملہ ہو۔ کسی جگہ کا مقدمہ ہو۔

کسی زمانے سے متعلق ہو۔ یہ حضرات دو چار آئین کے عوض اپنی طرف سے گواہی دینے کو موجود۔ اور اکثر حاکم عدالت کو ان جوئی گواہوں سے مغالطہ عظیم واقع ہوا ہے۔

پس بعض اوقات اسی طرح عدالت ججہ میں حاکم دماغ ہی جو اس غمخیز ظاہر کی جوئی شہادت سے دھوکا کھا جاتا ہے۔ جو لوگ اس گھر سے واقف ہیں وہ غمخیزی ترکیبون دھوم دھڑکے کی چاٹ دیگر ان پانچوں گواہوں سے اپنے موافق گواہی دلو لیتے یا اور کچھ نہیں بیانات میں ایسا اختلاف ہی پیدا کر لیتے ہیں کہ اپنا مطلب حاصل ہو جاتا ہے۔ یقین ہی تم فضول آرائش و زیبائش۔ نالاج۔ دعوت۔ ٹیسٹر۔ گھوڑ دوڑ میں ایسے اور کچھ جاؤ کہ اس آمد کی علت غائی تھوڑی دیر کو بھول جاؤ۔ یا جو چوٹ مدت سے تمہارے دلپر ہی اوس میں خفت و کمی گوارا کرو اور اگر ان سب جہات کے مقابل میں ثابت قدم ہی رہو تو پردہ بغض و غضب تدبیر سے آنکھوں پر ایسا ڈال دیا جائے کہ تدبیر معقول اور نامعقول میں تمیز نہ کر سکو۔ تمہارے عادات تمہارے مشاغل۔ تمہارا سن۔ تمہاری گپ چپ۔ یا پاسیو۔ مدد مشیرون سے بچے ہرگز ہرگز امید نہیں کہ تم بدون میری فمائش اور نصیحت کے بطور خود حملہ یا ضبط جذبات کر سکو۔ ایسا واسطے میں نے آج یہ زحمت گوارا کی۔ ورنہ تمکو یاد ہوگا کہ ضروری اور اہم امور کے اصول مدت ہوئی میں تمکو سمجھا چکا ہوں۔ مانتا نہ مانتا تمہارا کام ہو۔ حصول مطلب کے واسطے کوشش معقول و مناسب و رہمت مستقل شرط ہے۔ پولین سے بلکہ چواو کے نزدیک کوئی چیز محال نہیں۔ پس میں کیونکر فرض کر سکوں کہ تمہارا

مقاصد ملکی پورے نہون گے۔ مگر ساتھ ہی اوسکے تمہارے طفلانہ مزاج۔ اور
 عیاشانہ عادات سے استقلال بہت کی جانب سے اندیشہ اور تردد ہی۔
 مجھے اس امر سے کمال درجہ حیرت ہی کہ باوجود امتداد زمانہ تم آج تک اعلیٰ تر
 رایون پر یہ امر حالی نہ کر سکے کہ تمہارے اور تمہاری والدہ بزرگوار اور میر لایق علیخان
 اور میر تراب علیخان سر سالار جنگ مرحوم کے امر جہ اور نوعیت معاملات۔

فہم و فراست۔ خبط و حماقت۔ بین آسمان و زمین کا فرق ہی تم کو ثابت کرنا چاہی۔
 کہ سب وہاں پنیری نہیں ہوتے۔ نہ سب مریضوں کی بد پرہیزی اور ٹیکے پلنگ
 کے نیچے پڑی ہوئی چیزوں سے معلوم ہو سکتی ہی۔
 نہ ہر گھینٹے والے کا علاج موگری کی ضرب سے ہو سکتا ہی۔

ایک بات ضروری گذارش کر دینا اور باقی ہی۔ اگر جامہ ریاست تمہاری قات
 زیبا کے واسطے قطع نہوا ہوتا تو انتظام موجودہ پر آزادی سے اعتراض کرنا یا

۱۔ ایک طبیب نے اپنے مریض کی بد پرہیزی اور ٹیکے پلنگ کے نیچے نازکی کے جھلکے پڑے دکھائی
 اونکے ایک شاگرد صاحب نے بھی اتفاقاً ایک مریض کے یہاں دیکھا پلنگ کے نیچے اندے کے ٹکڑے پڑے ہیں۔ آپ نے
 زجر و توبیخ شروع کر دی کہ تنہ بد پرہیزی کی ہے۔ وہ لاکھ لاکھ کہتا ہے آپ ایک نہیں مانتے جب دسے چچا
 کہ اچھا کیا بد پرہیزی کی ہے۔ تو فرمانے لگے تنہ خدا کھالیا۔ ۱۔ ۱۱۔ ۱۲۔

۲۔ ایک طبیب کے پاس ایک شخص اونٹ لایا کہ حضرت تدبیر تائی اسکے گلہ میں خدا جانی کون عارض
 ہو گیا ہے کہ بے انتہاء دم کرایا اور دانہ پانی موقوف ہے۔ طبیب نے پوچھا یہ کہاں چرتا تھا۔ معلوم ہوا
 تربوز کے فالیزمین۔ فوراً اوسنے لٹا کر دوچار موگر یاں مارین تربوز ٹوٹ کر حلق میں اور تر گیا
 اونٹ اچھا ہو گیا۔

ایک شاگرد صاحب بھی دیکھتے تھے۔ اتفاقاً کسی روز ایک کھینکھے والا شخص ملا۔ آپ نے اوسکو دکھا کر
 حلق پر اتنی موگر یاں مارین کہ وہ مر گیا۔ ۱۔ ۱۱۔ ۱۲۔

اوپر ناراضی ظاہر کرنا آسان تھا۔ مگر اب تمہارا منصب وہی تھا تو یہ امر ہر حال میں ملحوظ رکھنا چاہیے کہ اعتراضات کے ساتھ دوسری چلتی ہوئی تدبیروں اور ہوتے ہوئے انتظام کا نشان دینا بھی فرض ہے۔ مگر افسوس! ول تو نازک اور اہم معاملات کی ٹکوفرت ہی کس دن تھی۔ دوسرے سب کام تنہا (دیوان) کے ہوتے ہوئے تم کر ہی نہیں سکتے۔ اگر ہر ایک ایسا ہی ہو تو سعادت علیخان کی طرح سب رئیس بدون نائب دیوان حکومت کر لجا یا کرین اسپرٹو یہ کہ حضرت دیوان کچھ ہی نہ نکلتے۔ ڈھول کو اندر خول۔ اعلیٰ درجہ کے مباحث جو بڑے بڑے بد برون کو چکر میں ڈالے ہوئے تھے۔

اب خواب و خیال میں ہی نہیں۔ بقول حمد مرحوم رح
وہ بات کوہ کن کی گئی کوہکن کے ساتھ

آب تم کو اتنا ضرور چاہیے اور بلند پروازیوں سے قطع نظر کر کے ریاست کی ٹوپی سنبھالو۔ زمانہ بُرا ہے۔ وہ تو کیسے پہلے کو دکن میں آرام سے بیٹھے ہو۔ اگر سرحد شمالی کے قرب و جوار میں ہوتے وائی کشمیر کی طرح بولکھلائے ہی رہا کرتے۔ کونسل آف اسٹیٹ بلا شک اپنے حدود سے باہر قدم رکھتی ہے اوسکے واسطے دستور العمل مناسب بننے کی کوشش اور کمال سختی کو ساتھ لگی تعمیل کی نگرانی تمہارا کام ہے۔ مگر خرابی تو یہ ہے۔ افیون کی پہنکی جب مہلت دی۔ بیٹی صاحب کا آنا گورنر جنرل کی آمد کا دیباچہ۔ تمہید براعتہ الاستعمال تھا۔ بیٹی صاحب بلاشبہ حیدر آباد کی مٹی سے بنے ہیں۔ اونکی کارروائیاں ایسی ہی ٹھس ہوتی ہیں جیسے تمہارے دربار کے خطاب اور عہدوں کے نام۔

سنئے ہیں جب کہ ہون کی کافی تعداد بن چکی اور بہت سا تخم باقی رہا تو ملائکہ نے خداوند تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ اسکو کیا کرنا چاہیے۔ حکم ہوا۔ انکو صورت انسانی میں لا کر اور کسی بلند مقام پر کھڑے ہو کر زمین پر برسا دو۔ چنانچہ چار سینار سے ان حضرات کی بارش ہوئی غالباً اونہیں میں سے دو چار تمہاری مصاحبت میں آگئے ہیں۔ ورنہ لائق علی خان کی دیوانی ہانڈی اور اتنے دن تک گرم رہے۔ یعنی چہ۔

تکویہ بات ہر وقت ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ رئیس ریاست کے واسطے بنا ہی نہ عیش و آرام۔ نہ ولع کی واسطے کسی سے۔ نا چاقی۔ عداوت۔ شکر رنجی۔ کچھ ہی کیون نہو مگر کوئی وجہ نہیں۔ انتظام ریاست کی باگ چھوڑ دیجائے۔ ملک کی رونق رعایا کے دل سے فرحت اس طرح قرار ہو جیسی تمہارے دیوان کے دلغ سے تمہاری عظمت۔ تم خفا ہو۔ خوش ہو۔ لڑو جھگڑو۔ جو چاہو کرو۔ مگر ملک کی جانب سے غفلت نہ کرو۔ اور خدا کے یہاں گنہگار نہو۔ مردم شناسی کرو۔ قدر دانی میں مشق بڑھاؤ۔ ملک کے رنج و راحت کو اپنا رنج و راحت بناؤ تب حق سے ادا ہو گے۔ ورنہ پولو میں کرتب دکھانے یا گھوڑ دوڑ میں بازی جیتنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تم رئیس ہو نہ سوار و سائیکس۔

پیارے کارپانڈنٹے کا پیارا خط پیارے سالے کے نام

میرے پیارے جو رو کی عزیز بہائی خدا تمکو نیک راہ پر چلائے جس میں تمہاری بہن
 پتر مردہ رہ کر جھگو پریشان نہ رکھا کریں افسوس تمہاری بیکاری اور اُسپر شادی کی
 خواستگاری تمہاری بہن کو تو بڑی خوشی ہو کہ ایک پیاری تربیت یافتہ بہن کا بوج بلیگی مگر بہائی
 میں ایک سلج ملنے کی آرزو میں سال کو بہر یاد کرنا پسند نہیں کرتا۔ تمہارے گلے میں سنت پیغمبر کا
 طرق بڑتا نہیں چاہتا۔ شاید یہ سبب ہو کہ بان کھانا جو میں نے چوڑ دیا ہے تو سخت سخت گلوریوں کی
 تمنا نہیں رہی۔ سلج اور نندوئی کو مزاحون کو بھی میں عیب سمجھتا ہوں۔ نہیں تو اسی پر خوش
 ہوتا کہ کبھی کبھی دو منہ ہنس ہی لینگے۔ آپ کی باجی نے کوئی ایسا نتیجہ ہی نہیں دکھایا کہ
 سلج او سکے غور و برداشت میں ہاتھ بٹائیں۔ اور وہ میری خدمت کچھ زیادہ کر سکیں۔
 جب یہ کچھ نہیں تو میں کیوں پسند کروں ہاں یہ بات کہ دنیا میں شادی ایک ضروری
 فعل ہے خدا کی ودیعت اُس سے بڑھتی ہے۔ مرد کو گھر کے کاموں سے چٹھی ملتی ہو کمانے میں جی
 لگاتا ہے۔ مگر کا بند و بست ٹھیک ہوتا ہے مگر یہ تو تب ہی ہونا چاہیے کہ جب پہلے کا وقت گزر جاتا ہو
 اور دوسرے میں فتور پڑتا ہو۔ ہندوستان ایسے گرم ملک میں پچاس برس کی عمر تک مرد و عورت
 سے مایوس نہیں ہوتا۔ تم تو ابھی خیر سی بالغ ہونے میں ہی مشتبہ ہو۔ قانون نا بالائی تمکو نابالغ
 کہتا ہے اور یوں ہی پیر نابالغ نہیں کہے جاتے۔ ابھی تو تیس برس تک تم خدا کی ودیعت اور
 نبی کی امت کو بڑا سکوگے پر عجلت کیا ہے رہا انتظام خانہ داری تو وہ آپ کو یہی نہیں انتظام
 کا میکا ہو گا۔ طرف سے پہلے ہمیشہ منظروت کی فکر کرنی چاہیے۔ ہر تم پہلے گھر تو بنا لو گھر والی ہی
 بلجائے گی میں تو کبھی ہندوستان کی اس رسم کو پسند نہیں کرتا کہ ہوجن ہو یا نہ ہو گروہ ہو !!!

الاجلال الدین نے لکھا ہے کہ شادی اس واسطے دنیا میں انسانی ضروریات کا جزو عظم و اربابی ہے کہ انسان کا کوئی ایسا سربراہکار نہ ہونا چاہیے جو کمائے ہوئے مال کو مثل ایسی ذات کو خرچ کر سکے اور سچا خرچوں سے مال کو محفوظ رکھ کر اس کا نگران رہے اور اُس مال کو خرچ کرنے میں حفاظت کر نہیں اپنا سمجھے اسی لیے انتظام منزل میں دار و نہ خانہ سامان کی ضرورت پڑتی ہے مگر وہ لوگ کتنا ہی کچھ کریں اپنا مال نہیں سمجھ سکتے ہاں بی بی جو ایک بڑے فرقہ کی رسم کے مجبور و ہنگامہ کھاتی ہے اور اوس سے اس کام کے سوا خدا کی قدرت کی ترقی یہی ہوتی ہے یہ حق رکھتی ہے پس جب انسان کے گھر اور مال ہو تو ضرور شادی کرے۔

بھائی اب تم بتاؤ کہ تم اس کے مصداق ہو یا نہیں۔ اگر نہیں ہو تو اپنی ساتھ ایک ورنیک بخت کیا کیون خراب کرو گے اور اگر وہ ٹی نہ کھڑا سیسٹم کی بتا ہی تو بنو مرے کرو دین ادکی بعد اونکو پڑوسیدوں کے سپرد کر کے نوکری کی تلاش میں نکلو چیز کا زیور زادراہ کیواسطے کافی ہو گا سال بہر میں وہ بارہ ماہ ختم کرینگے تم حیدر آباد اور گوالیار کا سفر جب زادراہ چک جایگا تکے ماند سے گھر میں آنا کٹھن تو خراب بنا ہی دیگا۔ بی بی گھڑی ٹٹول کو نوٹوں کے ادھو کے میں امیدواری کی عرضیوں کو صاف جواب دیکھ کر شادی سے بہت خوش ہو گئی تاکہ مکان کرایہ مانگے گا۔ بی بی نے جو قرض لیکر صرف کیا تھا اوسکے تقاضے ہونگے مجبوراً کہیں اور جائے گا وہ پہراوسی مصیبت میں مبتلا اس شادی سے تو کسی تو تم دو دن کے بعد جس مصیبت میں پڑنا تھا پڑتے وہ تو چین سے رہتی شادی کا کیا نتیجہ کہ تم اور وہ دونوں پریشان نہ خدا کی ودیعت بڑھی نہ گھر کا انتظام اگر ایسی ہی شادی کی بڑی خواہش ہے تو لکھنؤ میں جاؤ کسی وثیقہ والی کو پیغام دو بن پڑے تو دونوں باتیں چل ہوں نہیں تو میری صلاح مانو تو دو برس اور کالج نہ چھوڑو بی اے اور بی ایل پاس کر لو۔

جلد معاش حاصل کرنیکا ہی منشا ہی کہ او ہر ڈپلومہ لو او دہر مخطوبہ رات دن پڑھنے کی جگہ کچری اور سونے کے کمرے میں اپنے اور بی بی دونوں کے پیٹ بھرنے کی کوشش کرو ہر دیکھو کیسا جلد دولت والے گمراہ خدا کی قدرت ظاہر کرنیوالے اوس کی دولت بدیلت کے بڑھانے والے مشہور ہو جاؤ گے اور اس حالت میں توہین ہرگز شادی کرنیکی صلاح نہ دوں گا تمہارے تو باپ کی بھی کوئی دولت نہیں ہی اور اگر ہوتی تب بھی میں باپ کی قوت پر شادی کی صلاح نہ دیتا۔

پچھلے کارشل لا

بہی واہ قانون قدرت کو دیکھیے کیا افراط تقریط۔ کمی زیادتی نکالی ہو۔ میزان عدل کے پلے ہیں کہ بے ایمان بیٹے کے دل کی طرح ڈھیکلی مات کرتے ہیں۔ نیچے کو جھکا تو تخت انہی سے بھی پلے پار۔ اوپر کو اٹھا تو گنبد گمہ دون پر چتر بن گیا۔ چتر منزل کی کیفیت دکھا دی۔ اک دفعہ لڑکیاں پیدا کر نیکادہ طوفان کہ جد ہر دیکھیے ایک ایک دودو کی جگہ چار چار ایک مشیمے میں ملفوف بیرنگ چلی آتی ہیں۔ ہر حاملہ آدمی کیا چوہ کی اولاد ہوگی اس کثرت و ارادت کو دیکھ کر مریچا پارے لگے چوہیا کابل ڈھونڈھنے۔ اور اوسی طرح گہرا لے جیسے ریاست دکن میں ہندوستانیوں کے جانے سے دکنی بھائی ماری گہرا ہٹ کر عورتوں کو عرصہ انہیں کے پیٹ میں چوہے گھس گئے۔ اس طوفان انسانی کا دیکھیے کیا انجام ہو۔ حقوق چن جانے اور حکومت قوامونی کا فورہ ہونے کا دہڑکا تو یورپ اور امریکہ کی ترقیان دیکھ دیکھ مدت سے دانگیہ حال تھا۔ اب اس خلقی ہمارے سے اور بھی رہے سے جو اس پیترے ہوئے۔ بارے کب تک ایک دفعہ پیر بدل جو ہوتا ہی تو عزرائیل نے ہی انہیں کی جانب نظر توجہ مبذول فرمائی۔ اب کی سال پیٹ میں بچہ

کیا رہا ملک الموت حلول کر گئے۔ جان سولی پر ہو گئی۔ زچہ جی کیا بچی گویا بچے کے ساتھ ان کے ساتھ خود بھی جان سکپیٹ سے پیدا ہوئی۔ اور جو گئی تو قصہ پاک حکیم و کا قول ہے۔ کہ کارخانہ قدرت میں جب کوئی چیز اپنی نسل پیدا کرتی ہے۔ تو اس میں اپنی جان ڈال دیتی ہے۔ بہت سے حیوانات اور نباتات ایسے ہیں کہ ہر وقت بار بار پیدا یا بچہ پیدا ہونے اور پہلے پاک جانے کے مر جاتے ہیں۔ ایک دفعہ پہل لانے والے درختوں یا ایک بچہ جننے والوں جانوروں سے ثبوت کامل ملتا ہے۔ پس اس طرح انسان بھی اپنی جان اپنے قوے کے مطابق اپنی اولاد کو دیتا ہے۔ جب تک کہ وہ قوانین قدرت کی رو سے انسان میں زیادہ جننے کی طاقت رہی ہے نہ مان ہوا کیے۔ کڑیاں جیل لین۔ اب ان خطا کا دور دورہ ہے۔ اب تو عورت کا ہیکو سچ منج کی بچہ ہے۔ کیا سبب کہ بچہ کے بچہ پیدا ہوتے وقت اس کا پیٹ پھٹ جاتا اور وہ مر جاتا ہے۔ علاوہ اسکے یوں ہی مرد کی سرمایہ راحت ہے۔ اور عالم اسباب میں راحت کی ساتھ نیش رنج بھی اس طرح شامل جیسے مسوڑوں میں دانت۔ گلاب میں کانٹا۔ پس اس طرح بھی ان ذات شریف میں نیش موجود ہے۔ دوسرے بوجہ قربت قرب بھی کی جاسکتی ہیں الف کو عین سے بدل دیجئے اور بچہ کے معنی لیجئے۔ اب فرمائیے انہیں اور بچہ میں کیا فرق۔ طبیعت اور مزاج کی کجی مقتضائے طبیعت کا ثبوت ہے۔ یہی سمجھ قانون قدرت نے بھی بچے جننے میں خاصیت عقربی پیدا کر لی۔ اور بہن ایک بات اور بھی ہے بڑی بوڑھیاں تو آپ جانیئے پاؤ تولہ باون رتی ٹلی ہوئی بات کہا کرتی ہیں اگر غور کر کے دیکھئے تو معلوم ہو گا۔ جہاں کسی کے بچوں کو ایک دو تین کر کے گنو۔ اوٹکو و سواس ہو گیا۔ ہیشگوئی بڑا دی۔ آپ دیکھیے تہذیب اور

انتظام حال کا ستیاناس ہو۔ کہ آئے دن فصل بے فصل۔ وقت بے وقت
جب دیکو مردم شماری کی ڈائن دروازے پر کھڑی کندھی کھٹ کھٹ
رہی ہو۔ بتاؤ تمہارے گھر میں کس آدمی کے بچے۔ کس بوڑھے۔ کس جوان
کے لڑکے۔ کس لڑکیاں۔ اور پھر خالی پوچھنا ہی نہیں۔ دفتر پر چڑھالیا
اور دفتر پر چڑھاکے انگریزوں کے روبرو پیش کیا۔ اوسنے انگریزی میں
ون۔ ٹو۔ تہری۔ جوڑ جاڑ تمام دنیا میں گشت کرایا۔ ملکوں ملکوں ڈھنڈورا
بٹ گیا۔ فلا نے شہر میں۔ فلا نے قصبے میں۔ فلا نے گاؤں میں اتنے مرد
اتنی عورت۔ سال میں اتنے بچے جتنی بہن۔ اتنی عورتیں گا بہن ہوتی ہیں
پھر آپ جانے خدا جانے کس کس کی نظر پڑتی ہے۔ کس روسیہ کا جی للچاتا ہو۔
آخر کسی نہ کسی کی نظر ہو گئی۔ اب مرنے کا لگا لگ گیا۔ حضرت عزرائیل کو
دیکھیے ایک بولی تین کام کی کیا ترکیب ایجاد کی ہو۔ جس طرح ہمارے سرکار
درندہ جانوروں پر نر کی بہ نسبت مادہ مارنے سے دونوں ڈیوڑھا انعام دیتی ہے
کیونکہ وہ تو پیدائش کی جڑ ہے نا۔ اسی طرح حضرت عزرائیل نے عورتوں پر
بچھری پھیرنا شروع کر دی۔ کہ نہ یہ ہونگی نہ انسان برسات کے پینڈ کون
کی طرح گلی کو چون میں کچ کچا کے پیدا ہوگا۔ نہ مردم شماری کے
نقشے آئے دن غلط ہوا کریں گے۔ اپنے ایک دفعہ نقشہ بہر لیا سودو سو
برس کو کافی ہے۔ کبھی کبھی جانچ کر لی۔ فوٹی فراری کا نام نکال ڈالا
یہ روز کا سلم جاری رہنا تو موت ہوگا۔ العرض بیان مصائب
اہل بیت آسان نہ۔

مٹی خراب خلق میں مہر و وفا کی ہو

(عبدالرحمن خان کے خیالات)

اگرچہ اس بات کی تصدیق کسی قدر خطرناک ہو کہ ان بزرگوار کو خیالات ہم تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں مگر کابل کی طرف مہر کر کے ذرا غور و تامل کر لیں یہ عقدہ اس طرح حل ہو جاتا ہے جیسے نائٹنگل ایسٹرن میں چاندی۔ لہذا ہم اپنے ناظرین کو ان فرے دار خیالات کی اطلاع سے محروم نہیں رکھتے۔

امیر عبدالرحمن خان

لا حول و لا قوۃ۔ عجب مختصہ میں جان ہو۔ پایہ رفتن نہ جاوے ماندن۔ اس ملکداری کی ہوس اور دوستوں کی دوستی پر خدا کی مار کہ مفت میں بیٹھو بٹھائی یہ عذاب اپنے سر لیا اپنی مرنے سے بسر ہوتی تھی۔ اللہ رازق تھا ہر حال میں دیتا کچھ آرزو بھی نہ باقی رہی تھی سب طرح کے مرنے لے چکے تھے۔

شب تنور گزشت و شب سمور گزشت

جی چاہا اور ہر اُدھر کی سیر کی نہیں! شہر لولگائی۔ تخت و تاج کے جھگڑے دیکھ کر تیسیر مصلے کے جلوے نظر آئے دنیا کے بکیرٹون سے مطلب ہی نہ تھا۔ روس بخارا پر قابض ہوا تو بھگو گیا۔ انگریزوں نے شیر علی کو جیتے جی مزار شریف تک بھگایا۔ مارا چہ۔ مگر اس طمع کو کیا کیا جائے نہ رہا گیا ملک خالی ملا۔ گمان ہوا کوئی اور نہ قابض ہو جائے۔ مثل مشہور ہو خانہ خالی را دیو میگردد، چلو بھئی تم بھی قسمت آزمائی کرو۔ یہاں یہ کیا معلوم تھا انگریز لوگ بیکار بھگسیر سے بوجہ اوتار نیوالے ہیں۔ لو صاحب مجھ بیکارے کی گردن ہنسا ہی تو دی۔ واہ خوب سلوک کیا ہے

آسمان بار امانت تو نہست کشید قرعہ فال بنام من دیوانہ زوند

ابلیک طرف انگریزوں کو احسانات اور دہکیان۔ کہہ ہیں۔ اوتراؤ۔ اودھ۔ جاؤ۔ لفظ۔ س۔ اٹ۔ لفظ۔ س۔ اٹ۔ ایک بولی تین کام یہ کیوں ہوا! وہ کیوں ہوا!۔

انڈے بچے والی چیل چلہار

بہلایہ کیونکر ممکن ہے کہ بی کانگریس صاحبہ لکھنؤ مرحوم مین جان تازہ پہونکنے پر چہرے کی رونق بڑھانے خرامان خرامان تشریف لائیں اور بی انٹی صاحبہ چپ شاہ کی بالکی منوہی بی۔ منہ میں گنگنیاں بہرے بیٹھی رہیں۔ اچی تو بہ کیجیے۔ بولین اور بیچ کیت بولین اس طرح بولین جیسے ارہر کے کیت مین پندریت بیٹر۔ بلکہ گلا پہاڑ کے غل مچا کے سارا شہر سر پر اٹھا کے۔ جس مین یہاں سے لندن تک تو خبر ہو جائے کہ لکھنؤ مین بھی کچھ انٹی بہائی ہیں۔ چنانچہ یوں تو عرصے سے سٹرپر جلسے ہوتے تھے اور بعض حضرات اپنے نزدیک حق ادا کرنے یا سستی بننے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر جب دیکھا کہ کانگریس کا اجلاس سبھی پر آہو نچا ادھر لفٹ گورنر بہادر بھی شہر مین تشریف فرما ہیں اور ہر حضور ویرے ہی عنقریب دربار فرمانے والے ہیں۔ چہتری سرکس بھی تماشے کر رہا ہو۔ الفریڈ ٹھیٹر کل کمپنی ہی آتی ہے۔ ان حضرات کو بھی مثل عارضہ متعدی سچ بچی چوٹی۔ بے چینی بڑھی نادہ ہیجان مین آہی گیا۔ اور ایک بار آنکھ بند کر کے کچکچا کے در عظیم الشان جلسہ انٹی کانگریس کا اشتہار دے ہی دیا۔ کس کی رہی اور کس کی رہ جائے گی۔ وقت آنز جاتا ہے۔ بات رہ جاتی ہے۔ اب خلاصہ اشتہار ملا حظہ ہو۔ دو منجانب مسلمانان شہر لکھنؤ تاریخ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۶ء بمقام بلند باغ کانگریس جلسہ سالانہ لکھنؤ مین ہونیوالا ہے اور مین کچھ تجویزین قرار دی جائیں گی اور کہا جائیگا کہ وہ کل باشندگان شہر کی ہیں۔ حالانکہ اس شہر کے قریب قریب کل باشندے

چہ ہند وچہ مسلمان ابتدا سے کانگریس کی مخالفت کرتے آئے ہیں لہذا تدارک ہم پر لازم ہی جسکے لیے ایک بڑا جلسہ منجانب مسلمانان لکھنؤ تاریخ مذکور ۹ بجے اتوار کے دن مکان انجمن رفاه عام میں قرار دیا گیا ہے لہذا استدعا ہے کہ وقت معینہ پر تمام حضرات اہل سلام..... اس جلسہ میں مع اعزاء و اقربا و احباب و متعلقین کے شرکت فرمائیں اور گورنمنٹ کے خیر خواہ بنیں۔“

یوں تو اس اشتہار کی کئی باتیں ایسی ہیں جن میں اکثر گفتگو ہی مگر ایک بات اس نیاز مند طریق کو یہ پوچھنا ہے کہ مخالفین کانگریس کے متعلقین کو کچھ تکلیف دی گئی ہے اور اسکا انتظام کیا فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ اپنے انٹی بہائیوں سے کچھ بعید نہ سمجھے کہ کنجروں کی طرح مع متعلقین جلسے میں آ موجود ہوں۔ کیا معنی کہ جب اعزاء و اقربا و احباب کے علاوہ مخصوص متعلقین کو ہی آپ نے یاد فرمایا ہے اور یہی غالباً دہشتہر، خمسہ یعنی خان بہادر نظیر حسن خان صاحب حکیم نواب اعن صاحب۔ مرزا عباس علی خان صاحب سکریٹری۔ حکیم محمد رضا خان بہادر شیخ علی عباس صاحب وکیل جانتے ہوئے کہ متعلقین بی گہریسی۔ یعنی گہرے لوگوں۔ یعنی لوگوں کی والدہ یعنی اے جی۔ یعنی بیگم خانم صاحبہ۔ یعنی جو روجی۔ یعنی زوجہ معظمہ طال اللہ پانچھا و آچل لڈو پٹھا علی رؤس الشوہرین الی یوم الوفات بل بعدالمات کو کہتے ہیں۔ تو ان ذات شریف کو اوٹھ کڑے ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں رہی جس طرح تھپڑ۔ سرکس۔ گھوڑ دوڑ کے جلسوں میں اکثر اتفاق ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی آدمکنشگی اور یہ بھی دور نہ سمجھے کہ جب سارا گہریوں شریک ہوگا تو اس دن ضرورت کا سامان بھی ہمراہ ہوگا۔ خواصین پیش خدمتین فیروز خان

جسکے ابھی ٹیکا لگا ہو گا اور دانہ اوہرنے یادانت مکلنے کی وجہ سے چڑچڑا ہو رہا ہوگا۔
 پہراوسکا گموارہ۔ پالنا۔ جینینا چسپنی۔ انا۔ چو۔ چو۔ مع۔ برادر رضاعی اسکے علاوہ
 بکری کا بچہ۔ چند خرگوش اور چینی چوہے۔ طوطے کا پنجرا جو رینز کم کرتا ہے اور خاص
 اس مصلحت سے آئے گا کہ بولنے والوں کی بولیاں یاد کرے۔ باورچینا نے کا بگلہ۔
 اتا کے صاحبزادے نطفہ نا تحقیق کا پالا ہوا لینڈی کتے کا پلہ۔ چوٹی صاحبزادی کا
 گلہری کا بچہ۔ بی گربہ خانم سماء پُسی۔ کبوتروں کی کا بک۔ مرغی کاٹا پٹیرن
 کے تیلے۔ بیگم صاحب کا پاندان یعنی سب کچہ دان۔ آفتابہ۔ آئینہ۔ اگا لدان۔
 طشت۔ قسلہ۔ ٹوٹا۔ ڈھولک۔ بایان۔ مجیرے۔ بچوئے۔ گاؤ۔ بچے کے پوترے۔
 نہا کچے۔ بحاف۔ تو شک سلامتی سے سہی ہوا چاہین۔ پس معلوم ہونا چاہیے
 اسکا کیا سامان کیا گیا ہے۔ اور ہاں بڑی بات تو رہی جاتی ہے۔ یعنی ان
 سب کا کرایہ کون ادا کریگا۔ بی صاحب خدا نخواستہ کیون دینے لگیں کیا وجہ
 کہ یہ نہایت بدشگون ہوگی۔ دوسرے اگر یہ جبرانہ دینا پڑا تو متعلقین کیا معنی
 متعلقین کے متعلقین یعنی شوہران بر خور دار بھی گھر سے باہر نہ نکلنے پائینگے۔
 پہرا اگر مع اعزا و اقربا و احباب و متعلقین کو بلانا چاہتے ہیں تو پہلے جلسے کی
 جانب سے ان سوار یوں کا بند و بست فرمایا جاوے۔ پہرا اللہ نے چاہا تو
 دہرنے کو جگہ نہ ملیگی۔ سارے اٹھی بہائی بقول ہل دکن اپنا اپنا کھلا لیے
 موجود جلسہ ہونگے۔ طاعون والے جلسے میں تو دوکانین بند تھیں اس دفعہ
 چوٹے تک گھروں میں نہ گرم ہوں تب کی سند۔ پگر جائے اوستاد خالی۔
 ایک بات شہر صاحبان بھول گئے یعنی متعلقین تک کو تو طلب کیا مگر

رنڈیوں۔ خالگیوں کا کہیں ٹرکانا نہ کیا۔ جو ایک کیا معنی ساری دنیا کو متعلقین
 ہونے کا پیشہ اوٹھائے ہوئے ہیں اور معاملہ فہمی کا یہ حال ہے کہ بی حد نہ
 بی چودہرائن۔ وغیرہ وغیرہ کا تجربہ ذاتی تو غالباً انہی بازون کیسا بڑون
 بڑون تک کو ہو گا۔ پس ان کی طرف سے آنکھیں پھیر لینا یعنی چہ مناسب ہے
 بلوائین اور ضرور بلوائین اسکے کیا معنی کہ جہان بگیمان۔ پالکیان
 ڈولیان ہون وہاں چو پہلے نہ ہوں۔ واندہ انتی ونٹی تو چارون کی بات ہے۔
 سابقہ انہیں سے پڑنا ہے۔ اگر اس تقریب میں انکو نہ پوچھا تو بہتوں سے
 برادری ترک ہو جائیگی اور پھر شادی بیاہ ہونا۔ ناچ گانے کے جلسوں میں
 رنڈی منڈی ایک نہ آئیگی اور سفر دایکون کو جو شکایت ہوگی وہ نمک بھرت
 ہوگی۔ یہ سمجھ لیں انکی پیشوازی گورنمنٹ بھی اندرونی قوت رکھتی ہے۔ انکا سگ
 دلون پر چلتا ہے۔ انکے طبلے کی گنگ نانک متی توپ۔ سارنگی ہنری مارٹنی۔
 مجھے مگنم گن سے زیادہ توڑ رکھتے ہیں اور بی صاحب تو پوری ڈائنامٹ
 یا ٹارپیڈ وہی ہیں۔ انکے توڑ کا کیا پوچھنا۔ بلکہ سچ پوچھو تو یہ لوگ سرنگ
 ہیں جسے اکثر خاندان کے خاندان اوڑگئے ہیں پس ان کی زد سے ضرور
 بچنا چاہیے۔

رافتم
 ساتھ لے دے کے اپنے یارون کو
 مینڈ کی بھی چسلی مدارون کو

مرزا چھو بیگ ستم ظریف

مرزا محمد مرتضیٰ نام عاشق تخلص عرف چھو بیگ ستم ظریف کو نامہ نگاروں میں ستم ظریف کے نام سے مشہور تھے۔ آپ کے مورث علی مرزا عطاء اللہ بیگ معروف بہ نواب حسین علی خان بہادر ایک سے لکھنؤ تشریف لائے تھے آپ کے نام مرزا اسد علی بیگ پادشاہ اودہ کی فوج میں کیدان تھے مرزا صاحب بچپن سے بائیس سال کی عمر تک نالکے ہمراہ رہے اور اس وقت تک بجز سپہ گری اور کوئی مشغلہ نہ تھا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد بطور خود کافی علمی لیاقت پیدا کر کے مشغلہ شعر و سخن کی جانب ہی توجہ شروع کی اور رفتہ رفتہ اس فن شریف میں بھی اس قدر قدرت بہم پہنچائی کہ آپ کی زندگی ہی میں آپ کا نام اردو زبان کے اساتذہ اور محققین کی فہرست میں داخل ہو گیا تھا آپ مرزا نسیم کے شاگردوں میں سے تھے۔

دراز قامت فرہ اندام صحیح و شدید القوی ہم دقت کو اعتبار سے بقول حضرت سرشت موہانی شاعر و دین ناسخ ثانی کے نام کے مستحق بنے۔ رنگ البتہ ناسخ کے خلاف گندمی تھا کہلتا ہوا۔ دوپٹی ٹوپی انگریزوں کا گھٹنا لکھنؤ کی معمولی وضع آپ کو بھی مرغوب تھی لیکن آخر عمر میں کبھی کبھی کوٹ پہنوں ہی پہن لیتے تھے۔ لطیف و ظریف خوش بیان و خوش گفتار اپنے جوڑوں سے بھی ظرافت کو دریغ نہ کرتے تھے۔ آپ کو ملنوا ٹوپی پرانی وضع کے لوگوں میں اشرف علی صاحب اشرف مرحوم منشی امیر اللہ تسلیم وغیرہ اور نئی تہذیب کو لوگوں میں منشی جوالا پیر شاد برق مسٹر حامد علی خان مسٹر اور منشی محمد سجاد حسین صاحب صلح کل و مرخان مرغ کی یہ کیفیت تھی کہ مرتدوں تک بلکہ مرتدوں کے بعد بھی لوگوں کو آپ کے اصلی مذہب کی کیفیت نہ معلوم تھی کہ سنی تو کہ شیعہ آپ کے شاگردوں میں منشی بالکند گھٹا مرحوم اڈیشہ اخبار بارت



مرزا صاحبو دبا - ستم تاریف

اندین پیریس ال آدام

مترکلتہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں کہ جس سے آپ کی ہر دلعزیزی
 و بے تعصبی کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت حسرت سوبانی کہ جنکے لطف و کرم سے
 یہ حالات زندگی مرزا صاحب کی ہم تک پہنچیں فرماتے ہیں :
 ”وہ آپ کے نظم و نثر کے تمام کارنامے ہنگامہ ۱۸۷۷ء کے
 بعد کے ہیں۔ مرزا نسیم مرحوم بھی اسی زمانے میں دہلی سے
 لکھنؤ تشریف لائے تھے انکی صحبت اور شاگردی نے سمندنا پر تازیانے کا
 کام کیا۔ اور آپ کے ادبی مذاق کی خوبیوں نے روز افزون ترقی کے ساتھ
 پایاں کار وہ مرتبہ حاصل کیا کہ آپ شرنگاری میں یکتا سے روزگار اور
 سخن سنجی میں استا و قرار پائے۔ لکھنؤ کی مشہور ظریف اخبار اور پینچمین
 اسکی ابتدا سے لیکر اپنی آخر تک ۳۳ سال برابر دسٹم ظریف“ کے فرضی نام سے
 ایسے دیکھیں مضامین لکھتے رہے جنکا ادبی اور تنقیدی حیثیت سبکی شل
 و نظیر ہونا آج تک اہل قلم کے حلقے میں مسلم سمجھا جاتا ہے۔ تذکرہ شعرا کے مانند
 جب کہیں اردو زبان کے شرنگاریوں کے حالات ہی مرتب کیو جائیں گے
 اسوقت حضرت عاشق کا نام یقیناً طبقہ اول کے انشا پردازوں کی فہرست میں
 ممتاز نظر آئے گا۔ لکھنؤ کی زبان اور محاوروں کی جتنی تحقیق مرزائے مرحوم کو تھی
 اسکا اندازہ ادنیٰ مشہور تالیف ”ہمارے ہند، مکے دیکھتے سے بخوبی کیا جاسکتا ہے
 افسوس ہے کہ ملک نے اس لغت کی کافی قدر نہ کی ورنہ اگر اسکے باقی تین
 حصے بھی چھپ جاتے تو اردو زبان کی اصلاح اور محاوروں کا ایک لا جواب
 مجموعہ مرتب ہو جاتا۔ مولوی حکیم الدین وکیل اکو لانے علم ادب کے متعلق اور پینچ
 سے آپ کے بعض مضامین کو نقل کر کے ”چشمہ بصیرت“ نام ایک کتاب کی صورت
 میں چھپوایا تھا مگر وہ اب کیا باقی ہے۔ گلزارِ نجات میلاد شریف نظم اور تنوی
 نیز نگ خیال معرفت کے علاوہ آپ کا ایک ضخیم دیوان شمل بہ جلمہ منان سخن
 آپ کے خلف رشید مرزا محمد صدیق صاحب صداوق کے پاس موجود ہے۔“

گرما بگدشت در و بکاری ہو وہی
 سرما بگدشت در و بکاری ہو وہی
 برسات میں سب سے بڑھکے چھچھالید
 برما بگدشت در و بکاری ہو وہی

سُبحان تیری قدرت۔ کیون قبلہ مولوی اودہ پنچ خان صاحب بہادر دنیا
 بھی بقول جھلا ہے بہائیوں کے کیا ہی مقام ہو گڑی میں کچھ اور گڑی میں کچھ
 یقین ہے آپ کو یاد ہو گا کہ ابھی کل کی بات ہوئی جون کا مینہ دسات
 قرآن درمیان کیا کیا آتش افروزیاں اور گرمیاں کرتا تھا۔ کس شدت کی
 کیسی دھوان دھار جلا پے کی گرمی تھی۔ اسے یلجھے اک ذرا مین ہوا جو بدلی
 بادل خانصاحب ڈنکے بجاتے مع افولج قاہرہ برشکالی آدھلکے لگا دنا دن
 مینہ پڑنے پہرے میرے بہائی ابرہہ کہ دوڑا دوڑ کر تاجو طرفہ سے گرا جلا آتا ہی
 پانی کستا ہی کہ آج برس کے پہرہ برسوں کا موسلا دھار۔ چہا جون برس رہا ہے۔
 چارہ ہی دن مین وہ پکار جھ گئی کہ توبہ بہلی ہی۔ نالے ندیاں دریا سمندر کا بچہ
 جد ہر دیکھو عالم آپ کام کا جی پسینے کے بدلے مینہ مین شرابور۔ رات کیسی دن کو
 بجلی بن گسٹائیں مست ہاتھیوں کی طرح جو متی چلی آتی ہیں۔ بجلی کی چمک پہر
 اوسکے بعد گرا گڑا ہٹ کو اور کیا کیسے یا تو آسمانی بم کے گولے چوٹتے ہیں یا فرشتے
 عالم بالا کی چٹین کوٹتے ہیں۔ تاریکی وہ کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سو جھتا اچھے خاصے

آنکھوں والے لاٹھی کے سہارے اندھے حافظ جی بنے چلے جاتے ہیں مکانات
 ایک تو یونہی بڑھے کا دانت بنے ہوئے ہالے ڈولے میں تھو۔ اب جو پانی
 برسا کسی قدر تراوٹ پائی چلیے اونگھتے کو ٹھیلے کا ہسارہ اڑا رٹا دھڑیم
 کر کے پشت بزمین رسید ہوئے۔ اب مٹی کون اوٹھائے مزدور تو مزاج
 معشوق کی طرح ملتے نہیں۔ برقعہ زہاد جسے پولیس والوں کی شکایتیں ہوتی ہیں
 اور بھی خون کے پیاسے ہو گئے چالان ہی کیسے دیتے ہیں۔ دوڑتے دوڑتے
 پیچھے پھڑکیسے ہاتھ پاؤں تک پہنچ گئے مگر بارہ بارہ چوبیس کو س مزدور کا
 پتہ نہ لگا۔ بڑی خرابی نہایت مشکوک سے اگر کوئی کو لا لنگڑا نصیب ہوا تو رسیا
 باندھ کے رکھے نہیں رکھتا پٹا توڑے ہر گاجاتا ہی۔ سو اگر دن چلنے کے ہونکارا
 زبان ہی سے نہیں نکلتا سوانہیان کے ارمیان چار آنے آٹھ آنے روپیہ
 دو روپیہ دس بیس سو پچاس ہزار دو ہزار روپیہ روز لوگے۔ جی نہیں ہوتا
 یہ بھی دکلا کی تعلیم یافتہ بڑے ڈبلو آخستہ ہوئے۔ لے تو بہ استغفر اللہ پاؤں
 کی طرح زبان ہی ہپسل گئی کدھر کی کدھر ہو رہی ہو۔ اب لا حول لا قوۃ الا باللہ
 مان نیت کرتا ہوں میں واسطے بیان کرنے حالت پر مالت مقدمہ مذکورہ
 بالاجس سے بڑھ کے کوئی مرض لا دوا نہیں واسطے دوزخ کے منہ طرف پھری کر
 اللہ اکبر۔ استغفر اللہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بلجی نیت بد ہو گئی
 نماز توڑنی پڑی پہلے سب سے اتنی بات بطور مقدمہ اور گزارش کرنے
 کے ہو کہ فصل کا کچھ قصور نہیں کوئی موسم کیون نہ قسمت اپنی اپنی دنیا کی
 دورنگی عالم میں مشہور ایک برتاؤ اڑانے کا سب کے ساتھ نہیں ہوتا

خوش نصیبوں کو اس میں بھی خوشی ہو چیں سے گہروں میں بیٹھو ملا کر گایا کرتے ہیں
 اک ذرا سی بیفکری ہونا چاہیے پہر واہ جی واہ پانچون گئی میں اور سر کڑھائی میں
 یہی فصل وہ ہو جسکے لئے نمتیں مرادین مانی جاتی ہیں۔ شعرا میں کشتی غرق
 اوتارا برسات ہی کے گھاٹ پر ہوتا ہی۔ جب سنئے
 شند و پر شور و سیہ مست زکو ہمار آمد میکشان مرزدہ کہ ابر آمد و بیا آمد
 کا ترانہ۔ اُردو ولے

گرہ میں زر ہے رندوں کے گٹا اوٹھی ہو اور ترے
 خدا چاہے تو ساتی آج میخانے میں ہن برسے

کے شور غل سے کان پہوڑے ڈالتے ہیں۔ نشہ پانی والے ہشتی جوان جب
 دیکھے آسمان ہی کی طرف تکا کرتے ہیں۔ معشوق لوگوں کا یہ پیارا منہ ہی
 جتنی باتیں ہوتی ہیں وہ انہیں دنوں کے لئے اوٹھا رکھی جاتی ہیں۔ جہان
 اک ذرا سی گٹا آئی بوند باندی کا لگا لگا اور گہر گہر کڑھائی چڑھ گئی۔ چہن
 منن کی آواز آنے لگی۔ کپڑے رنگ برنگی انہیں دنوں کے لئے ایجاد ہوئے
 بی مہدی خانم کی قدر و منزلت شاید سال بہر تک ایسی کہی نہیں ہوتی۔
 جب دیکھو قدموں سے لگی ہیں اور عاشق تن رشک و حسد سے ہاتھ ملتے ہیں
 جو لون پر لہک لہک کے سال بہر کی دل کی ہڑاس نکالی جاتی ہو۔
 لہری بندے جب دیکھو دریا کنارے لال پری سے علیک سلیک کرتے
 نشہ پانی کا رنگ جاتے مزے اوڑھتے ہیں ہاے ہاے ہاے
 یادش بخیر بقول کسے

ہوس گل کی کہی مثل عنادل ہم ہی رکنتے تھے
کہی تھا شوق گل ہلکو کہی دل ہم ہی رکنتے تھے

سب سے بڑھ کے عیش باغ کے میلے جنہیں فیونیکے دلسے پوہا جا پڑی
وہ خاکی پریزادوں کے بناؤ بیفکرون خوش نصیبوں کے جماد۔ تہنوں اور
ساقون کے ہجوم۔ سودے سلف والوں کی دہو مادہ ہوم کمین بٹی دہرا کا
میان بیوی لڑاکا کی پکار۔ کسی طرف شاخیں سہال گولیاں مزیدار جا بجا
ہنڈولے گرے۔ کڑیوں کا ہلڑ۔ ارے میان ملیج آباد لٹا دیا ٹیکے ٹپک
پڑے کسی طرف چٹ پٹے سلونی گرم گرم چڑ پڑے۔ کباب ہیں بارہ سالو دا
دہی کے بڑے۔ بگھیوں کے گرد مالی ہار نیچنے کے بہانے آنکھیں سینکڑی ہرتے
ہیں۔ جب سینے۔ ارے میان بیلا یہ پلنگ توڑ بیلا۔ بیلا محبت میں کھلا۔
سونگھا اور گلے ملا۔ کمین جھولے پر جنتی قریوں کا تانین لگانا۔ مفلش قینوں
کارائین پیٹ پیٹ کے تللانا۔ یہ بھی آٹھویں دن کا ڈھکوسلا ہی قسمت درونکو
تو برابرعین ہی چین لکھا ہی ہر روز دن عید رات شب برات پھر واہ رمی
برسات اور واہ رمی برسات یہاں بلاشبہ نقل کفر کفر نباشد ہلو آدمی سے
نرے کمرے سائل ہو کے رہ گئے۔ جب سینے سائل یہ چاہتا ہی سائل بہ عرض
کرتا ہی سائل کو اطلاع دو۔ سائل حاضر ہی۔ واہ جی واہ اتنی بڑی سرکار سے
خطاب ہی ملا تو ہلکے ہنگا کنکھوں کا سا۔ طرہ یہ کہ حاصل حصول خاک نہیں
بلکہ روز لینے کے دینے کچھ اپنی ہی گرہ کا خرچ ہوتا ہی۔ خلاصہ یہ کہ ہم ایسے
اور بندگان خدا جو عظمہ دکر مسہبی دیوانی خانم صاحبہ کے چکر سے ننانوی کے

پھیر میں پڑے ہیں اونہیں دن رات وہی جھگڑا ہی بلکہ گواہی شاہمی وغیرہ
وغیرہ کے بجز چمکڑے کو جرج چون کر کے گھسیٹتا ہوا ہے ہاں اکثر بیچائی کے
تقاضے پر یہ شعر حسب حال الاپتے ہیں ۔

وہی محبوب بھٹیاری جو آگے تھی سواب بھی ہے
وہی لنگا وہی ساری جو آگے تھی سواب بھی ہے
وہی کمانہ پینا دس بجے جانا کچھ سری کا
نصیبوں کی وہی خوارمی جو آگے تھی سواب بھی ہے
وہی دولت کا لٹنا اور وہی خرچے وہی ہرج
وہی پیسے کی بھر ماری جو آگے تھی سواب بھی ہے
وہی کپڑوں میں کپڑے کے چپکے کاٹی کے دبے
ہوئے جرج زنگاری جو آگے تھی سواب بھی ہے
وہی دیوانوں کی سی رات دن گردش وہی چکر
جنون کی گرم بازاری جو آگے تھی سواب بھی ہے
اوسی صورت سے ہے اب تک بُرے کی جان کا رونا
طبیعت زیت سے عاری جو آگے تھی سواب بھی ہے



قصہ مختصر۔ کچھ ہی کیوں نہو مینہ بر سے آند ہی آئے۔ اودھر کی دنیا چاہے
اودھر ہو جائے ان مصیبت کو ماروں کو وہی ایک دہندہ صبح ہوئی اور روم کا
کے ٹکڑے مین کاغذات لپیٹ کر مستعد ہو بیٹھے۔ اور مینہ کہلنے کا نام نہیں لیتا

سو سلا دھار پانی پڑ رہا ہو۔ گہرا ہٹ میں تیل جلا رہے ہیں اولتی تلے مسافر
 بنا رہے ہیں ٹوٹکے پر ٹوٹکے ہوتے ہیں۔ کبھی رات کے تارے دن کی دھوپ کا
 وظیفہ۔ کبھی چار مندے چار گندے چار مکر ہاے۔ بدلی گئی پہاٹ پہوٹ تارے
 نخل آئے۔ کی تسبیح چننا۔ مگر توبہ بھلی ہی بدلی خانم صاحبہ کا اور گھٹا ٹوپ ہوتا جاتا
 ہوا اب گھڑیاں کی آواز جو کان میں آئی تو گنتی شمار کون کرے تن بہ تقدیر
 گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور سید ہی کچری کی راہ لی۔ مگر قطع شریف اتنی پاک
 و پاکیزہ کہ مٹی جون کے مینے کا ٹھاٹھ بھی قربان کیا تھا۔ اے واہی واہ۔
 پائینچے دونوں چڑھے دامن گردانے۔ موزہ باران کوٹ ایک تو نصیب نہیں
 دوسرے انگریزی وضع بناتے پڑانی شریف کے خلاف چلیے گھوڑے کی گردنی یا
 پڑانی سڑی کھلی کا کھڈو دگا کے دہی موی بستہ نمائی کی سی کسبت یا اپنی قسمت
 کی طرح نفل میں دبا کے زیر پائی کے ہوا دار پر سوار سٹریٹر کرتے ہوئے چلے اب
 ڈوبتے ترے سڑک پر پہونچ کر نہ کسی کو دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں۔ اکے والے ہوت۔
 اکے والے ہوت کی صدا لگا رہے ہیں۔ جواب کون دے مینہ کے دھاڑم دھاڑ
 میں کان پڑی آواز تو آتی نہیں۔ بڑی بڑائی کسی دلگی باز نے ادھر ادھر
 گونے کھدے سے آواز دی بھی تو کیا دوت دوت۔ یہاں اوسی کے سہارے
 ڈوبکیان کہاتے ہوئے رینگ چلے۔ اب ہوا کے سناٹے دانت کھٹے کیو دیتی ہیں
 یہاں کچری کا بھوت سوار پٹکے سے زیادہ یہ خوف لگا ہوا کہ مین پکار ہو جائے۔
 نہیں شتم شتم گول دروازے تک پہونچ گئے۔ اب اکے تو جمعرات کی سی دھین
 بہت مگر خالی ٹھو پو شمش بچو نہ اندازد۔ وہ بھی غیبت بہت کہکے بے چکائے

سوار ہوئے اور کہا کہ بھائی ا کے والے کہاں ہو ہمیں کچھری لے چلو کے والے
دوکان میں کھڑے سلفہ اوڑھ رہے تھے بولے لیچنے کو تو ہم نئی دنیا تک لیچیں
لیکن پہلے آپ آسمان پر جا کے پانی کا برسنا بند کر دیجئے تو کام چلو سڑک تو
دکھائی نہیں دیتی آئے وہاں سے لیچو گے ایسے ہم بیدھے ہیں کہ بن نالو
اپنا ہاتھ منہ توڑ واڈالین۔ بھائی جان ہمارا مقدمہ ہی ہمیں دس بجے ضرور
وہاں حاضر ہونا چاہیے رات کے دس بجے تک پہنچا رہا ہوں لیکن حکم دس ہی
بجے کا لگا دیا ہے۔ پھر مقدمہ آپکا ہی ہمیں کیا ہم تو بے پانی کھلے خدا ہی بلائے
تو نہیں جاتے اپنا کام کیجئے بڑی جلدی ہو تو اور دو قدم ناک کی سیدھ پر
چلے نا جائے ہمیں فرصت نہیں۔ اونہ جہان ستیاناس وہاں ساڑھے
ستیاناس چلو گاڑی پر چلیں۔ اری بھائی ایک گاڑی کچھری تک لے چلو۔
بہت خوب آئے یہاں ساؤن میں نکل آئے اب تو بنا کے بھیگ گئے صورت نہیں
بچانی پڑتی ہو لو ہمارے پڑانے وہ ہیں کہ سواریان ہونگی۔ ارمیان اب
اقریرین نہ کرو ہمیں جلدی ہو بس ایک سواری اور گمنٹون کا حساب کیا کہا
گمنٹون کا حساب۔ تو آپ ضرور کچھری پہنچو میان جی ابھی آغا میر کی ٹوٹی ہوئی
کراہیہ دور روپیہ کا پیر دیا کہ بیٹا کون اپنے ٹٹوون کی جان لے کہیں کچھ اینڈ
بینڈ سے پاؤن پڑ گیا تو اپنا سو روپیہ کا نقصان ہو جائیگا۔ لیکن آپ کی خاطر ہو
خیر دور روپیہ دیجئے لے چلیں گے پھر غصہ آگیا اور پیدل چل نکلے اونہ کیا ہمارے
پاؤن نہیں۔ اچی تو آئے میان جی یہ لیجئے آپ تو خفا ہو چلو آخر کچھ دیکھو گا۔ کچھ نہیں
کہتے ہوئے یہ جا وہ جا سڑک پر معہ مبا لقمہ پونی تین قدم پانی گنگا جھنا کا دھارا ہوئی

چلو چین سے کڑی پیر لگا کر ملاحی کاٹتے۔ ایک گاڑی ڈوبتی تیرتی پانی
 میں خل خل کرتی نظر آئی دی جان میں جان پڑی جلدی سے کیون بہائی
 لیچلو گے۔ وہ تو جان جو کون ہو لو ہو پاری کا مال لٹا دیا بھیک کے شور بہ
 ہو ہی چکی تھی بڑی ڈپٹ سر بولے آئے اور ایک رہا ٹالگا ٹین مگر چہرہ دار
 لگے گا۔ اجی اور سو اچٹا گلے گلے پانی گھٹون گھٹون دلدل منظور اور منظور
 چلیے جھٹ پٹ داخل گاڑی مبارک ہو کر اور جلدی لیچلو کی تاکید شروع
 ہوئی قصائی کے پل تک تو ٹھوڑی ہزار خرابی اس ترکیب سے گسیٹ لیکو کہ باؤ شاہی
 زمانے کے سزا ہر قدم پہ پانچ پانچ کوڑے پڑتے تھے اسین رحبت قمری کا
 وقت آیا کہ بالشت بہر بڑھے تو دو قدم پیچھے کو ہٹے یون ہی جون تون ولے
 دے دے کر ریل کا پل نا نگھے اتوں نہ ہلد نہ جنبہ نہ کھسکت زجا
 کا زمانہ آگیا بایان ٹٹو اللہ کر کے زمین دوز ہوا۔ کو چین صاحب نے لاکھ کوشش
 ہزار سرمغزن کی۔ ہیج نہی شود جنبش چہ معنی دارد لاجب ولا تجنب جناب
 ذرا باہر آکے پیئے میں ہاتھ لگا دیجئے۔ بجا ارشاد ہوا پیئے میں زور لگانے سے
 کیا ہو گا آپ ٹٹو کے پیئے لگائیے تو کچھ کام چلے۔ پھر صاحب مینہ بوندی میں
 آدمی تو گرہی پڑتا ہی جانور کی کون کہے۔ بہت تیری کچری کی دم میں تہ توڑ
 کنوین کا نل کیا تھا کس عذاب میں جان پڑی ہزار وں باتیں سنا تو ہوئے
 بگی سے اترے پیدل چلنے کا قصد کیا اسین کو چپان صاحب نو کمر میں ہاتھ
 ڈالا کہ ہمارا ہر جہ معہ کرایہ بائیں ہاتھ سے دھر دیجئے اتو ٹٹو بچتا نظر نہیں آتا
 سو پچاس روپیہ کا نقصان ہوا بہت خاھے مختانہ بہر دیکے ہی جان

چھٹے نظر نہیں آتی۔ ہزار منت خوشامد تہ کا فیض حتی آٹھ آنے دیکے رضا مندی کیا
 اور کچری کا رستہ لیا۔ جلدی کا واسطہ گہرا ہٹ کی چال ٹیڑھی کو ٹھی والی
 سڑک تک جا کے پاٹوں جو ہسلا لٹ بکری کمانی راستہ صاف تھا ادھر ادھر
 دیکھ کے اوٹھ بیٹھے کپڑے لت پت کٹنی لٹو لٹان کٹڑے قدم سے گرنے کا دھچکا ہی
 سیدھے نہوئے تھے کہ دوسری قلا بازی کمانی آپ ہی یا علی مدد کیلے پھر اٹھے
 اور اُتو کرتے پو قدمے کی چال چلتے ہوئے کچری پہونچو وہاں کی کیفیت قابلِ دید
 سہ ماغہ کئی ہزار غرض مند اور وہی ذرا سی جگہ بھلا گرمی میں تو ادھر او دھر پکریا
 شہتوت کے تلے ٹکاؤ تو کیا ننچے ٹیک لیتو تھے اتو بالکل جیسے بورا ہا کتا جہر جانوی
 دوت دیکو پانی ٹپکتا ہوا سے لو کا غذ بیگ گیا۔ ہاں ہاں چھینٹین اوڑانا
 غرض کہ خدا کے سوا کہین ٹھکانا نہیں۔ اسپر طرہ گٹری دو گٹری کا واسطہ ہو تو غیر
 جھیل ہی ڈالا جائے۔ نئے نئے حاکم سویرے سے اجلاس پر آ کے جو ڈوڑو سانس بچے
 کی خبر لی بس جی پک گیا اسپر کہی ایک مقدمہ پیش ہوا کہی دو۔ شام کو بعد تہی ستان
 قسمت سے کہ دیا۔ دال پیش دو چلد و اپنا سامنہ لیکے پلٹ آئے کمان گٹو تھے
 کہین نہیں کیا کیا خاک دھول بکاٹن کے پھول کرنا کیسا لکھا پورا کرتے ہیں جس
 مقدمے والے سے پوچھئے نت نئی آکھا گاتا ہوتا تھا کہ بعضے دو کھا چندہ کر کے
 سرا بنوانے کی تجویز پیش کرتے ہیں کہ بلا سے اتنی ہی راحت ہو جاوے گھر سے
 پاترا ب کر کے یہاں آ رہیں گے کہی نہ کہی پیشی کی نوبت آ ہی جاگی۔ اور کچہ نہیں
 تو کمانے پینے سونے بیٹھنے کی تو تکلیف نہو گی چین سے بی بھٹیاری کے یہاں ٹکے
 رہے جب کہی وقت بیوقت اندھیرے او جالی پکار ہوئی جلدی سے حاضر کیلے

جا کھڑے ہوئے اتوبے موت مرے جاتے ہیں خیر لعنت بکار شیطان جب ذرا پیٹ
 میں سانس سمائی کپڑے پہرے ہوئے تو وکیل صاحب کی تلاش کو کچل ایک دسے
 شناسا سے علیک سلیک کی وہاں خبر سنی کہ آپ کی تو پرکار ہوئی تھی اور یہی پیشاب
 پانی ہو گیا اب جلے پاٹون کی سی بلی اور وکیل صاحب کو دیکھا اور دہر تلاش کی
 وہ سلامتی سے چلاوا بڑی حتی تجو اور تگا پوسے بانسون میں کنوئیں اور کنوون میں
 بانس ڈال کے وکیل صاحب سے ملاقات نصیب ہوئی غضب ہو گیا قسم ہوا
 دیکھتے ہی ساون بہا دون سے بڑھ کے برس پڑے۔ ایک گھر کی بتائی کہ واہ وا
 صاحب تم تو عدالت کو خالہ جی کا گھر سمجھے ہوئے ہو۔ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے۔
 وہ تو کیو خدا ساز بات میں اپنی چند مقدمات کا نقصان کر کے آج سویری منہ اندھیرے
 آیا حاکم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے تھے کہ میں نے سلام کیا۔ تھلیہ تو تہا ہی پوچھا
 کیون تمہارا آج کوئی مقدمہ ہی بس میں لاؤ۔ چنان وچنین حضور خداوند غریب و
 بات کو بڑا وادیکے مطلب پر لایا کہ جی ہاں ایک فلاں مقدمہ ہو وہ کم بخت بد نصیب
 ناشد فی ابھی تک نہیں حاضر ہوا۔ وکیل ہوں لیکن ابھی تک سوا مختانہ لینو کے
 اور کچھ نہیں سمجھا اور نہ آج تیار ہو کے آیا وہ ہوتا تو خیر کچھ کام چل بھی جاتا آپ
 ہر بانی سے اسکی تاریخ بڑھا دیجئے کیونکہ مدعی کا بھی کوئی وکیل حاضر نہیں آیا
 پہلے تو خاموش سکوت میں بیٹھے رہے پھر فرمایا کہ اچھا برخواست کروقت دیکھا جاگیا
 پھر میں نے بہت منت سماجت کی ہاتھ پاٹون باندھے مگر کچھ جواب نہ دیا اچھا
 کیئے۔ بس جناب اس حاضر باشی اور پیروی کا مختانہ شکرانہ داخل کیجیو نہیں آج ہی
 سیدہو جنم واصل تخت الثریٰ کے اندر چلے جاتے۔ بس مجھے کشنری جانا ہو وہاں

اور ایک جگہ وہاں سے اور کئی مقام پر تم تاریخ پیشی دریافت کر کہ سہ رقم مختلفہ شکل کے مکان پر آنا
 لیجیے بندگی۔ جلیو وہ سبکدوش ہوئی یہاں ہزار ہزار مرتبہ دروازہ پر صدق ہوئی پرتے ہیں خالی
 میدان نہ آج ہوتا ہر نہ کل۔ مگر بان ایک بات ضروریات سے قابل گذارش ہو کہ بانی بوندی
 کی سیلن سے ذرا مقدمات کی گراماگرمی جو سردیا گئی تھی تو جسے دیکھو وہ بہوک یا کوئی کبوتر کی طرح
 کند سے تو مستعد بیٹھا ہی جدہر نیئے اللہ ہیج مولا ہیج کا وظیفہ چا جاتا ہی جس سے دو چار
 ہوئی بڑی لمبی چوڑی مہربانی سے۔ اللہ کمان تو آج کتنے دنوں کے بعد کمانی پڑی۔ تمہارے
 کاغذات تیار رکھو ہیں۔ واہ صاحب سلام آپ کی نقل کئی بار لکھی اور وہ ہو ڈالو۔ اچھی حضرت
 آپ کا ترجمہ رکھا ہوا ہے تو یہ جانی بہت خوب بہت اچھا بہت بہتر آپ کی مہربانی نوازش
 بندہ پروری۔ مذکورہ چیرسی آج کیا آپ کی پیشی ہے ہم تو بکرید کو دن مکان پر جا کے گوم آئے۔
 خیر صاحب کڑے کڑے سر کا ہو پاؤ نہیں اور تر آیا خالی ایری پیری پوچھا کچھی کتر بیونت۔
 چیل چال میں چار بجے پانچ بجو۔ اب تو چھکے چھوٹ گئے۔ بھوک کا غلبہ جدا۔ پانا نے
 پیشاب کو ضبط کر نیسے جی بولایا ہوا۔ بوہیر کا مرض ہو اکڑے کڑے شدت سے درد ہو ڈلگا۔
 بھیکنے کی زحمت و حرارت کی سی کیفیت پیدا کی۔ اوہر تو برسات کی فصل اور دہر رات
 ہو چلی ہوا کی خنکی اور بھی ناگوار ہوئی لگی بالکل شام کو قریب تناحکم ہوا کہ اس مقدی کی تاریخ
 دس مینو کم سال بہر کو بڑھادی گئی۔ سائل فریق ثانی کی اطلاع وہی کا خرچہ داخل کر و ثبوت کے
 کاغذات ملاحظہ کر نیکو تاریخ اور مقرر ہو گی۔ بالفعل تفرقات کی پیشی میں خواہان بہادر کی پوش
 ضروری کی داگذاری کی گئی نقطہ سے بڑھ کر پوش کی لفظ سے میں نہیں آتی آج تک بھی گاوی
 میز کرسی کی پوشش نہ تھی تو اصل بہادر پر پوشش پوشش پڑی ہو تو بعد دریافت حال بسیار
 اتنی اصلیت ثابت ہوئی کہ پوشش سے مراد پوشاک ضروری باقی پر انشاء اللہ پیشی و پیشی

ہو گیا زندگی سے جی بزار

وقنار بنا عذاب النار

تو بہ سو بہ تلاً پلا دو ہائی تہائی چوتھائی۔ داد سید اور فیاد النیاش وغیرہ وغیرہ۔
 با اینہمہ کان پکڑ کے اڑٹھا بیٹھی بعد ملاحظہ نظر ثانی پھر تو بہ کر بندے اس گندے
 روزگار سے۔ کیا کیسے اور کیا نہ کیسے۔ آج تک معہ مبالغہ پونے پانچ کروڑ برس ہوئے
 کہ اس عذاب النار کا مطلب سمجھ کے بچا بچ میں نہیں آتا۔ بعضے عذاب النار کے
 یہی معنی بھاڑ چوٹے کی آگ کہتے ہیں۔ بہتیرے ملاقل آغوزیئے نار و زرخ جو
 ہمارے معزز مولانا سے مغربی کے بقول یونہیں سا ایک دو ہڑ پکا ڈرائے دہکا و لیکا
 آگ ہے۔ مان بیٹو ہیں۔ اکثر بیٹو مریم کے پیٹ کی آگ یعنی بھوک پیاس کا عذاب
 سمجھے ہوئے ہیں۔ بعضے سپاہی پیشہ لڑنے مرنے مورچہ میدان داری کے آدمی
 بندوق کی نلی سے تعمیر کرتے ہیں۔ غرض کہ اپنے اپنے خیالی پلاؤ کون ایسا ہی کہ نہیں
 پکا تا خاص مطلب سچی بات وہی ہی جو ایک برگزیدہ سن رسیدہ گرم و سرد و چشیدہ
 پونچے ہوئے اللہ والے بزرگ نے مرنے وقت چپکے سے کہی تھی کہ ہیا ناری مراد
 عورت یہی عذاب وہی کہ جس سے پناہ مانگنی چاہیے بلکہ پناہ ہی مانگے نہیں ملتی۔
 غرض یہ کہ چٹکارا ہی نہیں۔ بھاگے سے ہی جان نہیں بچ سکتی اب ضرور ہوا کہ
 میں تھوڑا تھوڑا سا ذکر بھی کر دوں پورا مرقع اوتارنے میں تو شاید کم سے کم کوئی
 سوالا کھ جزو کی کتاب ہو ہاں دو ایک جملے پتے نشان کے طور پر وہ بھی لب لباب
 اکھدو لگا۔ ہاں لے اب پڑھیے۔ کیا دو قنار بنا عذاب النار، ای حضرت پہلی قسم

بڑھیا معاملہ چندہ جو روحا شقی معشوقی کا درجہ۔ بیوی شمع پر جیسے پروانہ۔
 میان جیسے چاند کے گرد چمکورا تھا کے پینگ بڑھے ہوئے۔ اخلاص سیل جول
 ساری دنیا داری کی باتیں ات گت ساتھ دنیاوی سب کام بند میان بی مصرف
 محض۔ گھر میں حوالات کا مزاج مال کیا دالان کے باہر قدم نکالیں۔ دوست
 آشنا حق ملاقاتی سب کو استعفا۔ نوکری چاکری کا تو ذکر ہی کیا بلا تشبیہ کفر کے
 کلمے سے بھی زیادہ بیوپار تجارت گھر کی چار دیواری میں تو ممکن نہیں ہے و سب غیب
 یا کیسا بنانے کے کام کیونکر چلے کھائیں کسکے گھر سے اوقات بسری کیونکر ہوا لکھ امیر
 سہی بیٹھے بیٹھے تو کتوئیں خالی ہو جاتے ہیں۔ خرچون برچون کو آئی تو کمان سے
 آئے۔ گھر سے باہر جانا۔ سفر کرنا بغیر سارا بٹر لا دے کل اٹالہ ساتھ لیے ممکن نہیں۔
 پہر کچے نیچے چینگا پوٹی ماما اکیل دائی کھلائی آئے گئے ملا کے تین چار کوڑی
 آدمی اور ایک دوسرے سے ایسا متعلق جیسے چرے سے ناک مصروف دن و رات
 رات چوگنی ماشاء اللہ ہونستے والے کی آنکھوں میں خاک روز بروز ترقی پر
 روزمرہ میں بہار کی کیفیت جو پایا جہان سے جو کچھ ملا جو ناک دیا آخر تا بکجا۔
 مجبوری کو ہاتھ پاؤں ہلانا چاہا۔ گھر سے باہر قدم نکالنا تھا کہ آفت آگئی۔
 بس ہو چکا خوب دیکھا اب وہ ہماری بات کہان صورت سے نفرت ہے۔
 رتیاں توڑتے ہیں۔ اسی صاحب وہ نہیں کہتے کہ چار دن کی چاندنی پہر اندھیرا
 پاکھ۔ کون کسکا ہوا ہی ایک سی بات ذرا مشکل ہو۔ ابکی میں کیفیت ہی نگاہ تھی۔
 لے مشکل شاکی قسم وہ آنکھ ہی نہیں۔ گھڑی بھر کو گھر میں آتے ہیں تو رتیاں
 توڑتے ہیں گندے تو لا کرتے ہیں۔ یہی معلوم ہوتا ہے کہ کیونکر باہر اٹھ جاؤں

کب نظر نہ پچھے کہ ہوا ہون تو بہ ہے جسے تو نگوڑی کبوتری اچھی۔ جب دیکھو کبوتر
 اوسکے گرد پرتا ہی چونچ سے کہنچتا جاتا ہی جو بن دیکھتا ہی۔ اور تو اور اپنے
 پیٹ کا دانا اوسکے منہ میں ادکل آپ بیچارہ بھوکا رہتا ہی ہر یہ ایک پیار
 اخلاص ہی نہیں۔ بچے پالے۔ تنکے چونچ میں اٹھالا کے در بے میں گھر بنائے
 انڈے سیٹا کرے بچوں کو بہرائے کبوتری ذرا ہا ہر نکلی اور غون غون۔ یہ اپنی
 زبان میں بلاتا ہی۔ زبان تو ہی نہیں کہ کسے مطلب یہ کہ تو کیون تکلیف کرتی ہے
 یہ میں چین سے بیٹھی رہو۔ اور مزایہ کہ وہ ققامہ اودھر سونچ نہیں کرتی ہاگتی ہی
 دس دفعہ کی خوشامد در آمد میں ایک دفعہ شاید یہ ہی چونچ سی چونچ ملاقتی ہوگی
 اور بڑی بڑائی ادھر کی اودھر اترائی اترائی دم لٹکائے تیرتی پھرتی ہیں۔
 ابھی کل کی بات ہی۔ کتان مرتبہ میں نے خود کہا کہ کیون صاحب تنہ تو اب
 سب کہیں کا آنا جانا اوٹنا بیٹھنا چھوڑ ہی دیا۔ دن رات گھر میں کونٹے سے
 لگے بیٹھے رہتے ہو۔ گڑی بہر کوٹا نگین سید ہی کر لیا کرو۔ اسوجہ سے کہنا ہضم
 نہیں ہوتا۔ ٹل ٹلی چلا کرتی ہی۔ تو حضور فرماتے تھے کہ صاحب سُنو با ہر تم
 جا نہیں سکتیں اب تمہارے دیکھے بغیر چین کیونکر آئے میں کہتا ہوں گڑی بہر میں
 تو میرا دل اولٹ جائے نہیں معلوم کیا سے کیا ہو جائے کچھ بن پڑتا ہے۔
 چلیے صاحب وہی ہم ہیں کہ پڑے مکھیاں مار رہے ہیں پورے نو بچے میان
 سید ہارے تھے یقین ہی بارہا بچنے کو آئے ہونگے۔ اوس بندہ خدا نے پھر کے
 کر دیا ہی نہیں لی یہ ہی نہیں معلوم کہ مرنی ہی یا جیتی ہی اسپر کیا نبی اسنے
 کچھ کہا یا پیایا ہمارے انتظار میں یوں ہی ہو کی پیاسی کٹھ اہوتی ہو لگے آگ۔

سچ کہتے ہیں مردوے اور طوطے کی ایک ذات ہے۔ بیوی بے دید بے مروت
 آج کے سوا لعنت اللہ ہی جو انکار ستہ دیکھے اور بھوکون مرے۔ میں تو اپنی پیارے
 دیدوں کی قسم کل سے تو بجتے بجتے سویرے سے کہا پی گن ہو کے بیٹھو نگلی۔ پر یہ ہی
 میری ناحق کی بات ہو مان نہ مان میں تیرا ہمان اونہیں اسکی پرواہی کیا ہے
 وہ نہیں معلوم کہاں کہاں کون کون سی نعمتیں کہا کے سوچو نہیر تاؤ دیتے ہونگے۔
 مگر آج نہو ذوت ہی ایسی باقون پر یہ جیسی تک ہو کہ دوسرا خیال نہ کرے جان کے
 انجان بنا رہے سمجھے کیا آنکھوں سے دیکھے اور مارے نہیں تو ذرا سے میں آدمی کو
 آئے وال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا ہو۔ نگو ہمارے نظر آتے ہیں۔

عورت اگر برضدی پر آئے تو مردوے کو ناک چنے چو ادے اور میری ہاتھ
 میں وہ چٹیا دبی ہو کہ ابھی کہو تو کل ہی۔ سنگنی کا ناچ پنجو اودن کچہ بنائے
 نہ بنے۔ آنکھوں سے دیکھیں اور کرم کرم جلا کریں۔ ایک ادنیٰ اسی بات کل ہوا
 ہو کے باجی اتان کے بہانے سے چوٹی چوپی کے یہاں جاؤں اور پندرہ
 دن کا غوطہ ماروں سواری پر سواری جائے اور خالی پہر آئے۔ یونہیں اکیلے
 پڑے مکھیاں مارا کریں۔ پہر آپ سے آپ دوڑی تو بہ پہنکار ہی میری باقون پر
 لے لو وہی سید ہی سمجھ کے نہی ہولی باتیں کرنے لگی یہ نہیں جانتی کہ گہروالے کا
 ایک گہر نگہرے کے سو گہر۔ وہ تو خود اللہ پیر منائے ہونگے کہ کہیں یہ دفع دفعان ہو
 تو کھل کیلون رات رات بہر غائب رہوں۔ لچ آگ لگے ایسے خاوند جو روکو
 کلیجے میں پیپ پڑ گئی آئے دن کی موئی سوختی۔ اس گھر داری کو لوکا۔ سات
 چہروں کا پھوش نگوڑی جان جلنے ہی کی ہو گئی۔ سب سے بڑی مصیبت

جھوٹ ہو یا سچ آفت محبت کا نام ہی کسی اب بدگمانی ہی لازم و ملزوم بلکہ
 ضروریات شعرین سے کہنا چاہیے۔ لیکن نہ اتنی بے نیکی نفرت خیز کہ جس سے
 جی متلائے دل بڑا ہوتے آنے لگے۔ یہاں سیکھا سیکھ پڑوسن کی کہیں کسی دوست
 آشنا کے یہاں گئے لڑائی کا سرانکلا۔ حق ناحق کی تن پھن قسما قسمی ہو رہی ہے
 قرآن کتاب تسبیح کنٹھا ایک ہے۔ شامت کی مار کسی دوست نے بلوایا کہیں سے
 کوئی ملازم خدمتگار رقعہ لیکے آیا۔ چلیے غضب ہوا تیوریاں بدل گئیں باچھین
 پھر کتے لگین الٹی شکر الٹی شکر چلو اچھا ہوا۔ یہ کوئی نئی ملاقاتی بڑے گھر سے
 دوست پیدا ہوئے۔ انکا حکم اتنی دیر بھی گھر واسے مین بیٹھنے کا نہیں۔ پرتازی
 تازی دوستی ہونا ملاقات کے معنی ہی یہی ہیں جب تک ملاقاتی دوسری کی
 ٹانگوں مین ٹانگیں ڈالے ایک جگہ نہ بیٹھا رہے وہ ملاقات ہی کیا۔ ہمنو تو یہی
 دیکھا سنا کہ جہاں کسی سے رسم و راہ دوستی آشنائی ہوئی وہاں فوراً گھر بار
 تاج دیا۔ جو رو بچوں کو استعفا دے او نہیں کے دروازے پر دھونی رہا بیٹھے
 لیکر کے فقیر ہو گئے۔ گلے وقت کی وہ مثل سنی تھی کہ شادی مبارک نوکری نذارو
 یہاں اولٹی گنگا بھی ہے۔ دوستی مبارک گھر داری نذارو۔ بلکہ جو رجوانا بال سے
 سب برخاست۔ ماما او چوٹی اتا فراجا کے ان آدمی صاحب سے اتنا اوچہ
 کہ بہائی کمان بلایا ہی کیا کام ہی کچھ خیریت تو ہے۔ بہلا اگر تھوڑی سی دیر ہو جا
 تو کچھ قباحت تو نہیں۔ خط چاہی کیسا ہی ضروری بلکہ دوسرے کسی شخص کا نقطہ
 یہاں کے تپے سے آیا ہی ہر کچھ ہی کیون نہو بغیر کھولے اور پڑھ لیے جین کمان
 سب سے بڑھ کے شامت کی مار اگر کہیں میر پیاری دوست (تہذیب حال کا فقرہ)

یا جانن فدایت باد کسی بے اٹکل خانہ خراب نے لکھدیا اور بلا حفظہ اقدس
بیوی صاحبہ معظمہ یا تو زمین آسمان کے ٹلا بے ہلکے۔ بہت بڑی بڑی
موٹی جلدوں کے قرآن سات سات تلے اوپر رکھکے اوٹھتی ہیں کہ یہ خط کسی
عورت کا ہی۔ ہائین نام تو دیکھو نام کو کیا دیکھیں اول تو بنا کے احمد محمود لکھدیا
دوسرے کیا مردانے نام رنڈیوں کے نہیں ہوتی ہیں صاحب علیجان امیر صاحب
وزیر صاحب پیار صاحب حیدر صاحب ایک ہو تو کہا جائے۔ باقی جب قلم
ہاتھ میں ہی تو گوہر خان یا خورشید کا خورشید حسن نہیں ہوتا بلکہ اس قوم کے
تو یہی پیارے پیارے ننھے مٹے نام ہوتے ہیں۔ اب لڑائی کیا لینے جانا ہی
آٹھ آٹھ دن تک ہنڈیا چوٹھا اردنڈھا پڑا ہی۔ ہزار دقت بڑی منت خوشامد
سے جب سعی سفارش ہوئی تو اس خانہ جنگی سے نجات ملی غرض کہ آئی دن
کی تو توین میں۔ پھر ہانڈی کا سا اوبال ایک مورچہ ہو چکا تھا کہ دوسرا
قلعہ دغنے لگا آج کیا ہی دامن میں پیک کا دہتا کیون لگا ہی۔ کلچ گلوپان
کہان چبائی گئیں کہ ہونٹھون پر لکھوٹا جم گیا۔ جتنی جان عطر کیونکر نہ لگائے
ہوں اب تو گلاب کیوڑے کے حوض میں غوطے لگتے ہیں۔ بالوں میں کنکھی
نہ کرے اور نہائے نہیں تو جوئیں بننے لگیں۔ کپڑے گرمی میں دوسرے دن
نہ اوتارو تو پسینے کی بوسے ناک نہ دیجائے۔ پناہ بذات خدا اب سینے
خدا اس لائے۔ یہ نکہار یہ چکن پٹ بغیر کہیں لگن لگے تو ہوتی نہیں۔
ماشاء اللہ جب دیکھو جیسے چوتھی چالے کی دو طعن پٹیاں بنتی ہیں گلوپان
سے مٹہ کبھی خالی نہیں آئینہ تو سامنے سے سرکتا ہی نہیں۔ بغلیں سونگھ کے

تازے پھولوں کی خوشبو آتی ہو اور اوٹنا کھان ملا گیا مایون بھی بیٹھے تو
یہ تو اب جو ہر کہلتے جاتے ہیں جناب میر کی قسم میں تو اگر قرآن کا جامہ پہنکے آؤ
تو نہ ماؤں کچھ نہ کچھ دال میں کا لا ضرور ہو۔ نیند کسی دن شام سے آتی تھی
کبھی دو دو بجے تک آنکھ نہیں لگتی۔ ٹنڈی سانس کثراوات بلا ضرورت
بھی نکل جاتی ہے۔ شعر کا پڑھنا اور اسکے مضامین کا مختلف ہونا کچھ اختیاری
بات نہیں اور نہ کچھ ایسی قباحت ہے ہو کہ یہ کچھ ضرور نہیں کہ ایک سی رہی
اور ایک ہی وقت اشتہاء ہو کرے سوتے میں آدمی بد خواب بھی ہوتا ہے
بڑاتا بھی ہے۔ مشکوک مزاج کو اکثر ہری پر نالی کی چھیٹ سے بھی بغیر نہائے
چارہ نہیں۔ نماز بڑے بڑے نمازیوں کی ایک کیا دو دو چار چار وقت کی
قضا ہو جاتی ہے۔ آنکھیں محروم مزاجوں کی تو ہمیشہ اوریوں عموماً گرمیوں
کی فصل میں یا کسی گرم غذا کے کمانے سے سرخ بھی ہو جاتی ہیں رنج
ملا ل انسان کو ہوا ہی کرتا ہے ایک سی طبیعت ہمیشہ رہتی نہیں کبھی گدگدی
میں آدمی رو دیتا ہے کبھی چریان کہتا ہے اور ٹھٹھے لگاتا ہے سوتے میں
گروٹ کا ادھر سے اُدھر ہو جانا کوئی ایسے گناہ کی بات نہیں پھر سوا موا
برابر مثل مشہور ہے۔ لیکن توبہ توبہ الغنیمت للذین جنتے سامان عرض کئے گئے
یہ جملہ وفات مندرجہ بالا ایک ایک کو تخم فساد کہنا چاہیے اس میں سی جو بھنسی ہے
وہ ایسا دل باندھتی ہے جسکی حد نہیں۔ وہ اوچھین ہو تی ہیں کہ مینون کلچر پر
نشت پڑا کرتے ہیں محرم کی مجلسین بلا قید کل فرتے سب قوموں میں ہوا چاہیں
پھر ایک شہر کی سکونت اور کچھ نہ سہی تو خالی علک سلیک صاحب سلامت ہی ہے

بغیر شریک ہوئے بنتی نہیں۔ طوائفوں پر سب سے زیادہ محبت کا اطلاق رقعہ حصہ کیونکر نہ آئے۔ اب ادھر آدمی نے پکارا کہ ماما جی حصہ لیجاؤ۔ یہ بی آبادی کے یہاں کی حاضری یا بی مشتری کے گھر کی قفلی ہو اور قیامت قائم ہوئی۔ سچ مچ ٹیڑھی کبیر ہو گئی مجال کیا ٹاٹ کا پردہ نا نگینے پائے مزدوری دستوری چہ معنی دار و بلا تشبیہ تبرک کی ذر و شا ہونے لگی۔ سب سے بڑی اہم لڑائی پوری قلعہ بندی کوئی لونڈی باندی ماما اصیل پیش خدمت مغلا نی اہاری کہاری ایک آدھے کئے سے درست سنوں سے اتری ہوئی نہوئی اور گہر کا مالک سمجھکے کام کاج بھی ہبک دہک کے کیا پر کیا پوچھنا لے میرے بہانی کڑی کڑے شہر بدر تو نہیں گہر بدر کر دی گئی اب کام کی تکلیف ہو تو پیزار کی نوک سے۔ ہزاروں لاکھوں قسموں پر تسکین نہیں۔ دشمنی روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہو۔ غصہ میں اگر کہی کوئی امر خلاف مزاج زبان پر آگیا تو نو نیزے پانی بلند پہانسی دلوادینا اور قتل کرادینا باقی رہ جاتا ہو۔ غرض کہ زندگی تلخ۔ یہ پہلا وزن نہایت چاہ پیار الفت محبت والا تھا اب اختلاف مزاج کا ذکر ہی کیا بقول شخصے ۷

تم تو بیٹھے ہوئے پہ آفت ہو اوٹھکڑے ہو تو کیا قیامت ہو

دوسری قسم۔ ہانٹ کی اینٹ چوراہے کا روڑا۔ بہانمتی نے کنبہ جوڑا۔ زبردستی پکڑ دھکڑ کے ماما پ کے حکم بموجب شادی ہوئی او سپر ہوئی جی بیوقوف و بد مزاج۔ اپنے گہر کے لاڈوں کی پٹی ہوئی۔ پہلی بسم اللہ ہل کے

پہلی نہیں چھوڑتیں۔ لڑا کا اس غضب کی کہ جسکی انتہا نہیں ذرا ہونٹ
 ہلائے اور پکڑ ہو گئی کھانا چاہے کیسا ہی خوش ذائقہ ہو بغیر کسی عیب نکالی
 کیا ممکن کہ نوالہ اوٹھائیں۔ چوٹھے میں جاے ایسا پتلا شروا۔ بوہائی بے مرج
 کی ہانڈی نگوڑی سیٹھی ہیکسی نہ جسکا آب و نمک درست نہ مسالہ ٹیک ہڈی
 کی کچا ہند چلی آتی ہے چپا تیان ہین کہ گاؤز ہانین لنبی تانت سی چلی جاتی ہین
 او سپر چھہ ہائی دھوئیں کی بو آٹا بطخون کے کھلانے کا یا مو اگھوڑے کا روادا
 ایک گیہون کے چار چار ٹکڑے۔ کپڑا نہ کہی پسند آیا ہینہ آئیکا۔ گلبدن۔ مشرق
 کہا دوسری بدتر ٹانگیں چلی جاتی ہین پھپھو لے پڑ گئے۔ تلل۔ تنزیب جھونا۔
 کتے کا کفن سوت کرتا برابر ملتے ہی نہیں۔ اطلس گرنٹ اب نہیں معلوم کیسی
 جہر جری پتلی مٹی جانے لگی۔ جسمین روئیں تک دکھائی دیتے ہین۔ میان کی
 عزت کا پوچنا ہی کیا مو امو نڈی کا ٹا جو انا مرگ کا خطاب۔ ذرا بات کی اور
 کاٹ کہا یا۔ مار پیٹ شرفا کا شیوا نہیں۔ چشم نمائی خاطر میں کون لاتا ہی بلکہ
 بے مارے تو بے یونہی کو سم کا ٹا بہتان لگائے جاتے ہین۔ مثلاً چلے بنے کسی وجہ
 گریں آئے۔ پکانے والی ہمیشہ کی پچیا نی اسپر بیگم صاحبہ کی منہ لگی ہوئی۔ ہر بات
 میں پٹاخ پٹاخ بولے چلی جاتی ہی ہندہ بشر ہونہ سے نکل گیا کہ خبر دار منہ سے
 چڑ پڑ نکلیا کر جھاڑ کا کاٹا ہو جاتی ہی زبان رکتی ہی نہیں منہ میں بو اسیر ہو گئی
 ہی وقت دیکتی ہی نہ بیوقت جب دیکھو حق ناحق کی ٹائیں ٹائیں آدمی کو مزاج
 دیکھنا چاہیے اب وہ برابر سوال و جواب بلکہ تھوڑا بہت مزاج کو چراغ پائون
 کرتی جاتی ہی چپ ہی نہیں ہوتی مجبور ہی درجے کو۔ چل چپ رہو۔ زیادہ

ہاک ہاک نہ لگا عورت سمجھ کے بن کچھ نہیں کہتا نہیں تو ایسا ٹھیک بناتا کہ یا کرتی
 چل میرے بیٹا اب آؤ تو جاؤ کہاں بیوی صاحب تو کڑک بجلی کی طرح گرج
 کے برس ہی پڑیں۔ رونا درکار کھڑی اور بیٹھی پیٹ رہی ہیں ہی میرے
 آدمی پہ رکھکے مجھے ذلیل کیا بُرا بہلا کہا۔ اپنی مان کی ہڈیاں چباؤں جو آج
 اس گھر میں کھڑے پانی پیوں۔ میانہ نکلو اوکھا روں کو بلواؤ کیا مجھ کوئی بیسی
 ویسی بیواری مقرر کیا۔ اسی تو بہ بین اون میں نہیں ہوں او بد مہری کی کچی
 مالزادی بیسواشتا کھڑی ہوئی دگرڑے کا منہ تکتی ہوا بتاک کہا رہیں ہلائے
 جا جلدی سواری لگوا۔ میں تخت سلطنت ہو تو یوں خاک میں ملا دوں۔
 گھر باریوں ملیا میٹ کر دوں۔ لو صاحب خدا کی شان خدا کی قدرت مجھ سے
 یہ بد زبانیاں یہ ذلتیں کا ہے کو او ٹھین گی۔ چہ خوش چوری اور سینہ زوری
 ایک تو ہم آپ کے نیک و بد سے خبر نہیں دن دن بہر جہان چاہیں یہ ہنڈلاتے
 پھر میں ہم ہیں اور گھر کی چار دیواری سارا دن کوئی ٹھکانا دالان کی دہتیاں
 پڑے گنا کرتے ہیں نہ اچھے کے نہ بُرے کے چپ چاپ دم سادھے بُرے کے
 جندڑے کو روتے ہیں اُس پر یہ غرے ڈبے گھر میں کیا قدم رکھا کہ مٹا ہلا کو گسسا
 کسی نے بات کی اور گلا دبانے کو موجود۔ کیونکر منہ میں چھو پا لگائے ہوں سے
 تو نہ کرے آج کو میری پکانے والی کی دہجیاں اوڑائیں ایک تن کے بہتر
 تن کیے۔ کل کو مجھے جوتیاں لگائیں گے اس سے پیچ پی ہزار نعمت کہانی بس
 ہو چکا چوڑ و بی بلی مرغانڈ ورا ہو کے جیسے گا ایسے خصم کو جھلسا مجھ میں اب
 کوفت کمانے کی طاقت نہیں رہی بس بہت برداشت کر چکی۔ آج ہی تک کا

ساتھ تھا۔ چلو چشکارا ہوا خانہ آباد دولت ایزاد۔ تمہاری یہ راہ تو ہماری وہ راہ
 بین کہتی ہوں یہ اپنے دل میں سمجھے کیا ہیں۔ روٹی رزاق کے ہاتھ ہے۔
 جہان بیٹھ جائیں اور چار کو دیکے کھائیں ایسے کچھ ناخون نہیں گر گئے۔ لوصحاب
 جب تک میں کچھ خیال نہیں کرتی اور سچ تو یہ ہے کہ خیلا نے سے اپنے خراب ہوں
 ہزار خرابی تیرے میرے کتے سے تو بڑی بہت تھو تمبو ہوئی نہیں تو چراغ پاؤں
 ہو کے ہتھے پر سے اوکڑی جاتی تھیں غرضکہ میان کہیں دن تو بیوی کہیں
 رات ذرا سی بات میں شکایتیں ہیں کہ پڑی بازاروں میں کو دتی پہرتی ہیں
 محلے کی کوئی بچپانی آئی اور خلا ملا کر کے سر پر بٹھالیا۔ اور شکایتوں کے
 طومار کا دفتر کھلا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ای بیوی خدا اس زندگی سے
 موت دے مجھے اپنے پیارے دیدوں کی قسم جان تک دو بہرہ کیا کروں کیا
 نہ کروں کہ ہر سر پیٹ کے نکل جاؤں دل چاہتا ہے کہ گریبان چیروں اور
 سر بھر انکل کڑی ہوں خصم ہے کہ نگوڑا دل کا زخم۔ مرد وا گھر میں کیا آیا کہ
 زمین آسمان سر پر اوٹھالیا کہی سید ہی طرح بات نہیں نصیب ہوتی ہم نہیں
 جانتے کہ دو کڑی بیٹھ کے پیارا خلاص سے بات چیت کرنا کس چڑیا کا نام ہے
 برسوں ساتھ کو گزر گئے آنکھیں پھوٹیں جو دیکھا ہو کہ میان دھیلے کی مٹی لائے
 ہوں سرمہ خریدا ہو۔ ارے تو بہ مرد سے ٹوکروں بہرہ کے مٹھائی پہلوں کا
 گنا خوشی خوشی گریں لاتے ہیں یہاں اسکا ذکر ہی کیا کہی خواب میں ہی
 نہیں دیکھا۔ ہر مجال نہیں نکمہ سے آدمی بات تو نکالو۔ ذرا ہوں سے
 تون کی اور غرائیل گلا دبانے کو موجود ہے دُنیا جانتی ہے کہ میکے کا رستہ

کسی نے نہیں بند کیا یہاں جمّا جمّا (جمعہ جمعہ) آٹھ ہفتہ فواتوار دس سال پیر
 گیارہ منگل بارہ بدھ تیرا جمعرات چودہ دن ہوئے کہ بہا ہی امان کی کچھ خیر
 خبر تک نہیں معلوم کل کہیں مجھ بختی کے منہ سے نکل گیا کہ میرا دل بہت گہرا تا
 ہو جی چاہتا ہی دو چار دن کو ذرا کڑے ترے ہو آؤں پہر چیلو گیاں تہیں کہ
 اللہ دے اور بندہ لے وہ وہ کلّاح کی باتیں کہ سبحان اللہ ہاں ہاں کیوں نہیں
 بیشک ٹھیک بہت دن گذر گئے۔ اُخوہ پہر تمہارے گہرا لے کہ ہمیشہ کو عاشق زار
 جب دیکھیے دن میں بارہ آدمی خبر اتر کو چلے آتے ہیں تل پھوٹی خیر صلاح
 منگائی جاتی ہو۔ لاجول ولا قوۃ تو بہ کر کے کہتا ہوں میں تو کبھی یسوں کے
 نام پر جوتی بھی نہ ماروں میرے باپ ایسے ہوتے تو ایسا (دیکھی) گنج میں بدلو اڈا لیا
 پانچاس میں مکے پھری کھڑا کر کے بیچتا۔
 پھر ہن بولو مجھے بُرا لگے کہ نہ لگے میں ساری پیری بن آگ جلون کہ نہ جلون
 لے اب فرمائیے کہ بیوی صاحب کیا ایک قر خدا ہو۔



ينقت ترمه‌زون نامه هجر مرحوم

پندت ترہون ناتھ صاحب سیر و مختلص بہ ہجر

حضرت ہجر کے والد ماجد کا نام پندت شہسہر ناتھ صاحب سیر و مختلص بہ ہجر تھا حضرت ہجر شہسہر میں تحصیل خلیا میں پیدا ہوئے تھے۔ مگر زیادہ تر سکونت سے فیض آباد فیض آباد رہا۔ علوم مشرقی کی تعلیم زمانہ کودستور کے مطابق مکتب میں حاصل کی انگریزی میں کینگ کالج لکھنؤ میں اہل علم کے ساتھ تعلیم جاری رہا لیکن امتحان کی ناکامیابی نے دل توڑ دیا۔ اس سلسلہ کو ترک کرنا مناسب سمجھا۔ بعد ازاں فکر معاش میں اودہ کے مختلف ضلعوں میں گومتے رہے۔ آخر کار گوندہ میں مستقل سکونت اختیار کر لیا اور وہ کیا تھا۔ مگر گردش تقدیر نے جین نہ لینے دیا۔ دو سال گزرے تھے کہ دردِ زانو کی شکایت پیدا ہوئی۔ مرض نے نہایت طول کھینچا مجباً ہو کر فیض آباد علاج کے لیے واپس آنا پڑا۔ یہاں چھ مہینے بیمار رہ کر مطابق ماہ مایچ ۱۹۲۳ء حضرت ہجر نے احباب کو دلخ مفارقت دیا۔ تحیناً ۹۳ سال کی عمر پائی۔

حضرت ہجر ان چند حضرات میں ہیں جنکی شہرت کا آفتاب اودہ پنج کے مطلع سے چکا ہو۔ منشی محمد سجاد حسین صاحب فرماتے تھے کہ اودہ پنج کے پہلے خریدار حضرت ہجر تھے اور سال بہر تک قریب قریب ہر پرچہ میں آپ کے ایک دو مضامین شائع ہوا کرتے۔

اودہ پنج کے علاوہ آپ سنجیدہ مضامین مختلف رسالوں اور اخباروں میں لکھا کرتے تھے یہ امتیاز زیادہ تر مراسلہ کشمیر مرآت الہند۔ وکیل ہند وغیرہ کو حاصل ہوتا تھا۔ مامیت خواب نفس مارہ، ”مشرقی تہذیب“، ”مسئلہ ویدانت“ وغیرہ پر اکثر مہر کے مضامین لکھے جو کہ بعد از کی سلاست و پاکیزگی اور خیالات کی بلندی کی وجہ سے پسند عام اور قبول خاص کا شرف نصیب ہوا۔ حضرت ہجر کو شاعری کا بھی مذاق تھا۔ قدر بلکہ اسی زور افسانہ مرقدہ کے شاگرد تھے۔ اردو سے تو انکو خاص دلچسپی تھی اسکے علاوہ منشی محمد سجاد حسین صاحب فرماتے تھے کہ فارسی کا

کلام انکا خوب ہوتا تھا۔ اکثر احباب کے جگٹھے دریا کاندے ہوتے تھے وہاں حضرت ہجر برجستہ اشعار تصنیف کیا کرتے تھے۔ غزل کم کہتے تھے۔ سہ سہ کارنگے یا دہ پسند خاطر تھا۔ اس قسم کی نظموں میں لسان الغیب کشمیر۔ کچا چٹھا۔ نوحہ کشمیر و فغان کشمیر نے زیادہ شہرت پائی۔ مگر افسوس ہو کہ انہوں نے اپنے کلام کی قدر نہ کی خدا جانے یہ کیا قدرت کار نامہ کہ اکثر صاحب اپنے جوہر کی قدر نہیں کرتے۔ ایسے مرحوم نے کہا خوب کہا ہے

کس طرح دست درتھے تو سخن کی ہونٹیں مرتبہ مشک کا آہوئے ختن کیا جانے
 چنانچہ حضرت ہونے کہی کسی مضمون یا نظم کا مسودہ اپنے پاس نہیں رکھا حافظہ خوب
 تھا نظم کا کلام ازبر رہتا تھا۔ شاید یہی وجہ اس بے توجہی کی ہو۔ لیکن انکے مرنے کے بعد
 بابو گنگا پرشاد صاحب درماڈیٹر اخبار ایڈوکیٹ و ہندوستانی نے کچھ انکا کلام جمع
 کر کے ترتیب دیا تھا اور یہ ارادہ تھا کہ ایک مجموعہ کی صورت پر شائع کیا جائے مگر شومی
 تقدیر سے وہ بھی تلف ہو گیا۔ ایک مسدس انکا موسوم بہ کچا چٹھا اکثر بزرگان قوم کے
 پاس موجود ہو۔ یہ وہ نظم ہے جو کہ انہوں نے ایک قوی جگر ٹے کے موقع پر تصنیف کی تھی
 اسکے پڑھنے سے انکی زبان دانی اور جوش طبعیت کا اظہار ہوتا ہے اس نظم میں نہ رنگین
 بیانی کو دخل ہو نہ زیادہ تر تشبیہوں اور استعاروں سے کام لیا جو سید ہی سید ہی
 باتیں ہیں مگر گرمی تاثیر سے مالا مال۔ چند بند بدیہ ناظرین ہیں۔

عداوت کے شعلے کو بڑھانے والو جمالت کی زنجیر کھڑکانے والو
 دلون کو ضعیفون کے دھڑکانے والو نیاروزاک جوڑھ پڑکانے والو

یہ کیا نت نئی شعبہ بازیان ہیں

یہ کیا قوم ہیں رختہ اندازیان ہیں

یا ایک مقام پر لگا کر کہتے ہیں یہ

اگر لکھنؤ میں تہیں یا خدا تھے بڑے نیک طینت بڑے پارسا تھے

اگر قوم میں تم ہی دہرم آتا تھے بڑے پاک باطن بڑے پارسا تھے

تو بہتر تھا اگر بار سب تیاگ دیتے

چلے جاتے کاشی بن سیناس لینے

یا قوم کی حالت زار کا نقشہ یوں کینچتے ہیں۔

ہر اک قدم میں حیدر خوجا ہے نہ وہ صحبتیں ہیں نہ وہ انجمن ہے

بدی پر پیر ہر سال چرخ کن ہے نہ ہے جوش قومی نہ حب وطن ہے

محبت ہے باقی نہ الفت ہے باقی

پڑی قوم میں ہر ہے نا اتفاقی

محرم الحرام

دل کو میرے شغلِ غم ساری کا ہی غفلت میں بھی طور ہو شیاری کا ہی
گردون کو اگر ہی سرکشی کا غرہ ہلکو بھی غم و رخا ساری کا ہی

یا حضرت! ذری اور مخاطب ہو جیے۔ واللہ۔ واہ مانتا ہوں۔ کیون نہو۔
ہم پر تاب گڑھ سے ننگے پاؤں نہا منہ سر پر بھوسا اڑاتے۔ خاک بھانکتے
محرمی صورت بنائے آندھی کی طرح چلے آتے ہیں اور آپ ہیں کہ چپ چاپ
مزے سے منہ میں گھنٹنیاں بھرے۔ کانون میں تیل ڈالے۔ لحاف میں
دبکے پڑے خرامٹے لے رہے ہیں۔ اے سجان اللہ بس آدھی ہو تو آپ سا ہو۔
لے آپ کو واللہ ہو۔ اٹھیے بھی بعد عشرے کے پیٹ بھر کے سو لیجیے گا۔ اسے ہی
آپ کا سونانہ ٹھہرا ہمارا نصیب ٹھہرا کہ ایک مرتبہ جوبلی تان کے اٹھا غفیل ہوتا ہی
تو بس گھوڑے ہی بیچ کے سویا۔ اور پھر سح

کچھ ایسا سویا کہ پھر نہ جاگا تھکے اُسے ہم جگا جگا کر

آخر آپ ہیں کون۔ کہاں سے آنا ہوا۔ الحمد للہ آپ خیر سے جاگے تو مسافر و کا پتا نشان کیا۔
گو صورت دریا ہمہ تن جوش ہوں میں لب خشک ہیں چشم تر ہو خاموش ہوں میں
کیا پوچھتے ہو مقام و مسکن کیسا مانند جباب خانہ بردوش ہوں میں
آخ آہ آپ ہیں۔ بسم اللہ۔ آئیے بنگلہ تو ہو لیں۔ حضرت یہ محرم میں سفر (صفر)
کیسا۔ جی یہ زمانہ ہی اُلٹاوشی ہو پڑے دن کی خوشی اور محرم کے ماتم کو نہ دیکھ لیجیے
ماشا اللہ کیا اجتماعِ ضدین ہوا ہی۔ ہاں یہ تو فرمائیے کیونکر آئے نہ سناں

کمان کھٹ سے موجود۔ ای حضت یہ نہ پوچھیے۔ آئیے تو اس طرح سے آئیے جیسے
 ہندوستان میں ادبار۔ مدراس میں
 قحط۔ سلطنت عثمانیہ میں زوال۔ کابل میں روسیوں کی سفارت۔ ویسی
 اخباروں میں اکت فوجشہم بدو و آپ کی آمد آمد نہوئی قیامت ہوئی۔ مرگ مفاجات
 ہوئی۔ آئین یہ کیا؟ حضت۔

قدم نامبارک مسعود گربد ریار و دبر آرد و دود

ابھی کل کی بات ہی اینجانب پر تاب گذھ میں بیٹھے عید الضحیٰ کی خوشیاں
 منارہے تھے۔ لکھنؤ کیا آئے کہ ریل سے اترتے ہی چھینک ہوئی۔ پہلے ہی پھل
 حضرت محرم سے مصافحہ کرنا پڑا۔ اور گستاخی معاف آپ بھی بس مل میں دعائیں
 بھی دیتے ہونگے کہ اچھے آئے تمام شہر میں گرام مچکیا۔ محلوں میں پٹس پڑ گئی۔
 ہر سمت سے سینہ کو بی کی آوازیں آنے لگیں۔ جس کو چے میں نکل جائے روزا بیٹا
 بچا ہوا ہی۔ کیا امیر کیا غریب سب کے ہاں ماتم ہو رہا ہی۔ اشعار بھی پڑھ جاتے ہیں
 تو سوزا درد رو کے اب بھی گھر سے ساعت واعت بچار کے چلا کر ننگے۔ لے اس
 دھڑے کو تو ریل بیگ میں نہ کر رکھیے۔ اور یہ فرمائیے کہ کمان کے سیر سپاٹے کیے۔
 کیا کیا مزید اریان دیکھیں۔

بہٹی لکھنؤ کا بھی محرم یاد رہے۔ ہم خرم و ہم ثواب۔ دنیا اور عقبی دونوں کے
 فائدے۔ زیارتوں میں قند مکر کی حلاوت۔ روحانی اور جسمانی دونوں لذتیں۔
 اور ہکو تو آپ بخوبی جانتے ہیں۔

دارم ز کفر و دین بہر یک قدم دو سیر من میروم بہ کعبہ دل میروم بہ دیر

رات کے آٹھ بجے ہو گئے کہ بندہ درگاہ کوٹ و تپلون ڈانٹ چھڑی ہاتھ میں لے
سیٹی بجاتے رپ رپ چل کھڑے ہوئے اور آنا نانا میں دن سے نجف اشرف
داخل۔ ای سجان اللہ روشنی تھی کہ ایک نور کا دریا موجیں لے رہا تھا سترکین
صاف اندھیری دو طرفہ ٹینوں پر گلاس روشن۔ مقام پاک و مقدس ہر ایک
چیز موزون و مختصر اور پھر کیوں نہ ہو۔

ہم شان نجف نہ عرش الہی ٹھہرا میزان میں یہ بھاری وہ سبک ٹھہرا
اس پلے میں تھا نجف اور اس تلے عیش پہونچا وہ فلک پر یہ زمین پر ٹھہرا
وہاں سے جواڑ بچھو ہوتا ہوں تو دار و فہ میر و اجد علی صاحب مرحوم کے
امام باڑے میں جادھکا۔ سچ پوچھئے تو دار و غم صاحب کے فرند ارجمند نے
اچھا نام روشن کیا تھا۔ سو سچ کبھی کی روشنی قابل دید تھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا
کہ کوہ نور دمک رہا ہی۔ وہاں سے جو طرارہ بھرا تو جہم سے جو کمین۔ دوکان میں
سچی ہوئیں۔ ایک طرف کوئلے۔ نارنگی۔ امرود۔ کیلون کے ڈھیر لگے ہوئے۔
دوسری جانب سیب۔ انجیر۔ انار۔ بادام۔ چلوڑے۔ پستے۔ کشمش۔ منقے
خوبانی۔ انگور کی قطیان اور اخروٹ دھرے ہوئے۔ حلوائیوں کے خواہنوں میں
چاندی کے درق لگائی ہوئیں برنیاں۔ چلیبی۔ لڈو۔ پیرے۔ کھا جا۔ امرتی۔
قلاقند۔ پیٹھے کی مٹھائی۔ گرام گرم نان خطائی۔ حلوا سوہن۔ کڑا کے دار پوڑیاں
سحری کے کوزے۔ قند۔ لوزیات۔ بعنوان شایستہ چھنے ہوئے۔ ایک عجیب
لطف دے رہے تھے۔ "نو بہار گوٹا، صداکان میں آتی تھی آدمیوں کا وہ
اثر دہام تھا کہ معاذ اللہ۔ سترکین کچھا کچھ بھری ہوئی تھیں۔ کھوے سے کھوا

پھلتا تھا۔ تل دھرنے کو جگہ باقی نہ تھی۔ تھالی اگر پھینکتے تو سرون ہی پر جاتی اور رائی چھٹکاتے تو زمین پر نہ آتی۔ آپکا کار سپانڈنٹ بیٹھڑ بین پہنچتے ہی۔ اوپر اُچکا۔ اُچکتے ہی کی دیر تھی کہ پھر کیا۔ چڑھ مار گولر پا کے۔ چڑھیں ان لیتا ہوا آغا باقر کے امام باڑے تک جاتے کچھ نہ نکل گیا۔ وہ دھکم دھکا ریلیم ریل تھی کہ اکھی تیری پتاہ۔ جسکا زمین سے پانون اُٹھ گیا۔ بس ہاتھوں ہاتھ معلق جا رہا ہوں اس مقام پر اکثر اصحاب کو ہم نے اُدھر اُدھر دست شفقت پھیرتے بھی دیکھا۔ لیکن بہتے پر ٹوکتا مناسب نہ جانا۔

وہاں سے حیدری کے امام باڑے کی طرف رخ کیا۔ اور نئے محل کی زیارت کرتے ہوئے پچھلے پاؤں پلٹا۔ بنی حیدر جان کے سوز سنے۔ کیا کیا چھوٹیں لی ہیں کہ واہ جی وا۔ وہ رکھب گند ہار لڑتی ہوئیں ٹیپکا تانین تھین کہ سبحان اللہ سبحان اللہ۔ ایک ہی مصرعے کی تقسیم بین ملتان۔ سری راگ۔ اور بیرون کی بھاؤن دکھائی دی اور پھر کیا مجال کہ پڑھتے وقت چرٹے پر شکن آتی ایسا گلے کا پوچ اور آواز میں سوز و گداز دیکھا نہ سنا۔ بارہ بجے ہوئے کہ جلسہ برخواست ہوا اور دروازے سے قدم باہر رکھا ہی تھا کہ ایک سمت سے یہ آواز کان میں آئی کہ بھئی پھرتے ہیں جوان بانگے۔ ترچھے۔ ٹوڑے تاکے کس مہجین کو کس کو گھوڑے آؤ آؤ حسین آباد چیلین وان ہوتے ہیں سال بھر کے وعدے پورے حسین آباد کے کیا کہتے ہیں۔ روشنی چشم بد دور۔ نور علی نور تھی۔ ہر در و دیوار پر کنول روشن۔ جھاڑ۔ فانوس۔ مرد گیان۔ ہانڈی گلاس جگمگا رہے تھے۔

دشکن کی اب حاجت ہی کیا ہو۔

دوسنہرے پتلون کے ہاتھ میں زنجیر اور اس میں روشنی کے گلاس تیل تہی سے درست اس طرح آویزاں تھے۔ کہ شب بیدار میں کمکشان کا جو بن دکھاتے تھے۔ کینوئین پرتلیو کا وہ نکھار اور رنگ و روغن تھا کہ بے اختیار پیار کرنے کو جی چاہتا تھا۔

غلامیہ کہ اس سال حسین آباد پر فضل حسین تھا جو سب چیزوں میں ایک عمرگی اور قرینے سے تھیں۔ انتظام بھی ماشاراقتہ وہ تھا کہ صلے و جلتے۔ خدا آئندہ سال بھی یہی رنگ و روپ رکھے۔ صبح ہوتے تعریوں کی سیر میں دکھیں انکے کی ضریح میان خدا بخش کی بنائی ہوئی اس آن بان سے نکلی کہ یہی معلوم ہوتا تھا کہ چاندی کی ضریح ڈھال کے طیار کی گئی ہے۔ کاظین اور تال کٹورے کے جھگڑے بھی بدتون یاد رہیں گے۔ بڑے بڑے نواب اور اونچی اونچی رندیاں ننگے سر برہنہ پاؤسی دن دیکھنے میں آئیں۔ حضرت ریخ و الم کا تو نام ہی نام تھا۔ یار لوگوں کے اندھیرے آجائے مطلب براری خوب ہوئی۔

نی گوہر کا بے ساختہ بن بھی نہ بھولے گا۔ وہ اودے پھول گرنٹ کا انگر کھا۔ سبز اطلس کا چست گھٹنا۔

بڑی تھیں لباس چست معقول کا نون میں سیاہ تھے کرن پھول ہاتھوں میں کلا بتوں کی لچھیان۔ کربب کی گوٹدار رضائی عجیب ستم ڈھاتی تھی۔ لے حسنت اب طبیعت کی کیفیت دگرگون ہے۔

ٹیس پھر اٹھنے لگی پھر اسی ڈکھنے گھیرا پھر کراہا دل بیمار حسد اخیر کرے اب کھنا و کھنا خیر صلاح۔ آئندہ سال انشا راقتہ دیکھا جائے گا۔

ڈری بالنع پڑھے گا۔ بڑا اندواہ بخوٹ بھی کپڑا ہے۔

نشہ کی تزنگ

منگاکر آٹا اور سستی کرا فیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے جناب اودھ پنچ صاحب۔ واللہ ہر کل مکتب میں کیا جی خوش ہوا ہے کہ
 قسم ہے جناب امیر علیہ السلام کی یہی بار بار دل چاہتا تھا کہ اللہ رکھے منے مرزا کو
 ایک دم چاتی سے جدا نہ کروں۔ بخدا کیسے سچ کہا ہے تخم تاثیر صحبت اثر۔ بابت پوت پر اپت
 گھوڑا کچھ نہیں تو تھوڑا تھوڑا۔ پھر آخر اچھے مرزا ہی کے تو صاحبزادی ہیں شاہد اللہ
 سے وہ بلا کی طبیعت پائی ہے کہ حصف کیا عرض کروں مجھ تو رہ رہ کر یہی خیال آتا ہے کہ
 یہ دن سن۔ نام خدا اٹھتی جوانی ہنوز مسین بھی اچھی طرح نہیں بھیگی ہیں اور یہ فکر
 آسمان پیا خدا چشم زخم زمانہ سو بجائے وہ پیاری طبیعت پائی ہے کہ بجان اللہ بچہ باوجود
 صد ہا نوکروں کے اچھے مرزا اپنی ہاتھ سے چلم بھر کر دیتی ہیں اور پھر میں اُس چلم کی کیا
 تعریف کروں جس میں تلوار اور چار توڑے اور ہر مرزا یہ کہ چاروں کی کیفیت نرالی ایک جلا
 دوسرا موجود ہر کس شربت کا گھونٹ دھوئین کی یہ لطافت کہ ہوا اول ہوا آخر۔
 ہاے لال لال سچے کو لون کو اس ترکیب سے جانی ہوں کہ تحریر اقلیدس کی حسن شکل
 سے چاہیے بڑا لیجے اگر سر موفرق ہو تو ہاتھ قلم کر ڈالیو ایک حقہ ہی نہیں چاند و کا
 قوام وہ پیر یا تیار کرتی ہیں کہ بس اور کیا کہوں ہاتھ چوم لے۔ اور سبھی انکی سی محنت
 کوئی کر تو لے جناب سید الشہد کی قسم کہا کی کتا ہوں کہ انیوں کو بانات کو ٹکڑے
 میں کم سو کم دو سو مرتبہ تو معطر کرتے ہیں اُنوقت اسکی رنگت دیکھو سے تعلق رکھتی ہے

ہو ہو خون کو تر بو باس صلتے و جلے واللہ ہی ایک مرتبہ نگاہ بہر کو دیکھ لیجیو دودن تک
 چسکی کی حاجت نہوا در پہر میں آپ سے کہوں وہ انکی تباہی کی پٹ ڈال دینا
 ستم ہی برپا کر دیتی ہو کیا مجال کہ کہیں چھینٹاڑ کے تو۔ ایک دم میں طبیعت بلغ باغ
 ہو جائے خیر یہ تو انکے بائین ہاتھ کا کھیل ہو موزونی طبع تو انکے حصی میں پڑی ہو
 ادھر آپ فی شعر پڑھا اور ادھر جواب لیجیو۔ اور تو اور شیخ سعدی کو کلام کی نصیح کر ڈالی۔
 اور پھر کیسے کیسے مصرعوں چپان کی ہیں کہ جنکا جواب نہیں۔ اعجاز کی تو بجا ہو حضرت آپسند
 کرین یا نہ کرین ہماری امت والوں فی تویہ دلیں ٹھان لیا ہو کہ اب کریم کے عیوض
 یہی اشعار بچوں کو پڑھایا کرینگے جس سے دنیا و عقبی دونوں ہاتھ لگیں۔ حضرت فرماتی ہیں۔ کہ
 میرے ساتی چاند و کا چھینٹا پلا کہ ہستم اسیر کمند ہوا
 مزا کیر کیرا ہو گیا دے چرس ندریم غیہ راز تو فریاد رس
 خوش از چاند و بازی و گر کا نیست وزین گرم تر باسج بازار نیست
 مدک چون مس قلبے اکیماست کہ افیون ہمہ درد ہارا دو است
 اگر چاند و بازی تو کراخت یار شود خلق دنیا تراد و ستار
 یہ افیونین کی کمر خم نہیں ہند شاخ پر میوہ سر بر زمین
 کمر خم ہوئی رنگیا مغز و پوست تواضع ز گردن فرازا نکوست
 مدک کش لگائے اگر دم سچیل زند سوزا و شعلہ در آب و گل
 ادھر لاؤ حشہ لگاؤ نہ دم کہ ناگہ شود سر بر کالعدم
 جو افیون پیے ہے وہی آدمی نزدیک مردم بحر مردمی
 میان ہجرینک میں آٹھون پہر بغفلت مبر عمر دروے بسر

لسان الغیب کشمیر

سنبھل قومی اعزاز کے کہو نیوالے زمانے میں تخم حسد بونے والے
جہالت کی چشمے سے منہ دہونیوالے خبردار اوبے خبر سونے والے

گٹا کی طرح چارہ ہی ہے تباہی

تری قوم پر آرہی ہے تباہی

ترے ساتھ کیا قوم نے کی بُرائی جو گناہ فرست ہر جا گمائی
یہ کیا نفرت ڈالنے کی سمائی چٹے باپ سی بیٹے بہائی سے بہائی

بہلا مقتضای ریاست یہی ہے

شرافت یہی ہے نجابت یہی ہے

تری قوم کو اس عداوت نے کہو یا جہالت نے کہو یا حماقت نے کہو یا
بنا گمرائیری عادت نے کہو یا تجھے فخر بیجا کی شامت نے کہو یا

وہ حالت ہو جس کا سدھرنا ہی مشکل

تہ آب سے اب اوہرنا ہے مشکل

یہ سودا سمایا ہے کیا تیرے سر میں جو شافین نکالی ہیں جوٹی خبر میں
ہے بچہ مچی جیف ہر ایک گھر میں لڑائی ٹہنی ہے پدراورپس میں

جو چندے رہی یونہیں بے اعتدالی

تو پھر قوم کا بس ہے اللہ والی

یہ ذاتی تشخص یہ نخوت کہاں تک یہ پندار یہ عجب ثروت کہاں تک

ایکا نوں سے اپنے یہ نفرت کہانتک یہ مینڈھے لڑانے کی عادت کہانتک

ذرا کہول کر کان سُن اس سخن کو

ہے درمیش چہ آخرش چاہ کن کو

یہ انصاف سے توئی کیون منہ کو موڑا یہ آغوا کا کیون تو نے طوفان جوڑا

خور و نوش کیوں اپنے بہائی کا چوڑا یہ کیون سلسلہ حب اخوت کا توڑا

یہ نفسانیت کیا سمائی ہے سرین

یہ اخراج جائز ہے کس شاستہ میں

بہلا پنڈتوں سے ہوتا ہی لی تھی جراثیم کی مجسم سے تحقیق کی تھی

کیٹی میں پستک ہی کوئی اٹھلی تھی کچھ انصاف بھی ان تہا یا دل لگی تھی

یہی طور پنچایتوں کا اگر ہے

سزاوارا خراج پھر ہر بشر ہے

جہان ملگئے چار ہرقوم بہائی شکایت کسی نے کی کی سنائی

تو پھر کسکا اظہار کسکی صفائی وہیں فردا خراج دستخط کرائی

ہوئی گشت شہروں میں اور سب جانا

کہ خارج ہوا قوم سے ہے فلانا

یہ احسراج کا گرہا تازیانہ کہانی رہی یہ - یہی گرسا نہ

تو آتا ہے نزدیک وہ بھی زمانہ کہ اوٹھیکا کل قوم کا آب و دانہ

مزا ہے یونہیں نت نیا تفرقہ ہو

یونہیں قوم میں تعمیر تحجر ہے ہو

مری قوم کے پیارے کشمیری بہائی یہ ہٹ دہری کیوں اتنی دلیں سمائی
گستاخوت کی کیوں ہی آنکھوں پہ چائی سمجھہ ہو جھکر کیوں ہے ذرا عتنائی

ذرا دل میں سوچو تو اللہ صاحب

زبان پر ہی کچھ دلیں کچھ اہ صاحب

بمجبوری دستخط کا کرنا غضب ہی بزرگوں پہ الزام دھرنا غضب ہی
اسل خراج سے آپ ڈرنا غضب ہی مخالف کے آگے مکرنا غضب ہی

وہی ہو گا قسمت میں جو کچھ بدائی

رضائے خدا رستی میں سدا ہی

یہ غالب ہوئی دنیوی تم پہ عبرت کہ دنیا کو عقبی پہ دی تو نے سبقت
بڑی ہی ایسی تحویف بجا کی عزت گشتائی نگاہوں سے ایمانی وقعت

نہ ہے اور نہ ہو گا یہ مسلک ہمارا

مبارک تمہیں دہریہ پن تمہارا

کھلے بندوں ہو تل میں جانارواہی گلاسوں کا منہ سے لگانارواہی

برانڈی کی بوتل لندھانارواہی مٹن چاپ کٹکٹ کا کمانارواہی

پیو برون بے کٹکے اسٹیشنوپر

اوڑاؤ لیمونڈ سوڈا و جینر

کرو سر کو چپ چپ کر گرم تو جائز عبادت کرو ادلٹی دائم تو جائز

جو گھر ڈال لو کوئی خاتم تو جائز شکر شیر ہو جاؤ باہم تو جائز

وہی کر دین جسکو کچھ حوصلہ بین جو سچ پوچھو دولت کر سب چوچھو بین

طوائف سے ہو کر مجبوشی تو واجب ہم ملے ہو یا دہ نوشی تو واجب
امیر و ن کی ہو خیر کوشی تو واجب جو دانستہ ہو چشم پوشی تو واجب
مدت چاند و اقیون سے تم کو جائز
دواء ہر اک چیز ہے تم کو جائز

ان افعال پر نکتہ چینی خطا ہے رئیسوں کو ہر فعل کرنا روا ہے
نہ معلوم کیا کیا دلون میں بہر ہے اسل خراج کا اور ہی مدعا ہے
کلب اور اغوا کا ہے اک بہانا
غرض قوم پر ہے دباغت جتانا

ارے جوش قومی کہاں ہے کدہری یہ کیا ہو رہا دیکھ شام و سحر ہے
کبھی تیری انصاف پر بھی نظر ہے تری قوم کی دیکھ حالت تیری
جو مفلوک ہیں یا کہ ہیں صاحب زر
نگا ہوں میں تیری تو سب ہیں برابر

جو مارل کرج کا نتھے ہے سہارا دباغت یہ کب ہوگی تجھ کو گوارا
اگر تو بھی اس وقت ہمت کو ہارا چین خوف بجا مبارک شمارا
یقین یہ نہیں تیری ہمت جو کم ہو
یہ ممکن نہیں تو نہ ثابت قدم ہو

کسی نے بھی اخراج ایسا سنا ہے کبھی ایسا کشمیر لون میں ہوا ہے
سمجھنے کے قابل یہ گل ماچرا ہے یہ ذاتی عداوت نہیں ہی تو کیا ہے
بجھا تو ہیں ثالث لگی اپنے جی کی صدا بھی نہیں سنتی ہم مدعی کی

یہی آجکل چار سو گفت گو ہے کہ یہ قوم بھی جیت گیا جنگجو ہے
اکٹے مرتے آپس میں ہیں ایسی خوبی بہلا کیوں نہو آخرش لکھنؤ ہے

ولایت کا جو نام تکے وہ خارج

جو جانے کی ترغیب تک دی وہ خارج

نہ دستخط کرے بند پر وہ بھی خارج مخالف اگر ہے پسر وہ بھی خارج

موافق نہیں گر پر وہ بھی خارج کرے جو اگر یا مگر وہ بھی خارج

یہ اخراج کا مادہ پاک رہا ہے

ہر اک ”برطوت“ برطوت“ پاک رہا ہے

بڑھ ہی اس قدر ہجس نا اتفاقی گئی چوٹ آپس کی سب خوش مذاقی

محبت کی بُت تک رہی اب مذاقی نہیں ہوتے بہائی سے بہائی ملاقی

پہنسی قوم ہی ظلمتِ ماومن میں

ترقی کا چاند آگیا ہے گمن میں

نواب سید محمد صاحب آزاد آئی۔ ایس۔ او

مشرقی بنگال کے ایک سربراہ آردہ اور دو تہذیب خاندان کریمین سہ ماہی میں پیدا ہوئے۔ اور اوائل عمر میں تعلیم بھی وہیں پائی فارسی وار دو کی تعلیم ایک نامی استاد یعنی آغا احمد علی اصفہانی مصنف موبدیر بان کے زیر نگرانی پائی۔ آپ استاد کے نہایت رشید شاگردوں میں سے تھے۔ اُس زمانہ میں اول تو انگریزی تعلیم کا چرچہ دیسی ہی بہت کم تھا۔ پھر بنگالہ کے مسلمانوں میں تو صرف شاذ و نادر اصحاب اس طرف توجہ کرتے تھے۔ چنانچہ آپ اپنے ایک خط میں فرماتے ہیں ”انگریزی میں مجھے انٹرنس فیل ہونے کی عزت بھی حاصل تھیں ہمارے وقت میں ہمارے شہر کے مسلمانوں کو انگریزی خوانی سے مطلق رغبت نہ تھی۔ میں نے تقناً چند روز انگریزی پڑھی تھی اور ۳ سال کلج بھی کیا تا اُسکے بعد پراپنے خیم غظم نواب عبداللطیف صاحب بہادر مرحوم کی صحبت بابرکت میں کلکتہ میں رہ کر کتب بینی سے سیکھ کر انگریزی حاصل کی اور پھر نوکری اختیار کر نیکے بعد بشرط ضرورت اپنی انگریزی کی تکمیل کرتا رہا۔“ سرکار انگریزی کی ملازمت عہدہ سب رجسٹرار سے شروع کی لیکن رفتہ رفتہ مختلف مدارج طے کرتے ہوئے کلکتہ کے پریس منسٹری میں رجسٹرار اور آخر میں انسپکٹر جنرل آف رجسٹریشن ہوئے۔ دو دفعہ بنگال کونسل کے ممبر منتخب ہوئے اور نہایت نامزد دہوی اور آئی۔ ایس۔ او۔

۱۔ غالب مرحوم نے برہان قاطع لغت یکی ردین ایک کتاب موسوم بہ قاطع برہان لکھی تھی اس کے جواب میں آغا احمد علی صاحب نے موبدیر بان لکھی تھی جس کا جواب مرزا صاحب نے تیغ تیز سے دیا تھا اور پھر اس کا جواب ابوالخاں صاحب نے شمشیر تبریز سے دیا تھا اس علمی معرکہ کا پورا قصہ مولانا مرحوم نے یادگار غالب میں بیان کیا ہے۔

کا خطاب پایا ۱۹۱۲ء میں اپنے فرائض سرکاری سے سبکدوش ہو کر نیشنل اور کنگڈم بین الاقوامی
 اخباری مضامین نگاری کا شوق شروع ہی ہوا۔ پہلے فارسی اخبار دو بین میں
 کہ جو سلم ٹریری سوسائٹی، کابلر چہ تمام مضمون لکھنے شروع کئے۔ یہ نہایت خوشگوار زمانہ
 تھا رفتہ رفتہ اردو میں مضمون نگاری کا شوق ہوا۔ سب سے پہلے اودہ اخبار میں لکھنا شروع
 کیا اور ۱۹۱۶ء سے یہ سلسلہ برابر قائم رہا۔ اکثر مضامین آپ کے اکمل اخبار، دہلی، آگرہ اخبار،
 سفیر دہانہ، اخبار الاخبار میں بھی نکلے مگر آپ کے شہرت پہنچی اودہ پنج کی شہرت
 کے ساتھ ہی ہوئی۔ خاص کر آپ کا تو ابی دربار کہ جو ۱۹۱۷ء میں بطور ناول کے
 بیچ میں شائع ہوا تھا نہایت ہی مقبول ہوا۔ علاوہ برین آپ کی ڈکشنری
 مہذب نامہ و پیام اور سوانح عمری مولانا آزاد ایسے مضامین تھے کہ جنہوں نے
 کافی شہرت حاصل کی۔ اکثر مضامین آپ کے ایک جگہ ترتیب دیکر ایک جلد میں کچھ کا
 نام خیالات آزاد ہے شائع ہوئے ہیں کہ جنکی قدر بڑے بڑے لوگوں نے کی
 اور دور دور سے آپ کے پاس سیار کیا دے خط آئے ہیں۔ انگریزی زبان میں بھی
 اپنے مضامین نگاری کی اچھی خاصی مشق حاصل کی اور بابوشیمو چندرٹو سے کی
 صحبت سے اس بارہ میں بہت ہی قلع اوٹھایا۔ آپ اخبار رئیس درعیت میں
 اکثر ایڈیٹوریل مضامین لکھا کرتے تھے کہ جو اکثر سرکار و رعایا دونوں کی نگاہ میں
 قابل قدر سمجھے گئے۔ غالباً بیچ کے نامہ نگاروں میں یہ فخر صرف آپ ہی کو حاصل ہے
 کہ تادم آخر آپ نے حق دوستی نبھایا اور برابر کچھ نہ کچھ لکھتے رہے۔



نواب سید محمد خان بہادر آزاد آئی - ایس - او

انڈین پریس الہ آباد

پورانی روشنی کا نامہ پیام

لندن۔ رسل۔ سکوبار

مائی ڈیر مولانا اودھ پنچ۔ تسلیم۔ اُس روز اپنے مجھے کانپور کی اسٹیشن پر
آکر رخصت کیا اور احباب نے رنگارنگ کے امام ضامن ہمارے بازو پر
باندھ کر خیر باد کہا اور آج دیکھیے بندہ عنایت ایزدی سے لندن میں ایک
مکلف اور آراستہ اور ہوا دار ہوٹل میں ایک غرور اور مسرت کے زور سے
ایک عمدہ اور نفیس کرسی پر بیٹھ کر آپ کو یہ خط لکھ رہا ہوں اس خط کے مطالعہ سے
آپ کو بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ ہم اپنے قول کے سچے اور اپنے وعدے کے
پکے ہیں اور شاید قلیل ہی عرصہ میں آپ اور ہمارے وطن کے دوسرے
احباب اُسکو تسلیم کر لینگے کہ ہاں بعد مدت کے اب اسے ایک شمشہ اور
تہذیب یافتہ خیالات اور پکے تجربہ اور بچتہ عقل اور ہشتادویں عقیدہ کا آدمی
اس ترقی انگیز ملک میں آیا ہے کہ جو آئندہ ہمارے ہر قسم کی اصلی اور واقعی
حالات اور تمدنی اور اخلاقی خیالات سے اپنے نیم وحشی ہموطنوں کو آگاہ
کر سکیگا اور جو کہ خدا نخواستہ ولایتی اخلاق اور تمدنی دیوتا کو برہنہ دیکھنے کا
دور میں بنے گا۔ آپ تو جانتے ہیں کہ ہم پورا نے اسکول کے آدمی ہیں اور ہمارے
دل میں قدیم مدرسہ اور اسکے علوم و فنون اور پورا نے خیالات کا کیسا
فیض بخش گنجینہ ہے۔ اور ہم اپنی وضع کے کیسے پاسدار اور پیار کرنے والے ہیں
کہیں جائیں کسی ملک کا سفر کریں مگر کیا معنی کہ اپنی وضع میں فرق آئے

اور اپنی قطع بدل جاے یہ تو ہر ویونکا کام ہو کہ روز ایک نیا روپ لاتے ہیں اور اس ذریعہ سے اپنی روٹی کماتے ہیں۔ بندہ نے ڈور کے قریب ہی جہان پر اپنے ڈبل اور پر شوکت اور سایہ دار اور کامدار چونہ میں اپنے کو لیٹا اُسیر سے ایک س فٹ کا شالی کمر بند بھی جڑ دیا اپنی پانسیری دستار علم کو بھی سر پر رکھا اور سبز رنگ کی بلند ریڑی والی کفش کو بھی ڈانٹا بچھ کیا تھا ادھر جہاز سے اتر کر ریل پر سوار ہوئے کہ تماشا بنگئے جسکو دیکھو وہی ہمکو دیکھتا ہے جس لیڈی کی آنکھ پڑ گئی وہ ہمہ تن جھرنکی اسٹیشن والے جوق جوق گاڑی کے دروازے کے پاس آرہے ہیں بیسوں صاحبان عالیشان گاڑی میں گھسے چل آتے ہیں لیڈیوں نے صاف مجھے عجائب المخلوقات ہی بنا ڈالا اور میں اُن کے اس استعجاب کو دیکھ کر ہر دم زیادہ متحیر ہوتا جاتا تھا معلوم ہوتا ہی یہاں کے انگریزوں نے آج تک کسی ایما دار متعصب اور خزانہ مولوی کو اُسکے اصلی لباس اور شان و شوکت اور سیئت سے نہیں دیکھا تھا اور اسلئے میری پذیرفتگاری کا وہ سامان ہوا کہ جو جزیرون کے وحشیوں کے لئے ہوتا ہی خیرانکا جو جی چاہے مجھے سمجھیں مگر ہم بھی اپنے دل میں اُنکو کچھ سمجھ لیتے ہیں اور اسلئے کسی فریق کو جاے شکایت نہیں ہی عوض معاوضہ گلہ ندارد مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقل سلیم بڑے زور سے میرے دل میں اسکی تحریک کرتی ہے اس کے قبل جو ہندوستان کے لوگ یہاں آئے ہیں وہ لوگ جہاز ہی پر سے نہیں بلکہ کلکتہ بمبئی سے صاحب بنکر اترے یا سوار ہوئے تھے اور اسلئے وہ لوگ عجائب المخلوقات نہیں تصور کیے گئے اور یہاں کے لوگوں نے اُنکو ہندوستان کی نئی روشنی کے فرقہ کا

وکیل یا کالے صاحبون کا زندہ یادگار عزت آثار تصور کیا اور ان کے ساتھ
 اُس قسم کا برتاؤ خاص اور عام مجلسوں اور صحبتوں میں ہوتا ہے کہ جو اپنے
 خاص لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیے مگر یہاں کے لوگ بدل سکے خواہشمند اور متمنی
 تھے کہ کوئی قدیم اسکول کا آدمی بھی یہاں آوے تاکہ اُس سے بہت دیسی تہن
 کہ جتنے بیان کرنے میں نئی روشنی والوں کو بہت ہی تامل ہوتا ہو دریافت ہوں
 اور وہ اپنے ہندوستانی بھائیوں کی شکایت اور حکایت کو اُنکی اصلی آب رنگ
 اور دیانتداری کے ساتھ بیان کرے یہاں کے قابل دربیدار مغرور
 ہملوگوں کے قومی رسم و رواج تعصب انگیز خیالات اور قدیم مدرسوں کے
 حالات سے واقف ہونے کے بڑے شائق ہیں اور اُنکا قول ہے کہ اس قسم کی
 معلومات انگریزی دان اور انگریزی خوان نا تجربہ کار طلباء ہی نہیں سکتے ہیں
 کیونکہ اول تو اُنکو خود بھی اپنی خبر نہیں اور ثانیاً انگریزی تعلیم کے اثر نے ابتداء
 شباب ہی میں اُنکے خیالات پر مغربی تہذیب کی پالش کر دی ہے ان مچوں
 میری خاطر تواضع حد سے زائد ہوتی ہے اور میرے ساتھ یہاں کے لوگ اُس طرح سے
 پیش آتے ہیں کہ جس طرح غیر ملک کے کسی دیندار اور نیک کردار عالم سے پیش آنا
 لازم ہے اور میرے ہوٹل کے دروازے پر گاڑیوں کا ہجوم رہتا ہے اور ہر شب کو
 کسی خاص یا عام جلسہ میں میری دعوت ہوتی ہے شاعر نویسٹ محرر ریفا ر مر
 سفرا و زرا مبران پارلیمنٹ تجار شاطر پادری صاحب لوگ اور بعض بعض دیسی
 خاتونان بانام و نشان کہ جو ہندوستان کی آئندہ ترقی کے اسباب کو جتیا کرنے
 اور ہمہ پہونچانے اور ہندوستان کے باشندوں کی ہمدردی کا چراغ یہاں کے

لوگوں کے دلوں میں روشن کرنے کی کوشش کرتی ہیں اس فقیر کی ملاقات کو آتی ہیں اور مختلف امور اور مسئلوں کے متعلق سوالات کرتے ہیں یہاں کے علما اور پادری صاحب لوگ بڑے وسیع الاخلاق منکر المزاج متعل اور ذہوش ہیں اور اسی قسم کے لوگوں سے اور خاکسار سے زیادہ ملاقات رہتی ہے۔

کندہجنس باہمجنس پرواز کبوتر باکبوتر باز با باز
آپ کو حیرت ہوتی ہوگی کہ ابھی تو مجھے یہاں آئی جینے دو مینے کا ہی عرصہ ہوا اور میں قلم ہاتھ میں لیکر یہاں کے حالات اور خیالات اور رسم و رواج اور طریق معاشرت و تمدن وغیرہ وغیرہ پر رائے دینے کے لئے اکڑ کر بیٹھ گیا اور اپنے تئیں کے آمدی و کے پیر شدی کا مصداق بنا دیا۔ مگر نہیں سمجھ اس تھوڑے عرصہ میں یہاں کے لوگوں کے اندر دنی اور بیرونی حالات کے دیکھنے اور جانچنے کا جو موقع ملا ہوا ایسا شاید کسی کو سا لہا سال میں نہیں ملے گا کیونکہ میرے رسائی کا حلقہ بہت بڑا ہی اور میرا گزرا ایسے ایسے مقامات میں ہوتا ہے کہ جہاں فرشتوں کے پر چلتے ہیں۔

یہاں کے لوگ گویا آزادی کے عاشق ہیں اور نقش آزادی گویا ان کے سینوں پر کندہ ہو انکو دولت و حشمت اور ریاست کسی چیز کی پروا نہیں مگر جہاں انکی آزادی کو کسینے انگلی دکھائی فوراً خون بہانے کو موجود ہیں آزادی کے نشہ سے کچھ انگلستانی لوگ ایسے مدہوش ہیں کہ انکی ترنگ میں انھوں نے اپنے سب قسم کے حقوق کو عورتوں کے ساتھ بانٹ لیا ہے اور مرد و عورت کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے معاذ اللہ یہاں عورتیں گھوڑ اور ڈاڑھی

ناچتی ہیں غیر مرد کے ساتھ پھرنے جاتی ہیں دوکانوں میں بیٹھتی ہیں خدا جانے
 اور کتنا دھند اُکرتی ہیں ہمارے غنت آیا وہندوستان کی عورتوں کو اگر بیان کی
 عورتوں کی بے پردگی اور بے شرمی اور دلیری کی کیفیت بیان کر دی جاے
 تو اُنکو فوراً شرم اور خوف اور غصہ سے اُس قسم کی حارت پ آ جاوے کہ جو مثل
 شلخ چنار اُنکو جلا دے یہاں کے مکانات سواریاں سب بے پردہ ہیں اور
 یہاں کے لوگوں کا قول ہے کہ کھلے مکان میں ہوا آتی جاتی ہے اور اسی سے
 صحت جسمانی میں ترقی ہوتی ہے خیر مردوں کے واسطے یہ مکانات بیشک
 عمدہ ہیں مگر نہ کہ ویسے صاف و شفاف کہ جیسے ہمارے دہلی کے اور لکھنؤ کے
 امرا کے دولتسرا میں اور زنانوں کے لئے تو یہ مکانات بالکل ناموزون
 ہیں نہ بلند دیواریں نہ متعدد ڈیوڑھیاں نہ تہ خانے نہ کچ نفیس کی طرح
 پردہ دار پائین باغ نہ چھوٹے چھوٹے دروازے کی کوٹھڑیاں نہ محرابی
 بارہ دریوں نہ ہوا دار اور پردہ دار کوٹھے۔ مکانات میں فن عمارت کے
 اصول سے دیکھئے تو کوئی تعریف کی بات نہیں ہے کیونکہ
 صرف لکڑی اور اینٹ کی سرخی کا سادہ کام ہوتا ہے اور بڑے بڑے
 آئینے لگے رہتے ہیں البتہ کوچ میز اور گرسیاں اور بھی دوسرے سامان
 آرائش قابل تعریف ہیں مگر نہ کہ ایسی کہ اُنکو اپنے نواب زادگان ہند اور
 دلیان ملک کے مکانات اور ایوانوں کے ایرانی قالین مٹلی گاؤں کے
 نیل دندان کی چارپائیاں سونے چاندی کے جھاڑوں رنگ برنگ کے
 شیشہ آلات اور طلائی اور نقرئی اُگا لدان اور حلبی آئینوں سے تشبیہ دیکھیں

پلورانی روشنی کا نامہ و پیام

مائی ڈیرو لانا ہنوں ظلمات الائی باقی ہو کہ میں اپنے حوائج ضروری سے فارغ ہوا اور چاہے پانی مکھن اور توس پھوس کو اپنے معدہ کے زندہ خورجی میں رکھ کر اور اپنی تسبیح کو پلنگ کے ایک کونے پر لٹکا کر لکھنے کی میز پر آ بیٹھا۔ اور نہایت تسکین کے ساتھ یہ چند سطر آپ کو لکھتا ہوں گو میری ہندوستانی عادات کی پابندی کے سبب ملازمین ہوٹل کو بسا اوقات تکلیف ہوتی ہے مگر کیونکہ اپنے اوقات معینہ میں فرق ڈالوں اور کیونکہ انہی حکیمانہ خیالات کو مطابق حفظ صحت کو قوالہ کو نہ توں دریاے ٹمیس ہمارے کمرے کے نیچے سے بہ رہا ہے اور جہاں تک نگاہ کام کرتی ہے صاف ہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک عمدہ سلسلے کے فیل ندان کی سیٹیل پانی بچھی ہوئی ہے دریا میں جہازوں کی رنگ برنگ کی روشنی طرفہ بہار دکھا رہی ہے۔ اور درختوں پر مختلف قسم کے خوش آہنگ پرندہ قدرتی بینڈ باجا بجا رہے ہیں۔ میز کے قریب آتشدان روشن ہے اور آسمین ولایتی کو لہلہ رہا ہے اور میں بیور کی عبا اور فلائین کی نیمہ آستین پہنے بیٹھا ہوں۔ ہوٹل کا خانسا مان اکثر ہمارے واسطے ہماری پسند کے موافق ہندوستانی کھانے بھی پکاتا ہے اور یہودی قصاب کی دوکان سے گوشت لانے میں ہم اسکو بہت تاکید کرتے ہیں اور جبکہ ہم اسکو یہ حکم دیتے ہیں تو وہ مسکراتا ہوا ہمارے سامنے سے چلا جاتا ہے یہاں کے لوگ سحر خیز نہیں ہیں اور اکثر دسل نیچے تک سوئے رہتے ہیں اور گویا یہاں غند سے چونکنے کا معمولی وقت ۹ بجے سے آتک ہے کوئی بھلا مانس تو نور کی سڑکے کیا اٹھیگا شاید یہاں کا مرغ نئے نیچے کے مثل بولتا ہو۔

سحر خیزی کی صفت یہاں کے لوگوں میں نہ ہو وہ جون سے نہیں ہو ایک تو یہ کہ اگر نیر لوگ
 ہر روز علی الصباح کسی قسم کی عبادت نہیں کرتے ہیں اور صبح کو نیند سے
 چونک کر دنیوی کاموں کے شروع کرنے کے قبل نماز نہیں پڑھتے ہیں اور
 رات بھر جو اہرام اور تسکین اور مسرت سے کاٹتے ہیں اسکا شکر بارگاہ ایزوی
 میں صبح کو بجا نہیں لاتے ہیں۔ اسوقت ہمارے ہندوستان کی مسجد و نہیں
 جوق جوق مسلمان لوگ صاف لباس پہن اور خوشبو لگا کر جا رہے ہوں گے
 اور اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا کا ہمارے معبودن میں غل ہو گا کوئی وظیفہ میں
 مصروف ہو گا کوئی درو پڑھتا ہو گا کوئی سجدہ شکرانہ بجا لا رہا ہو گا اور
 کوئی حدیث اور تفسیر کا درس دیتا ہو گا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہاں ہر طبقہ اور
 درجہ کے لوگ عموماً زیادہ رات تک اپنے گھروں سے باہر رہتے ہیں اور عام
 مقامات آسائش و آرائش اور تماشاناؤں کی سیر کرتے ہیں اور اپنے اجاب
 کے قلعہ میں کھیلنے کھاتے اور پتیتے رہتے ہیں۔ یہاں ہر فشن اور پیشہ کو لوگوں
 کے عام مقامات اور مکانات تفریح اور ہوٹل اور کلب گھر علیحدہ ہیں مثل فوجی
 قانونی و زیری سفیری فرانسیسی اور جرمنی ہوٹل اور کلب و ریپبلک ہوس کو
 اور شام کے بعد سے تھیٹرون اور ایسے مکانون میں کثرت سے ہر قسم کے لوگ
 جمع ہوتے ہیں اور اپنی اپنی پسند اور مذاق کے مطابق ایک ایک طرح کی
 تفریح میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ تماشاناے کثرت سے ہیں اور گنجفہ تاش
 شطرنج اور میز کے انٹے کا جو اڑی دھوم سے ہوتا ہو اور ایسے ایسے سو رکھلاوی
 ہیں کہ جنکا لوہا سارے تہذیب یافتہ ملک کے جواری مانتے ہیں اور جو اس

نا جائز ذریعہ سے لاکھوں ہی لاکھ کماتے اور اڑاتے ہیں کسی ہوٹل کے کسی
کمرے میں دو چار یا تاش کیل رہتے ہیں کہیں دو چار شطرنج میں غرق ہیں کسی
طرف انٹے کی سیزر کٹا کٹ انڈو وٹر رہتے ہیں کسی جانب بادہ نوشی ہو رہی ہے
کہیں کافی اوڑھ رہی ہو اور کسی گوشہ میں چائے پانی کا سامان درست ہو علاوہ اس
وضعدار اور طرحدار مالدار اور رؤسا غاقون اور امرا اور وزراء کے مکانات میں
خاص خاص دعوت کی جلسے بھی ہر روز ہی ہوا کرتے ہیں اور ہر غنیہ احباب میں مسائل
تمدن یا معاشرت یا تجارت پر گفتگو چڑتی ہو اور بڑی گرمجوشی سے تبادلہ خیالات
اور آرا ہوتا ہو اور ہر شخص روزانہ صحتیون اور خاص جلسوں میں رلے دینے اور گفتگو
کرنیکے لیے تیار رہتا ہو اور اخبار و نئے اپنی تحویل دماغ میں ہر قسم کے معلومات کا
خزانہ پیشتر سے جمع کر رکھتا ہو۔ جن لوگوں کے رہنے کا اپنا خاص مکان یا کراہ
کی کوٹھی ہو وہ ایک بچے دو بچے اپنے اپنے مکانات میں ہوٹلون تماشا خانوں اور
گلیوں سے چلے جاتے ہیں اور جو خانہ بدوش ہیں وہ

در ویش ہر کجا کہ شب آمد نہ ای اوست

پر عمل کرتے ہیں۔ سحر خیزی کو مانع جو دو وجوہ میری خیال میں آؤ تھے مینو بیان کیے اور شاید
یہ بھی گمان ہو سکتا ہو کہ چون کہ صبح کو یہاں بڑی سردی پڑتی ہو اسلئے ہر قسم کے
لوگ اسوقت اپنی اپنی خوابگاہ میں رہنا حفظ صحت کیلئے بہتر تصور کرتے ہیں
یہاں کہ عام مکانات آرامش و راحت اور مقامات تفریح کی جو تصویر کہ ہم نے پہنچی ہو اسکو
دیکھ کر تو آپ ہر گرجا جائینگے اور علی الخصوص ہماری ملک کو وہ امیردادی کہ جو شانہ روز
بہ بارہ اور تین کانے کہتے رہتی ہیں انکو دل نہیں لندن کی سیر کا شوق بہر حال گنگا گنگا نہیں

یہاں کو عام مکانات تفریح اور بہاری ٹولکب کو مدک خانے اور چنڈو خانے اذہر
عیش خانوں سے آسمان وزمین کا فرق ہے اور کبھی کوئی منصف مزاج اور دوہین ہمار
ملک کو چاندو خانے اور عشرت خانی پر یہاں کو ہوٹل تماشا خانے اور جو خانے کو
ترجیح نہیں دے گا۔ یہاں کا رخانہ بہت فوق الہرک ہے روشنی ابھی سامان اُجلے مگر تسکین
آرام راحت اور ہم لوگوں کی خیالات کے مطابق عیش بالکل یہاں مفقود ہے۔ ان مکانوں
میں سٹائیکال لطف نہیں بلکہ ہنگامہ صلی صفائی کا نام نہیں بلکہ کسافت ہے۔
تسکین کا نام نہیں بلکہ انتشار اور ہنظر اب اسکی جگہ ہے۔ اور خلاصہ یہ کہ گوشہ عافیت
کی پوری تعریف صادق نہیں آتی ہے غیر اور اجنبی لوگوں میں ملنے چلنے سے نہ تکلفانہ تفریح کا
لطف کہاں باقی رہتا ہے ہوٹل میں ہر قسم کے لوگ آتی جاتے اور رہتے ہیں اور کوئی اُنکو
منع نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ایسے حکم کے دیتے ہی آزادی ہر حرف آئے گا۔ ہمارے چاندو خانوں
میں گو ظاہر سامان آرایش کم رہتا ہے مگر گوشہ عافیت کی پوری تعریف اور ہر
صادق آتی ہے اور اُنکو کان و معدن آسائش کہنا بجا ہے۔ ایک نفیس مکان چوٹے
چوٹے دروازے اور اُسکے سوا دیوان مکتبی اور تھوک پھینکنے کے لئے سیکڑوں ہولچ
ہمیوں روشنندان یکلف فرش بڑے بڑے گاؤتیکے اور چوٹے چوٹے گل تیکے
عمدہ پتیل کا شمع دان ایک کوفیہ میں اس طرح سے روشن جیسو کسی کے مزار پر چراغ
جلتا ہو۔ اسکے سوا ہر شخص کو سامنے ایک لمب (دلیاتی) شخص کو لیے اُگا لدان دھانکو
جانیو الوتیر بیٹنا حرام جو گیا فوراً آرام سے لیٹ رہا اور چتی کے لئے غریب چاندو بانہ
لوگ سو جو دہن اُنکی خدمت کی اجرت نہایت کم ایک چنڈی پر رات بھر خدمت کریں
غیرنی کی تشریان بالائی اور ہر قسم کی شیرینی کہاں کے لیے موجود ہنگامہ غل انتشار کا

وجود بالکل مفقود نہایت ہی نگہری ہوئی ہندو باندہ صحبت حفظ مراتب کا ایسا خیال کہ
 کسی کی ٹانگ اور کسی کا منہ کسی کا پوتہ اور کسی کا سر۔ ہر شخص کے لیے خوشبو کی
 گلوڑی تیار اور ہر آدمی نشہ آزادی سے سرشار۔ انکی آزادی یہ ولایت کی آزادی
 نہیں ہو بلکہ وہ ایسی آزادی ہو کہ دنیا و مافیہا کے خیال سے بیکار لے لے کو دھودھا کر
 پاک کر دیتی ہو۔ انکسار کا وہ ترسہ کہ ہے

خاک شو پیش ازان کہ خاک شوی

کہ مصداق بنے ہو ہیں۔ عافیت پسند بھی پسے کہ کسی چٹکنے کی آواز تک سڑک کے
 چلنے والوں نے نہیں سنی۔ قانون کو ایسے مانگو اور جانو والو کہ مجھ تک پر کبھی ہولو سے
 ماتھ نہیں اٹھایا۔ تحمل کا وہ جوش کہ گالی تو گالی جوتی کہاں پر ہی کسی کو نہیں مارا
 امورات تمدن کو ایسے شایق اور ماہر کہ آج تک روم و روس کی لڑائی کا فیصلہ انکی
 رائے میں نہیں ہوا۔ اور افغانستان کی چڑھائی کو تاہم تسلیم نہیں کیا۔ تہیا بوزو کو
 بادشاہ جانتے ہیں۔ مسٹر شاہ کے زنجبار میں انتقال کرنے پر حسرت کرتے ہیں۔
 کم سخن ایسے کہ اگر نو بجے شب کو ایک فقرہ کہنا شروع کیا تو دو بجے وہ ختم ہوا۔ قانع
 اور صابر اس مرتبہ کے کہ ایک تشتی کھیر کی چاٹ کر نزلت بسر کی۔ مردم آزادی کا
 وہ خوف کہ دھو بی کی تکلیف کو خیال سے مینوں کی پڑی نہیں بدلتی ہیں منتظم اور خوش معاملہ
 اور بامروت ایسے کہ اپنا اور دوسرے کا پانا بے تکلف ہو جاتے ہیں۔ تقدیر پر ایسا
 آئیکہ کہ زمینداری کے نیلام پر چڑھنے کی خبر سن کر بھی کبھی بالین سے سر نہیں اٹھایا۔
 گوشہ نشین ایسے کہ آفتاب تک کو کبھی چہرہ نہیں دکھایا۔ شب بیدار ایسے کہ رات بہتر سے گنا
 کرتے ہیں۔ حفظ صحت کے ایسے عاشق کہ تمام دن مردہ سے بازی لگا کر سوتے ہیں۔

پورانی روشنی کا نامہ و پیام

یہاں کے تماشخانوں میں بیشک بڑی تیاری ہوتی ہے روشنی کا اہتمام خوب ہوتا ہے اور پردے نہایت خوشنما اور حیرت انگیز بدلے جاتے ہیں اور تماشا کر نیوالے سرد اور عورتیں عمدہ عمدہ لباس پہن کر تماشا کرتی ہیں اور تازہ بہ تازہ سانگ لاتی ہیں اور ایک دم میں پردوں کے اولٹ پیر سے سارے مکان کی ہیئت بدل جاتی ہے ابھی باغ تھا ابھی سمندر موج مار رہا ہے ابھی ہوٹل تھا ابھی دیوانخانہ ہی ابھی سبزہ زار نظر آیا اور پہر ایک آن میں قبر گاہ بن گیا ہر تماشا خانہ اور تھیٹر اور اپر این باجا بجاتا ہے اور وہ اُسی قسم کے باجے ہیں کہ جنکی آواز وحشت ناک اور سامعہ خراش ہوتی ہے اور جتنکے سننے سے عزت کا خیال دل سے جلد بھاگنے لگتا ہے اور لڑائی کا خوف اور سامانِ اَدن کی جگہ آجاتا ہے۔ اور اپر این میں یہاں کی گویا عورتیں اور مرد گاتے ہیں اور علم موسیقی کے شیدائے لوگ وہاں اکثر گانا سننے کی غرض سے زیادہ جاتے ہیں کم نچتی سے ایک روز ایک دوست کی خاطر سے مجھ بھی جائیکا اتفاق ہوا اور سامعہ پردہ آفت آئی کہ آج تک خدا کی قسم کان بہرے ہو رہے ہیں اور اُس روز تو شب مارے وحشت کو بندہ کو نیند نہیں آئی۔ ہاے ہاے حسی چند رہا گا شیریں جان ہیرا بد و خان اور تان رس خان کو سُنا ہوگا اور جبکہ کان کہ بین ستریں سازنگی ستارِ طبلے کے سامعہ نواز آواز سے آشنا ہو گئے اُسکو یہ جنگی باجکی بون بون اور گون گون کی صدا اور چند بے سُری اور بے تالی اور بداد از قوی ہیکل عورت و مرد کا چلانا کیا خاک بھائیگا یہاں کے گانے کے مفہوم اور موسیقی کے کمال کو

ہم اور اس سے سہل اور عمدہ طور سے آپ کو نہیں سمجھا سکتے ہیں فرصت کر لیجئے کہ
جاڑوں کی رات میں کسی پورا فی مقبرہ کی کسی نئی قبر میں کسی سڑی ہوئی لاش
پر چند نگیدہ عالم غصہ میں اپنے اپنے حصہ کے واسطے لڑتے ہوں اور اُس قبر
سے جو ایک ٹھیلہ درد و حشت ناک اور سامعہ گداز آواز نکلتی ہو اور دور تک
جاتی ہو اور ارد گرد کے رہنے والوں کی فینہ کا ستیا ناس کرتی ہو اگر اوپر
آکے باہر سے کھڑا ہو کر کوئی ہمارے ملک کا آدمی گانا سنے تو پہلے اُس کو یہاں
خیال ہو گا کہ یہ کسی قبر گاہ میں مصروف جنگ و جدال ہیں۔ دو آدمیوں کا ہم ملکر
یاد دوسرے سے لیٹ یا سمٹ کر یا ایک ایک شخص کے علیحدہ کودنے اور دوڑنے کا
نام ناچ ہوتا لگتا کا بالکل خیال نہیں ہو وائے اگر کا لکھا یا بندادین یا ہمارے
جان پناہ کو یہاں کے لوگ ناچتے ہوئے دیکھیں اور اُنکو توڑے کی آواز انکے کان تک
یہ سوچے تو یہ لوگ کہیں ناچنے کا نام تک نہ لیں بتانے اور اُسکے نکات اور اُسکے کمالات سے
انگریز بالکل ناواقف ہیں اور شاید شکل سو اُسکا مفہوم اُنکے خیال میں آویگا خوب
نور سے جو تون کو صحن پر مارنا یہ ایک ناز ہو۔ سفید سفید بد قطع دانتوں کا یہ موقع
نکا نیا یہ ایک نخر ہو۔ ہاتھوں کو زور سے دبا دینا یہ ایک ادا ہے۔ سر کو جھکا کر پرتی
سے سلام کرنا یہ ایک غمزہ ہو اور اٹھین پھلوانی ناز و نخرے کا شہید یہاں ایک عالم ہو
یہ نہیں کہ او عصر فی مشتری نے اپنے خمدار برود کو چمکایا اور بیس امیر زادے شہید ہو گئے۔
بی زہرہ نے بٹسم کا قصد کیا بجلی چمک گئی۔ بی گوہر نے پانچون کو ہاتھ سے اٹھایا
اور ایک عالم نے عالم بدحواسی میں مکر کے بچنے کی دعا مانگی خدا کو بچائے۔
بی حیدر نے ناچتے وقت ایک توڑا لیا اور پٹنہ کے چند خانہ ساز لوہا زادے

مرغ بسیل کی طرح لوٹنے لگے۔ بنی نہی نے نہری دوپٹہ کو سر پر سہا دیا اور دو چار بابو کو لوٹو نہ میں گہی سے لڑ ہک گئے۔ بنی امانی جان و محبت انگیز ادا سے کسی کو گالی نہ دی اور نوج کلمے لبونیر انگلی رکھی اور ڈھا کہ کے چوک میں قیامت آگئی بنی طوقی نے بنارس میں کسی صاحب نچے یار نہیں ادا سے کو مصنوعی غصہ کی ادا سے مقتدری کہا اور وہ اپنے ذہن میں (نایت) ہو گیا ہماری ہندوستان کو معاشیق اور پرپوشون کر جلیلو بانکپن سیما ب مزاجی۔ برق وشی اور دلربا یا نہ ناز و انداز کے قدر دان کچھ ہماری ہی ملک کر مازک خیال صاحب دماغ روشن الہر صاحب مذاق لوگ ہیں۔ یہ بیچارے آلو کے کھانے اور بھیڑی کے چرانے والے ان باتوں کو کیا جانیں مگر ہاں پہر ہی ہر ملکے دہر سے اور

ع ہر کس بخیاں خویش خبطے وارد

اسکا خیال ہی رکھنا ضرور ہی جیسا کہ بہتے پہلے خط میں لکھا ہو حسن تو یہاں ہلوگون کے خیالات کو مطابق عقا کا حکم رکھتا ہو اور حسن فرنگ حسن فرنگ جو مدت سے مساکرتے تھے اُسکی کچھ ہی تصدیق نہیں ہوئی بلکہ یہاں آنے پر اُسکو بالکل لٹا پایا گو آئین قدرت نے حسن کی تقسیم کرنے کے دن یہاں کی عورتوں (جنکو حسین بنے اور اپنی کو خوبصورت دکھانیکا جنون ہو) کے ساتھ بڑی بے انصافی اور بیرحمی کی ہو مگر اُسکے جبر و نقصان کرنے سے یہ لوگ حتی الوسع قاصر نہیں ہیں بالائی تدبیر مصنوعی شیا۔ اور صنعت کے زور سے جہاں تک کہ ممکن ہو حسن کو تیار کرنے میں کوشش کی جاتی ہو اور دبا برہہ یعنی حجام اور طرح طرح کی رنگیں اور زر کار لباس سے بہت کچھ اس خصوص میں مدد ملتی ہو اور سرخ اودا سفید سفوف رنگ کو چمکانا اور دمکانے کے لیے چہرہ پر بے اتہا ملا جاتا ہو اور زر کثیر لباس وغیرہ کی تیاری میں خرچ ہوتا ہو

ہم اس قسم کی معصومانہ بوالہوسی اور زہر زہر خیمانی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں بلکہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ اسکے جواز کا فتویٰ دیدین کیونکہ دنیا میں کوئی آدمی خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو ایسا نہیں ہے کہ جو اپنے کو دوسروں کی آنکھ اور پسند میں خوبصورت بنانے اور دکھانے کی خواہش نہ کرتا اور نہ گھٹتا ہو اور آئینہ کے سامنے جا کر سامان آرائش سے پورا پورا کام نہ لیتا ہو مگر بیان اتنا ضرور کہنا ہو گا کہ عورتیں اس مایخو کیا میں زیادہ مبتلا ہیں اور سب سے زیادہ بہر ولایت کی عورتیں کہ جو گھنٹوں آئینہ اور شانہ سے اپنی زیبائش اور آرائش کے باری میں شورو کرتی ہیں اور انصاف کی نظر سے دیکھتے تو فقط ولایت کی عورتیں ہی اس مرض میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ ہر ملک کے لوگوں میں یہ خواہش تھوڑی بہت پائی جاتی ہے ہمارے ملک کے ایک ایک بانگو ایمرز اسے ایک سیدھی مانگ کر نکالنے میں کتنا وقت لگاتے ہیں اور ان کے بالوں کو سنورنی اور درست ہونے میں کئی درجن مصاحبوں کے ہاتھ لٹٹے ہیں اور ہمارے لکھنؤ کی بیگماتوں کی چوٹی کے گوندھنے میں کہ ہر لگاتے ہیں اور کتنی مغالانیوں اور کتنے بکسوں کی ضرورت ہوتی ہے گو ہر طرح کا سامان آرائش اور زیبائش اور بننے سنورنے کے اسباب آج اس ملک میں جیسا ہیں اور جو کچھ کہ یہاں نہیں ہے وہ بھی صبح و شام ممالک فرانس سے ڈاک پر چلا آتا ہے اور گو حسن ساز رنگ ساز اور درزیوں کے بڑے بڑے کارخانے بھی ہیں اور یہاں کی ہم لوگ ان مدون میں بیدریغانہ خج بھی کرتی ہیں مگر ان سب سامان اور ان کارخانے والوں کی کاریگری سے جو چوڑا چہرہ گماں نقشہ ہو رہے بال کر بھی موٹی ناک بی ترکیب گات کیونکہ درست ہو سکتی ہے اور ان قدرتی

نقصون کو کون نکال سکتا ہے ہاں جہانیاں انکے چہانے اور اون کو خوش نما کر کے دکھانے کی ترکیب ہو وہ کی جاتی ہو اور اُس سے فی الجملہ ایک تسکین کی صورت ہو ہمارے ملک کی ماہ و ش اور پیر و بیگموں کا گندمی گندنی اور سبز رنگ کہ جنہیں ملاحت کوٹ کوٹا کے بہری ہے اون کا کتابی چہرہ نستعلیق نقشہ طرہ طراز زلف تابدار غزال کی سی آنکھیں سہو توان کھڑی ناک خوشنما گات خوش اسلوب اعضا اور خلقی نزاکت اگر یہاں کی میم لوگ خواب میں بھی دیکھ پائیں تو فطر شک سے جلیائیں اور فطر غیرت اور غصہ سے پھر اپنے کو مصنوعی چیزوں کی مدد سے بنانے کا کبھی قصہ نہ کہتے۔

یہاں کی عورتیں اکثر قوی الجسمہ ہیں اور اُنکے ہاتھ پیر ایسے موٹے اور کرخت ہوتے ہیں کہ اگر ہمارے ملک کی کسی بیگم کو یہاں کی کوئی عورت پکڑ لو غالباً کوئی اُس کا عضو کھڑ جاے اور وہ سخت تکلیف اٹھائے۔

مائی ڈیر مولانا آپ خود خیال کر سکتے ہیں کہ جو عورات کہ دو تین سیر گوشت روز کھاتی ہوں دن پانچ پیالی چاء اوڑھتی ہوں۔ دو چار بوتل شراب دو گلا ریٹ و بیر ہی سہی کا گلہ گھونٹتی ہوں انکی تیاری کا کیا حال ہو گا معشوق کی تعریف میں یہ بھی کہا جاتا ہے تمہارا معشوق کے اسٹون وزن میں ہو اس نئی تعریف کو سکر تو آپ واللہ کانپ جائینگے اور اگر بیگمات سن پائیں تو ہنسمہ لگا کر چھٹ اڑا دیں ہننے بعض تماشا خانوں میں بعض ایسی قوی رکھل خاتون کو بھی دیکھا ہو کہ اگر دو چار بیگم کو گٹھ ی میں باندھ کر اُن کے سپرد کر دیا جاوے تو وہ بے تکلف بغل میں داب کر کوس بہر لجا سکتی ہیں۔ ہمارے محلات کی

نازک بدن اور سین بیگن کے لئے تو کرب کا دوپٹہ گران ہوتا ہو گرنٹ کے لنگے کا اٹھانا اُنکو دشوار ہو آب روان کی کرتی تک اُن کے بدن کو کاٹتی ہو سیٹ کی کلائی سے اُنکا شانہ تک ٹوٹا جاتا ہو شال کو کسی بکس میں بند کرنے یا اٹھانے میں ہاتھ لگتی ہیں پان کی وزنی گلوری اکثر ہاتھ سے گر جاتی ہو خا صدان کے اٹھانے سے مینون قیفہ اور شانہ پر مویائی ملی جاتی ہو مخلی تکیہ کی رگڑے سے اکثر خصار پر خون جم جاتا ہے۔ اپنے دو تین مینے کے لڑکے گود میں لینے سے دم چڑھ آتا ہو۔

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا کجا

ہاں یہاں کے لباس کی کیفیت (جس میں ہزاروں روپیہ صرف ہوتا ہے) بھی تھوڑی سی سُن لیجئے ایک قسم کا دم دار گون ہوتا ہے اور جبکہ اوسکو سیم لوگ پہنتی ہیں تو دم کے پکڑنے کے لئے ایک خوبصورت چھو کری یا جھوکیاں بھی ساتھ رہتی ہیں اور اونکو بھی رنگین لباس پہنا یا جاتا ہو اور وہ آہستہ دم دار گون والی سیم کے ساتھ چلتے ہیں اور اس لباس کے ساتھ عورتوں کو دیکھنے سے ہمیں اپنے ملک کا بیچدار فائوس یاد آتا ہو اس دم کے رکھنے اور کاٹے جانے کے بارے میں برسوں گفتگو رہی ہو اور بڑی بڑی تحریریں لکھی گئی ہیں کیونکہ یہاں کی عورتیں قابل ہیں اور قدرت تحریری و تقریری دونوں رکھتی ہیں پہر جب اُنکی دم کاٹنی کی تحریک کوئی کرے گا تو وہ کیوں نہیں لڑائیگی مگر جن دم کی دشمنوں نے ایسا ظالمانہ قصد کیا تھا وہ کامیاب نہ ہوئے اور خود قتل کر دیئے بدلتے بدلتے وہ دم آگے سے چھوٹی ہو گئی

مولنا آزاد کی پُرانی روشنی کی نئی ڈکشنری

لفظ

ہندوستانی
بی. بی.

معنی

اپنے شوہر کی عاشق شیدا اور فدائی۔ اپنے بچوں کی انا کھلائی اور
 دانی عفت کی دیوتا محبت کی تصویر مروت کی اوتار۔ انسانی باغ
 زندگی کی تازگی کے لیے جان نوا اور فرحت آثار ہولے بہار گھر کی
 رونق گھر کی زینت گھر کا بھرم۔ عزیز دن اور جملہ متوسلین کے لیے
 ہمیشہ روان ہمیشہ شاداب و ہمیشہ لبریز چشمہ کرم عصمت کے سراپا
 عزت و حمیت گلستان کی ہزار داستان بلبل۔ سچی قناعت۔ سلامیانہ
 صبر اور درویشانہ توکل کے صاف اور خوش رنگ بادہ گلزنگ کے
 ینا کی قلقل۔ خالص اور بے لوث دینداری کا محفوظ گنجینہ عصمت
 عفت اور مروت کا قومی دھینہ۔ با خلقت دوسروں کی وقت و خدمت
 و چارہ سازی۔ بالطبع عزیزوں کے لئے سرگرم
 جان نوازی وہ غنچہ کہ ہولے محبت خالص کے چلنے پر جسکی شگفتگی کا
 دار و مدار ہی۔ وہ سرسبز اور بارور شجر جو اپنے سایہ عنایت و محبت کے
 جاگزیںوں پر بغیر کسی قسم کی خصوصیت اور قید کے ہر فصل میں ایک
 رنگ سے رحمت بارہی۔ وہ سپاہی معرکہ زندگی میں صبر و قناعت
 جسکی آبدار تلوار ہی۔ وہ منتظم جزر سی پیشین منی اور دوشہ آید بکار
 کے اصول پر جسکا ہر کار و بار ہی۔ زندگی کے ہر طوفان بلا نشان اور

مصیبت سامان میں مردوں کی ظوفانی طبیعت کے لئے ننگر کا کام
 دینے والی۔ اونکی ہر واقعی اور مصنوعی مصیبت اور رنج میں انہماک خواہش
 ہمدردی و چاہ۔ جوئی میں لب تر ہونے کے قبل پاک محبت اور صاف
 ہمدردی کا درد فرسا اور غم تراش لہر نیز جام دینے والی۔ اپنے گھر کے
 چراغوں پر رات بھر اپنی صحت سے بے پروا ہانہ قطع نظر کر کے پروا نہ وازنار
 ہونیوالی رونے اور ضدی لڑکوں کی پراثر اور پر شور و شر آواز کی فطرتی
 جگونی کے بجھنے پر رات بھر بین دس دس بار بیدار ہونیوالی۔ وہ انسان
 اولاد کی تمنا جسکی سب سے بڑی حاجت ہے۔ بے اولادی جسکے لئے سخت
 آفت اور قیامت ہے۔ وہ صحت بار نسیم عنبر شمیم جسکے چلنے سے متعصب شمنون کی
 تنگ خیالی کا تیرہ و تار زندان ہر ہندوستانی کے لئے روضہ رضوان ہے
 وہ مسیح الزمان جسکے شفاخانہ محبت و ہمدردی کی معجون کا محتاج ہر بیمار
 جوان ہے۔ وہ قومی یا قوتی کان جبین ہزاروں اعلیٰ بہانہاں ہتھوہین
 وہ عثمان رحمت نشان جس سے اخلاقی خوبی اور انسانی نیکی کے سیکڑوں
 چشمے ہر مکان میں پنہان جتے ہیں۔ شوہروں کی جمعیت خاطر اور طمانیت
 کے اوراق کا خوبصورت اور مضبوط شیرازہ۔ اونکے چہرہ خوشحالی کا خوش رنگ
 خوشبو۔ اور حسن افزا غازہ۔ وہ نیک کار بندہ شوہر کی اطاعت جسکی
 بہت بڑی عبادت۔ وہ نیک سرشت انسان رحمدلی اور ہمدردی
 انسانی جسکی جلتی عادت۔ شوہر کی فرمانبرداری جسکے خیال میں پرستش
 میں شامل۔ جسکے نزدیک دیوتاؤں اور شوہروں میں صرف ایک

ہلکا سا اتیلازی پردہ حائل۔ ایک عالم کی مصیبت پر رونے کو فطرتی
 طور سے جسکا دل ہر وقت تیار ہو۔ وہ متوالی جو متوالے شوہر تک پر صدقے
 قربان اور نثار ہو۔ ہزاروں شام غربت میں صبح امید کی جلوہ ریزی۔
 وفا شعار شوہر دن کے لیے ہر طرح کی پُر لذت اور بد اطوار دن کے لیے
 ایک قسم کی ہلکی پرہیزی۔ ہر گھر کی باعث زینت و آبادی سلطانہ خاندانی
 میں انسداد و زدی کی منادی۔ غیر محسوس دلپسند اور پُر اثر درد مندانہ اور
 فرمان پذیرانہ اداؤں سے اکثر شریف النفس میان کو در پردہ اپنا غلام
 بناتی ہے۔ دیکھوئی اور مزاج شناسی کے دروازے سے اونکی شمع قبول تک
 پہونچ کر اپنے ہر مطلب کا پیام سناتی ہے۔ بدنفس و بد عقل ساس نندون کو
 بے تمیزانہ اور ظالمانہ نکتہ چینیوں سے جسکا دل چور ہے۔ اپنے میکے والوں کی
 خاطر بات جسکو ہر حال میں بدل منظور ہے۔ محل میں بھل محل کے حل
 کرنے پر غرور انگیز مسرت کی ادا دکھانے والی باوجود صحیح المزاج ہونے
 کے جلدی سے صاحب ولاد ہونے کے پُر جنون تمنائیں میسیون جاہلون
 کی مُضر اور صحت سوز دوائیں بید صرطک کھانیوالی۔ میان کی بد مزاجیوں
 کے کاکل پر پیچ و غم کے سُجھانیکا خوبصورت شانہ۔ روان خانہ جان خانہ
 اہل خانہ۔ وہ قیدی نواز جبار جسکے الفت کا مجوس بہتکڑی اور بیڑی
 کی قید و بند سے ہمیشہ آزاد ہے۔ وہ مجنون پرور لیلیٰ جسکے پاگل خانہ کا
 دیوانہ آزار سے بیزار اور اپنے پر فساد و نفسانی خواہشوں سے ہمیشہ مصروت
 جہاد ہے۔ وہ با غیرت جسکو اپنے شوہر کے گھر سے مرکر نکلنے پر ناز و نازنین

جو مصنوعی ناز و نحر سے بری اور مجسم نیاز ہو۔ اپنے عزیزوں کی پیاری
اپنے ماباپ کی دُلااری۔ دنیا کو میان کے حق میں جنت الفردوس
بنانے والی ہستی ناری۔ لڑکپن کی تماشا جوانی کی محبوب اور بڑھاپے
کی اناہی۔ انسانی زندگی سند آسائش کا فطرتی مستثنیٰ ہے۔ موت کے
خیال سے موت سے زیادہ ڈرنے والی خواب میں اُسکے تصور سے خیالی
طور سے لڑنے جھگڑنے والی۔ وہ عجیب الخلق عورت شملہ و نین تال کی صحت با
آب وہو اسکو بہت ضرر کرتی ہے۔ ایک پُرانے ہیرو ت اور غلیظ جیلخانے
میں جو آسائش اور بڑی نازش سے نشتر اور انشی برس کی عمر تک ہشاش
ہشاش زندگی بسر کرتی ہے۔ سن تمیز میں بھی قید خانے اور گھر کی جیسکو مطلق
تمیز نہیں بجز اُسکے اپنے عزیزوں کے غیر مرد اگر عزیز مصر بھی ہو تو اُسکو عزیز
نہیں۔ باہر سے نوکروں سے کچھ نہ کچھ عناد کا رکھنا جسکا قدیم شعار ہے۔
ہر پہلو ہر رنگ اور ہر طرح سے جسکا دل اپنی دائی کا بدل طرفدار ہے۔
مرد احباب کے ساتھ بے تکلف پہاڑوں اور جزیروں کی روح پرور
ہوا کھانے کا ذکر سنکر جسکے ہوش اوڑتے ہیں۔ مجلس سے باہر نکلتے نکلتے
بیجا اور غیر ضروری شرم سے جسکے پائون زمین میں دود و گز گڑتے ہیں
گورنمنٹ ہوس میں جانیکا نام سنکر فطرت اضطراب سے مرغ بسل کی طرح
بھڑکتی ہے۔ غیر مرد کی چار چشمی کے تصور سے نوکر قمار جنگلی دیار گھوڑی
کی طرح بہت خوفناک انداز سے بھڑکتی ہے۔ رسائی اور حکومت کے جنگل کے
مرغون کو فطرت نادانی سے اخلاقی فرخندہ فرجام دام کا دانہ بست کر جسکو

پھنسانا نہیں آتا۔ اپنی دلربا اداؤں طبعی قوتوں اور خداداد صفتوں کے حسن استعمال سے جسکو بیگانہ کو خویش اور دشمن کو دوست بنانا ہوتا آتا۔ باوجود قومی اخلاقی علالت اور مشہور بے سروسامانی علاج کے بھی تنویر و نجات کے حق میں بہت آسانی سے بھی ایک انار بننے پر سخت انکار۔ غوہر کے ولی ولایتی ہمسفر دوست سے ڈرائیگ روم میں کھڑے کھڑے ذرا سا ہاتھ ہلانے کی بات سننے پر میکے جانے کے لیے قیامت خیز تکرار اور بے انتہا اصرار۔ وہ جاندار تکیہ چسپر کج بڑے بڑے لوگوں کی آسائش بارت اور سخاوت کا تکیہ ہو۔ وہ زندہ سلامی کی کل جسکے ذریعہ سے ہزاروں چاک در چاک گریبان افلاس میں مضبوط بچہ ہو۔ وہ وحشی غیر محرم مرد کی سڑتی لیدار اور دلکش آواز بھی چسپر چابک کی طرح پڑتی ہو۔ وہ نازک اندام سوم کی گڑیا غیر مرد کی نگاہ محبت و عنایت بھی جسکے بدن میں مثل کانٹے کے گڑتی ہو۔ وہ چراغ محبت و شرافت جسکی نورانی ضیاء سے بعض نصیب روشن خیال حکیموں نے اپنی آسائش اور عافیت کے کاشلے کو دھبی طور سے پر نور ہونے دینا محض بے سود جانا۔ وہ آبدار اور آبرودار و شرافت و عفت کہ جسکو مغربی تعلیم یافتہ ہندوستانیوں کے سرتاج نے اپنے ہسلک ازواجی میں ہزار تمنا و خواہش پر ڈنا اپنے اور اپنے افسردہ حال اور شتر بے ہمار نوجوان قوم کے حق میں ہر طرح سے محمود جانا۔

چودھویں صدی کی نئی روشنی کی ڈکشنری

معنی

لفظ

مہذب
بی بی

دلکش - دلربا - اور دلفریب جڑی - میان سے سن بین و سن بین
برس بڑی - حلقہ اغیار میں اکثر وقت جلوہ گری - لباس نسائی میں
بے پری کی پری - وہ جادو جو سرچڑھکر بولے - وہ زندہ ترازو جو اپنے
پر فسون انکھونکے پٹوں میں ہر انسان کو تولے - غنیمت دل جاب کو کھلانے کی
ہو اسے بہار - ایک انار ۱۰۰۰۰۰ عہدہ اور مہذب خانگی شکار گاہ -
تراکت - دل تڑبی محبت اور سلیقہ کی ہمیشہ آباد نمائش گاہ - مہذب
و مانعون کے معطر کہنے کا سدا بہار گل شہو - سوسائٹی کا پہڑ کتا ہوا اور
دل چپ دستینو - میان کی نہایت معتد مشیر - ہوم ٹی پیار ٹنٹ کی بہت
سیدار مغر وزیر ہمدردی کی کان - محبت کی جان - میان کی دولت اڑان کا
طوفان بلا نشان - ہر گھر کے لیے صحت بار ہوا ہر انجن کے لیے تہنیت کی
صداء - میان کی سرتاج - ایک پتھر اور ہزار کاج - ہر پٹے اور ہر کام میں نہایت
آسانی اور غیر محسوس طور سے استعمال پذیر - میان کی افزایش عز و مراتب
ترقی عہدہ بین اکسیر تاثیر - شوہر کے ہر عزم کی قوت بازو - بے ضرر سحر پڑاوت
کرامت بے خطا جادو - خزانہ راحت و آرام کی خوبصورت کلید جہان عشرت
چاودہ چمنستان عشرت و نمائش کا مصنوعی طاؤس - دوزا کے خفیہ اور چھپہ
دلی تمدنی منصوبوں کا دل ربا جاسوس وہ خوش رنگ پر تکلف خوش کیفیت

اور تند شراب جسکا نقشہ عزیزوں کی محبت۔ کنبے کی رعایت۔ مذہبی حرارت اور قومی عادت کو یک قلم مٹا اور بھلا دے۔ وہ حوروش۔ تجربہ کار۔ روشن دماغ اور اداس شناس دایہ جو بڑے بڑے قابل۔ ہمہ دان۔ آزاد۔ اور ورستہ مزاج جو انون کو اپنے آغوشِ عاطفت میں دوچار تسکین باتھ پکیوں سے مثل شیر خوار بچوں کے عمر بہر کے لیے خوابِ غفلت میں سُلا دے۔ وہ مذہبِ خاتون جس کی ہر ادا اخلاق بار۔ جسکی ہر چٹمک محبت ریزہ۔ اور جسکی ہر حرکت دلاویز ہے۔ جس کا ہر قول بیان کے حق میں فرمانِ سعادت نشان۔ جسکی ہر بات میں میان کی نجات اور جو کہ اُن کے لیے تمام عالم میں سب سے بڑھ کر بیکار آمد اور تشفی بخش دستاویز ہے۔ مرضِ بد اقبالی اور ناقابلیت کی صحت کا وہ چلتا ہوا نسخہ جس میں کہی خطا نہیں۔ رسائی اور ترقی کا وہ طلسمی کفایت آموز سخن جس میں آگ نہیں۔ پانی نہیں۔ ہوا نہیں۔ وہ تریاق جو اپنی اثر فشانوں سے اپنے شوہر کی سم آلود۔ اور ظلم انگیز حکمتِ علی کے خبیون خیز۔ اور ماتم ریز ضررون کا آسانی سے ازالہ کر دے۔ وہ آفت کا پرکار ہے جو نقطے کے برابر چھوٹی قسمت کو صفحہ سوسائٹی پر اپنی پُر حکمت اور سحرناثیر گردش سے بڑھاکر ہالہ کر دے۔ دلی مرادوں کے ملنے کی بشارت کی مبارک فال۔ کالے آدمی کی ہفتاد پشت کی شامت اعمال بہرینہ کا صحت بخش اور ساتھ نواز گلدستہ۔ نیرہ گون اور سیاہ بخت نوجوانوں کی تیر و باون عقل کا کافوری دستہ۔ بعض کالون کے دنیوی امور میں مددگار اور سازگار مگر اکثر کے لیے دائمی مصیبت پُر غلش خار۔ اور باعثِ دبار میاں کنور

کی ریل پیل میں توشہ عفت و محبت در آغوش بوسہ۔ جذب محفل قصہ سرو دین
 اپنے کرتب سے غرور کا موقع۔ اور حلقہ احباب میں غم تراش اور فرخندہ فرجام شراب
 پرتگانی کا جام دے۔ گھر میں عمدہ عمدہ لذیذ چیزوں کے اصرار اور پیار سے کھلانے
 میں جان نثار کالی نانی امان سے کہیں بڑھکر کام ہے۔ میان کو پریشان سوائی
 میں گھٹانے بڑھانے کا آئہ۔ ایک۔ برق آفت۔ ایک شریر ہزار افسردہ جگر ایک
 آتش کا پرکالہ۔ بازار نہیں اپنے گرام گرم اور روز افزون سودے سلف سے
 میان کے نام کو جگانے والی۔ ہزار بار بگڑنے پر اُنکو ہزار بار بنانے والی۔
 اما جان کی شفقت۔ باجی کی ہمدردی۔ دادی امان کی ناز برداری۔
 یہ سب اُس میں موجود۔ بڑے بڑے گرو گھنٹال فیلسوف اُسکے سامنے اظہار
 اطاعت و فرمان برداری میں سر بہ سجود۔ ہمیشہ روان چشمہ فیض۔ ہمیشہ
 بہار گلستان۔ اور ہمیشہ سر سبز بار آور شجر۔ طریقت عشرت کا ہادی۔
 مسلک تہذیب کا ہادی۔ اقلیم شایستگی کا ہر سند رہبر۔ کالے بھائیوں کو
 عزت دینے اور ڈرانے کی چیز۔ سمندر عقل و ہوش کی جوانی کے لیے مزہ دہ
 مہینہ۔ دنیا میں عافیت اور عاقبت میں مغفرت کا سامان دوست و تالیق
 معلم۔ اور جانان شہر بے ہمار نو جوان کی جذب نکیل۔ ہندوستانی کے یو
 مصیبت انگیز اور دائمی دلیل خوش رنگ اور صحیح القوی لڑکونکے ڈھلتے کی
 مہذب اور خوشنام مشین مصنوعی آرائیٹون اور رنگ آئینہ یون سے مجسم
 ارشنگ چین۔ مہذب اور خوبصورت بچوں کی ٹکسال۔ عاشق مزاج چلیون
 کے پھنسانے کا پرتکلف جال۔

نایکاجی کے امید ویم اور راز و نیاز کا تجارتی جہاز۔ بڑی بی کے لٹڈے
 اور سنڈے مرغ طمع کا نوخیز اور امید ریز اور پری دیش پر پرواز۔ بڑی بی کے
 ارڈر کے کی خوبصورت بریا پوتی کی جوڑی۔ بازاری اٹکا۔ گزاری کی کشتی۔
 کرایے کی گھوڑی۔ وہ خواب پریشان فتنہ ہائے حقہ کو جگانا جس کا کام ہے
 وہ خود غرض دوست سلام جس کا ہزاروں طرح کی ذلت و رسوائی کا پیام ہے۔
 وہ چیخیل جس کے کوتل میں شیطان کی خلا ہے۔ وہ سپاہی جس کا سب سے کارگر
 اور دل خراش ہتیار نظر کا ہمالا ہے۔ وہ ساتی جو بادۂ خود فراموشی و بڑھائی کا
 پیالہ اپنے پیر بلا حلقے کے رندوں کو پلائے۔ وہ شمع رو جو بزم عشق میں ہزاروں بوختہ
 دلوں کو صورت پر وائے جلائے۔ وہ قصاب جس کی نظر کی تیز چھری عشاق کے
 دلوں کی کمزور گردنوں پر پھل کے پھل میں پھر جاتی ہے۔ وہ ڈونابے مرمت
 اور عمدہ فراموش طوطا جس کی آنکھ اپنے دل وادوں کی طرف سے چشم زدن میں
 پھر جاتی ہے۔ وہ بے حمیت میزبان جو اپنی بزم عشق کے مہانوں کی ذلت
 اور رسوائی کو طشت از ہام کر کے اپنا نام کرے۔ وہ کامل ڈاکٹر جو اپنی زبان
 کے پُر اثر نشتر کو مجروحان زخمِ محبت کے تہ کام کر کے بے لاگ دل کے ہر
 اپنا کام کرے۔ روپیہ بنانے کی وہ دستک اور ترقی پریر کسال جس نے اپنا سکھ
 تماش بینوں کی اقلیم قلوب پر جا دیا جعلی محبت کا وہ زہرِ قلب جس نے اپنی
 عام پسندی سے اصلی اور سچی محبت کو سونے کی قیمت کو کوربا طن نوجوانوں
 کی نظر میں گٹا دیا۔ تماش بینوں کے نامہ اعمال کی سیاہ تختی۔ نوجوانوں کی
 سب سے بڑی شامت اور بدبختی۔ بڑھاپے میں بڑی بی کی امید اساس

لاٹھی۔ فرس قوت بھیی کی خوبصورت کاٹھی۔ وہ صحت سوز کو چہ جس کی ہوا
سم آلودہی۔ وہ عزت و حمیت سوز آتش جو ہمیشہ بے دودہی۔ وہ خباہت
ذلت ہار جس کی سرخی آہر و کاخون ہی۔ وہ شفا خانہ جس کا دماغی اعتدال
سراسر جنون ہی۔ نانگاجی کا دل رہا آکھ جفاکاری مشعل عفت سوز حرام کاری
حرام کاری کی اونچی دکان کا سڑا گلا پیسکا پکوان۔ بوڑھو تماش بینوں کے
لیے اُن کے اصول سے حلوان۔ نانگاجی کی وہ ٹیڑھی انگلی جو تنگ نظر
امرا کے روغن طلا کی تنگ دہن شکی مین کامیابی سے گستی اور نکلتی ہے وہ
شمع جودن رات سوختہ دلون کے روغن جان سے جلتی ہی۔ وہ مکارہ جو
دن بہر مین گرگٹ کی طرح ہزاروں رنگ بدلتی ہی۔ کبھی ڈرتی۔ کبھی بھلتی۔
کبھی چمکتی۔ اور کبھی چلتی ہے۔ تماش بینوں کے ڈھالنے کا خوبصورت سا بچا۔
روسیا ہی کا ہوسن رہا پٹیا بچا۔ اپنے مطلب کا کھلاڑی۔ پرست نوجوان
کی ٹیل گاری۔ نانگاجی کے دام کا دانہ۔ کامل آوارگی کے سلجھانے کا شانہ۔
وہ سڑی ہوئی حبسیر حقیقہ خواران خوان حرام کاری لڑتے ہیں۔ وہ آوارہ
اور مکارہ جس کی صحبت مین نوجوان بگڑتے ہیں خمیر بے جیائی کی وہ روٹی
جس کو باپ بیٹے کے دسترخوان پر بے تکلف لگتے دیکھا۔ آتش و دوزخ کی وہ
چنگاری جسکو سوختہ بخت نوجوانوں کی بادبربادی سے اور زیادہ
سنگلتے دیکھا۔ کچے شاعرون کے مجول خیال مین سیاب مزاج اور مہ پارہ۔
واقع مین ذلت کا فوارہ۔ کردش کا سیارہ۔ جفاکیش عیارہ۔ اور
صحت سوز خام پارہ۔ شعراے ہند کی عروس مضامین کی نقل و حرکت کامیاب

اُن کے فرس خیال کا پُراثر تازیانہ۔ ناگکاجی کی شکار گاہ کا جیتا تماش بنون
 کے رام کرنے کا بے خطا اور دل سوز فلیتا۔ قرم ساق پروری میں طاق
 ابلہ فریبی میں مشاق۔ وہ خود غرض جو عاشق مزاج نوجوان کو زکشی کی
 غرض سے اپنے شکنجہ محبت میں ہمیشہ کسے زابندہ کسے... کسی۔ فرسا تو نگر
 دیدہ امید کا بصیرت نواز کا جل ظاہر میں سلام۔ باطن میں پیام اجل۔ چند
 بے غیرت لوتہ و ن کا مایہ غرور۔ اکثر بے تمیز۔ عموماً بے حیا۔ کمتر ذی شعور۔
 تماش بنون کے کمزور شش کے لیے نزلہ حار۔ عاشق مزاجوں کے فلک
 آرام و اقبال و کامیابی کا ستارہ و دنیا دار۔ عشرت سرشت نوجوانوں کی۔
 دل شکنی اور ایدار سانی کا تیز اور سم آلود ہتیار۔ حسن پرست نوجوانوں کے
 دیدہ امید و تمنا میں کھٹکنے والا نوک دار شیطان کی خاص سواری کا شور و پشت
 کٹر اٹیل ارجل و ربذات رہوار۔ دجال کے چار گوشہ دنیا میں چسپڑہ کر
 پہرنے کا کتنے بوسیدہ اعضا شکن اور زندہ ہوا دار۔ احسان فراموشی و شکنجہ مکاری
 اور دغا بازی کے کوہ آتش نشان کا تیرہ و تار دھوان و ہاراد ہار بار بار۔
 رند مشربون کے اقا لیم قلوب کا تحس و تحس اور برباد کرنیوالا زار۔ حکمت کا وہ
 زندہ پورٹمنٹو جو خم فلاطون پہ ہنستا ہے۔ وہ ذی اختیار متلون الزل خود غرض
 اور خوشامد طلب ڈاین جسکی فتنہ ساز اور خون بار چشمگون سے طوفان العین میں
 سیکڑوں عاشق کا حسرت کبرہ دل بنتا اور بگڑتا ہے۔ وہ شعلہ ہستی سوز جو لپکے
 آتشکدہ آزر کی آگ کی زبان کا منہ چم لیتا ہے وہ نخل کبر کہ کسی آباد مکان پر
 بیٹھنے کے قبل تیمنا و تبرگا اوسیکا بدنام اور نافر جام نام بوم لیتا ہے۔

وہ نادار و درجہ کا خراج نا امید حسرت زد و ن اور مظلوم امیر زادوں کے دل کا
خون ہے۔ وہ اثر و مردم در جسکے بلانوش پر وسعت اور عینق خارا نش بار شکم کے
دولت ریز خزانے میں گنج قارون مدفون ہے۔ وہ ڈینگو فیور جو تبرک میں انسان
کی ہڈی کو جلاتا ہے۔ وہ درد مند حکیم جو مریض عشق کو مرتے وقت تک بشاش
بشرے سے زہر کا پیا لے لطف اور بلا تردد اور بے کھٹکے پلاتا ہے۔ وہ پنچہ جسکی
گوئی کہی جگر کے ادھر اڑی نہیں۔ وہ اصفہانی بیع مہتم جسکی ضرب بجز دل کے
اور کسی عضو انسانی پر پڑی نہیں۔ وہ سامری جسنے اپنی نظر کے مقیاس لہذا کی
گرم و سرد آزمائی سے بیسیون بقراط کو شیشے میں اوتا رہا ہے۔ وہ سور پھنکیت
جس نے بڑے بڑے کامل پنکیت اور پٹیت کو دم کے دم میں ہشیار کر کے بے پانی
کے مارا ہے۔ وہ نئی قسم کی بے حیا اور بے رحم و با جسکے بھگانے کی کوئی مکتور دعا نہیں
وہ مرض لاعلاج جس سے جان بچانے کی کوئی مفید دوا نہیں۔ وہ عقرب جس کے
نیش کا مرغوب نشانہ گاہ دل ہے۔ وہ توخواری بیروت اور ظالم جیلر جسکی پڑ ختم
پیر عذاب پر میت اور وحشت ناک آنکھ کمزور دل اور خصلت کے خویش
فراموش دل فرو خون کے لیے چاہ یا بل ہے۔ وہ ناز آفرین کل جس میں رہنمایان
نقی ترشتی اور ڈہلتی ہے۔ وہ جادو تاثیر گر جس میں آفت کی پٹریاں
اکسیر بننے کے قبل بیرون جلتی ہیں۔ وہ تیز روشن دماغ او بلند خیال معلم جو
نامی گرامی ملا زادوں کو گلستان کے باب پنجم میں سبق پڑھائی وہ علامہ دہر
جو بیم والے نئی روشنی کے مولویوں کو طفل مکتب سمجھ کر بزرگافت

اور پیار سے اپنی بہار دانش میں ساری دنیا کی حکمت بتائے۔ دنیا کے
 گنجینہ محسن کا مارہ ایک تیز تجربہ کار اور ہوشیار چڑیا مار۔ مفت کے زر و جواہر
 تولنے کی عمدہ ترار و ہولی اور انیلی غارتگران ایمان کی سرپرست پشت پناہ
 اور قوت بازو۔ وہ گدی نشین بہتر فرقے کا سلسلہ جس سے براہ راست ملاہی
 وہ پُرانی خونخوار باگتھی جس کی خوش سے جوان مردوں اور اکاؤن کا کلیجہ شل
 بید کے ملاہی۔ وہ پیر بابا بلغ جس کی عمر کسی سال گرہ میں بحساب تعداد کبھی گھٹی
 نہیں۔ وہ بد چلن تھیل کہن سال اور بد خصال... جس سے معلم الملکوت ایسے
 تیز تجربہ کار اداسناس دم باز اور زود آشنا کھلاڑی سے بھی کبھی اچھی طرح
 پشی نہیں۔ حرام کاری کے ہمیشہ روشن آتش دان کو گرم کرنیکا کول۔ شرف کے افسانہ
 دولت اور رسوائی کی شہرت دینو کا بڑا دل و مہول عاشقوں کے داغ دار دل کے
 آئس کرنے کا فراتے پان گلستان فسق و فجور کا ہمیشہ بیدار پاسبان بلوئے
 عشرت کا پُرانا غول حسن کے تجارتی جواز کے پال و ڈالنے اور لگانے کا مضبوط
 مستول۔ تم کیشوں کی کشتی جو رو جفا کی پتوار۔ بازار حسن و عشق کا مشہور
 دغا باز اور فریبی ساہوکار۔ خواہش کی ریل گاڑی کا وہ انجن جو ہمیشہ
 روان ہی۔ دل جلوں کے مارنے کی وہ توپ جس میں نہ بارود ہی نہ دھواں
 ہی۔ خونین جگر وں کے اشک گلفام کی پرغور موج کے روکنے کا پشتہ۔ جیلہ
 و فریب دغا و مکر کا کچا کشتہ۔ عیاشوں کے مزاج کو اعتدال پر لانے والی
 دواؤں کی قربا دین۔ بیسواپنے کی بساط کا فرزانہ فرزین ریا امیر زادوں
 کی رسوائی اور بربادی کا تماشا دیکھنے کی دور بین، وہ زنجیر جس کا ہر حلقہ

گرداب بلا ہو۔ وہ اگلے جس سے ہزاروں دل دادوں کا خرمن امید جلا ہے۔
 وہ بیلون جو بجز دوسروں کی بربادی کی ہوا کے کبھی اڑا نہیں۔ وہ ہم کا گولا
 جو کبھی سینہ عاشق کے سوا اور کسی مقام پر پڑا نہیں۔ وہ رہزن جسکی کسی
 نپل کو ڈین کوئی تغیر نہیں۔ وہ چور جس کے پکڑنے کی کوئی تدبیر نہیں۔
 بگڑنے والوں کے اور اک حرارت شوق کا وہ تھرمائیٹر جس میں خطا نہیں مرض
 درد و الم کے لیے ووزندہ ڈسپنسی جس میں بجز شربت مرگ کوئی دوا نہیں
 وہ منہ جس کے خم خانے کے متوالے کو قیامت تک ہوش نہیں آیا۔ وہ سمندر
 جس کے سامنے کبھی دریا سے بیدار مغری و ہشیاری کو جوش نہیں آیا۔ وہ عاشق
 جس نے اپنی سحر آموز آنکھ کی ایک گردش سے سیکڑوں میان جھنوں اور ہزاروں
 فریاد بنائے۔ وہ کافر جس نے لاکھوں کبیہ دل توڑ کر کڑوڑوں تبخانہ پیدا کیا۔
 وہ بوم جسکا ویرانہ امیرون کا کاشانہ ہے۔ وہ لالچی مرغ زر و جواہر جسکا دانہ ہے۔
 عاشقوں کے پہلو کا ایذا رسان پہوڑا۔ شور پست عیاشوں کی ادب موزی کا
 کوڑا۔ وہ عمان بلا جس میں ایک مرتبہ ہرنا تجربہ کار شہنشاہ دریا سے الفت نے
 غوطہ کھایا ہے۔ وہ سمندر جس میں غوطہ خوروں نے ہمیشہ دُر کی جگہ سنگ خارا
 پایا ہے۔ وہ افی جس کے خوف سے زمر در رہو جلائے۔ وہ کھسار جس میں
 عاشقوں کا دل آن کی آن میں کس گرد ہو جاے۔ وہ جوتک جو دو تہذیبوں
 کے بدن میں ایک قطرہ خون چھوڑ کر کبھی چھوٹی نہیں۔ وہ فساد کی شیشی
 جو آج تک کسی قسم کی ٹکڑی اور پھوٹی نہیں۔ وہ اژدہا جو اپنی سانس کی

کشتن اور کوشش سے دور دور سے روز تازہ شکار کھینچ لائے۔ وہ بڑی پیر
 بیسوا جو دوست دشمن امیر فقیر باپ بیٹے چھوٹے بڑے سب کو ایک گھاٹ پانی
 پلائے۔ وہ سولی جس پر شوق سے ایک مرتبہ کون جوانی میں پڑھا نہیں۔ وہ
 بہانسی کی رسی کا حلقہ جسکی طرف کس سیر الفت کا گلا شباب میں شوق سے
 بڑھا نہیں۔ رنڈیوں کی محفل گرم بازاری کا پر نور لمپ قرم ساقون کے لشکر
 نحوست پیکر کا محفوظ کمپ۔ رجواڑوں اور شہزادوں کی دولت کی بالائی اٹھانیکا
 کفگیر مجسم ریاست شکمی تعلقہ لاخراج جاگیر تماش بنیوں کے سیاہ نامہ اعمال کا
 شیرازہ۔ دنیا سے سید و درخ میں جانیکا وسیع بلند اور کشادہ دروازہ عیاشوں کے
 بے غیرت دل کے فشار کے لیے نولادی پنجہ۔ دنیا میں گنگارون کے عذاب
 کے لیے قدرتی شکنجہ۔ مکتب عشق کے طلبہ کے پھنسائے کا جال دلدادوں کی
 جان کا جھال۔ امیر زادوں کا منی بیگ غیبی خزانے کی بڑی دیگ۔۔۔۔۔
 اگر وگشتال تماش بنیوں کی سزائے اعمال۔ خوان حسن کا سرپوش۔ جو نما
 گندم فروش۔ ایک حکیم حکیم لالچی تند خو۔ غضبناک۔ بیباک بے رحم اور بے مروت
 دالال۔ فرعون کی مان شیطان کی خالہ۔

نئے سال کی نئی روشنی کی نئی ڈکشنری

مغربی نسوانی آزادی۔ شوخی اور چستی کی بگڑی ہوئی تصویر
 باوجود بد رنگ ہونے کے ہزاروں عمدہ رنگ ہے صاحبان عالیشان کی۔
 کوٹھی میں استعمال پزیر میم صاحبوں کی آرائش کا ہندوستانی جائزہ
 اور خدمت گزار آلہ۔ شدت گراگرمی اور بیجا بانہ سیاب وشی سے ہمسایہ کی

عورتوں کی نظر میں ایک پرمیلا شعلہ، جو آلہ کوٹھی کی تمام بیش قیمت اور کمیاب
 چیزوں کے اعلان کا بہت بڑا نقارہ۔ بابا لوگوں کے جھوٹے اور سونے کا
 محفوظ اور مضبوط چری گوارہ۔ برق و شانہ گرم رفتار سی و مصنوعی ادا سے ہر
 ہر قدم پر دم بہ دم سایے کو پٹرکانے والی۔ غیر معمولی آرام و آزادی کی بیقرارانہ
 لگدگی سے وحشی غزالانہ اپنے سایے سے ہرک ہڑک کر کوٹھی کو فاسانماں بنا
 خدمتگار دن اور شعلہ جیون کی آتش شوق کو پٹرکانے والی۔ مصیبت نہ وہ
 عمدہ دارون کے اکثر بڑے وقتوں میں کام آتی والی ہندوستانی رؤسا
 امرا اور عمالوں سے ہر ہر پر بل ورتیو ہار میں معمولی طور سے ادا م پانے والی۔
 وہ ہندوستانی ٹیلیفون جو انگریزوں کی کوٹھی سے ہمیشہ جاری ہے۔
 وہ عقرب جس کا نیش ہزاروں سنگینوں کی چوٹوں پر بہاری ہو۔ وہ سامی
 جیکے ایک منتر سے ہزاروں آفت اور لاکھوں بلا ٹلتی ہو۔ وہ انسان جس کے
 سایے سے پری تک جلی ہے۔ رئیسوں کے خاص کمرون میں نسیم سحری
 کی طرح جس کو بے روک ٹوک آنے جانے کی اجازت ہو۔ جسکی ادنیٰ سی اعتباراً
 اور آزدگی بڑے بڑے لوگوں کے لیے سبب شامت ہو۔ اپنی او باش ناخس
 خواجہ ناشون پر کورٹ شپ کی ناقص مشق کر کے کبھی کبھی تکلیف اور سوائی سے
 بنگلیہ اور پھیمون کی ذلت بار اور جگر نگار چشمکوں کے اثر نشان تازیانوں کی
 پے درپے چوٹوں سے کبھی کبھی عقد نکاح سے دائمی پایہ زنجیر اپنی رسائی کو
 دوسرے کی نظر میں تیز کر کے دکھانی کی نیت سے بلا ضرورت کوٹھی کے
 مختلف کمرون سے نہایت ایڑہ ہوم ہو کر ایک ظاہری ڈیوہنگی کی ادا سی

بار بار آنے جانے والی۔ ہر قدم پر ہزار طرح کی نوایاں ادا ٹھکریلیوں سے جم کر
 اپنی خوش ادائی اور ہانک پن کا محبت انگیز اثر عاشق مزاج گھورنے والوں
 کے دلوں میں جانے والی۔ ہر قسم کی اداؤں سے دلربا یا نہ اور ابلہ فریبانہ
 سخن طراز نیم صاحبہ کے منہ لگ کر دوسرے ملازموں پر خواہ مخواہ زبان دراز
 نینو کی اکلائی۔ یک رنگ کی گوٹ اور دریس کے لنگے کی زیبائش بقت خراش
 کن انکیوں سے مضطربانہ دیکھ دیکھ کر ایک ٹھہری نگاہ نیم باز کے اشارے سے
 ہر ایک طرح دار نوجوان سے اپنی نیم میانہ خوش و مضی پرداد کی خواستگار
 باوجود کم سن ہونے کے اپنے خیال عظمت کی افزائش کی پالائش سے مسن
 ملازمین کو ٹھی اور چپرسیوں کے پٹھی۔ خالہ اور نانی لکھ پکارنے پر ہر گانہ ٹھٹھا
 اور تہو بدل کر جواب دینے کو طیار۔ مذہب عشق کے اکثر رسوم کی مغربی فیشن
 سے غیر مکمل طور پر خانگی حلقوں میں برت برت کر دکھانے والی۔ یورپ کی
 تہذیب کی ہوا کو اپنی خصلت کے فانوس میں بند کر کے ہندوستان کے
 شخص و سفال پوش مکانات میں پر جوش ادا سے لانے والی۔ صاحبان
 عالی شان کی ترقی۔ رخصت اور تبدیلی کی صحیح خبروں کے چپنے کے واسطے
 ہوم گزٹ کا پرچہ سترادہ ہو۔ وہ نیم سرکاری اخبار صداقت آئنا جو کل تو نہیں
 کے اثر سے ستشی اور جملہ قسم کی جواب دہیوں سے آزاد ہو۔ اور وہیں
 مذموم خصائل کی نقالی سے کبھی مغربی ڈومنی بن کر مشرقی ملکوں و مملکتوں پر
 ستارہ و بنارہ دار کی طرح آرٹھی اور ترجہی ہو کر لگتی ہو۔ سابق سیمین کی
 نمائش کے لیے چلتے چلتے قصد انگے کوٹا نگوں سے ادبجا اولچا کر بار بار ٹپکتی

اور جنگمندی ہے۔ اپنے شوہرون سے اکثر خانہ جنگی۔ بیٹو اور انگریزی بر سے
 خصال کی ایک سچی تصویر دورنگی اپنے ہجوم اور ہمسایے کے خیال میں ذات
 پات کو کہا کر کھانے والی۔ گھر سے ایک بار تلاش روزگار میں نکل کر ہر اوسط گھر
 اگر کم آنے والی۔ اکثر اپنے ظالم اور بے انصاف شوہرون کی بدسلوکی اور بد رفتاری
 کی سیلی سے غصے اور رنج میں ڈوب کر ابرسیاہ کی طرح گھر سے نکل جانے والی
 اکثر ساس نند کی ایذا رسانی اور دلازاری کی تاب نہ لا کر حکام عالی شان کی
 کوٹھی میں آرام اور امان پانے والی صفائی اور چستی میں واقعی بے نظیر ہے۔
 مصیبت کے وقتوں میں اکثر غلاموں کی بھی دستگیر ہے کوٹھی سے روزنار
 معامات اور تازہ واقعات عالم کا ایک ذخیرہ لاکر ہمسایہ والیوں میں ایک غیر معمولی
 کھلبلی مچانے والی۔ اپنی ذاتی کوششیں اور محنت سے اپنے ہم قوموں میں بہت کچھ
 واقعی اور اصلی راحت و آرام پانے والی۔ ہمسایہ میں ہر شخص پر ایک تحکم کی
 اداسے اپنا رعب جمانے پر جسے اودھار کہا یا ہے۔ ہر فصل بہار میں شملے اور
 نیلی تال کی صحت مالا مال ہوا سے جس نے اپنی صحت کو چمکایا ہے اکثر نازک
 اور مشکل مواقع پر صاحب کی خواہگاہ میں رئیسوں اور عمدہ داروں کا ٹیکٹ
 لیجا کر سیکڑوں خرفا کو آنتوں اور مصیبتوں سے بچاؤ والی۔ اپنی خاص خاص
 حسن خدمت کے ہلے میں بہت کچھ واجبی انعام و اکرام پانے والی۔ اکثر امور
 خانگی میں ہم صاحبہ کی مشیر کترینیک بخت اور سید ہی۔ اکثر چالاک اور شریر
 مس بابا لوگوں کی بڑی پیاری بابا لوگوں کی بہت دلاڑنی۔ بابا لوگوں کی
 ٹیل گاڑی کی خوش رفتاری سے غیر محسوس طور پر ہندوستانی باپوں کو

پرورش اولاد میں ہوا خوری کی جان پر در تاثر کی ایک نہایت پرتاثر تعلیم
 دینے والی۔ میمون کی خصلت کی اثر ریزی کو نہایت آسانی سے اپنی سرشت
 میمون سرشت میں بے تکلف و تکلیف قبول کر لینے والی۔ بیسیون رنگ
 مشکاف۔ الیٹ اور ٹیلر کو ہوا اور گودی کی نانی کی خوفناک کہانی سنا دیتی ہے
 اکثر اون کے سلاتے وقت لوری کے بہانے وہی آواز سے ایک آدھ خوش آئند
 تان بھی اڑاتی ہے۔ نفٹ گورنر ہونے والے مغربی پودھوں کو اپنے کنار
 عاطفت کی کیاری میں برسوں تہی محبت اور خالص ہمدردی کو آب حیات سے
 سچ کر پلنے والی۔ لڑکین کی مصومانہ مدد ہوشی میں ہاگور و بیسیون پر آفت اور
 پر مصیبت موقع میں ہوسخیاری اور نک حلالی سے سنبھالنے والی۔ وہ
 ہندوستانی جس کی ساری خصلت کی یوروپین سازش ہو۔ ایک درس کے
 لنگے پر جس کو کجواب کے پاجامے سے زیادہ نازش ہو۔ آیا آیا کی جان نواز
 آواز انگلو انڈین کے بچوں کے بچانے کا سب سے پر اثر ہندوستانی باجہ ہے۔
 ہر ایک انگریز کا بچہ آیا کی گود میں فرط بے پروائی و آرام و مسرت سے ایک
 ہندوستانی راجا ہے۔ وہ ہندوستانی فیملی التالیق جس کی ضرورت ہر کوئی
 میں ہوتی ہے۔ وہ ہندوستانی عورت جو اپنے ملک کے منصب نگیر اور طاقتور
 خیالات کو صاف کر کے ولایتی صابون سے دھوتی ہے۔ پیرانی کی کرامت کی
 خوشبو عیسیم صاحبون کے شاتے کے بالاخانے میں خفیہ پہنچانے والی۔ ولایتی
 عورتوں کے کمزوری خصلت کی چور دروازے سے اکثر ان کے اعتماد و اعتقاد کو
 کرے میں غیر ملک کی عورتوں کی غیر معمولی قدرت کے خیالات لائیو بائیو الی

نذر و نیاز کے مد و خرچ کے لیے میم صاحبہ کی خاص پاکٹ پر مداخلت بجا کی عادی
 ہو۔ اُن کی خوش عقیدگی اور پیر پرستی کی اکثر خوش عقیدہ نسوانی اور
 درگاہی حلقوں میں زندہ منادی ہے۔ شادی بیاہ اور جملہ تقریبات میں
 اپنے ہم جنس اور رحم دل آقا سے علیحدہ تائیدی پاتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایسی
 تقریبات میں نہایت حیرت انگیزی سے سیر کر کے اپنے مہمانوں کو کھلاتی ہے۔
 ڈانٹ کے دوہزارے لٹڈو کے مٹھی گڈے پر نہایت شان و شوکت سے
 دم سیر پھلگر جذبِ حرارتِ تذاکرہ کے بابا کو ہوا کھلانے والی۔ فرسٹ کلاس
 سیلون میں میم صاحبہ پہلے اپنی نابالغ امانت کو لیکر جگہ پانی پر مسکرا مسکرا کر
 اسٹیشن والوں پر اپنا غیر معمولی دابہ دے جمانے والی۔ اکثر انجکلو انڈین
 خاندان کا زندہ اور صحیح شجرہ ہے۔ بابا لوگوں کی سیر کا نفیس بری بجر ہے۔
 مختلف ملکوں اور شہروں کی سیاسی کے متعلق واقعات اور حالات کو ایک
 تاجر اور ہمدانی کی ادا سے ہمسایے کی عورتوں کو سنانے پر مغرور ہے۔ ہر وقت
 اور سکو اپنی مرضہ اُکالی۔ اور نوکری کے نقشے کا ایک مرزہ دار سرد رہے۔
 گھر سے نکل کر بگڑ کر بننے والی۔ اپنی قوت بازو کی کمائی پر سلف ہلپ کے غرور
 سے تنے والی۔ پنشن لیکر ذات میں آتی ہے۔ مبلغ سنگین دیکر اکثر حقہ پانی
 اُٹھواتی ہے۔ تا دم موت گزرتی ہے اپنے عمر بھر کی محنت کا خوش دانقہ پیوہ کھاتی ہے
 اکثر خاندان عالی سے نمک حلال آیا لوگ عمر بھر لائق پرورش پنشن پاتی
 ہیں۔ پنشن کے لیے غلش۔ راحت رسان اور تسکین بار سائے میں اپنے

بال بچوں کو لیکر بڑے اطمینان اور پوری آزادی سے ایک عمر تک زندگی بسر کرنے والی۔ پیری کے تیرہ و تار وحشت آثار اور کلفت کے درکنار راقون کو اپنے کامیاب سوانح عمری کے تصور کے نشے میں بے پروائی اور عافیت کی گہری نیند میں سحر کرنے والی۔ علی بابا ایسے قدر انداز نشانہ باز اور بھکیت محرر کی تجربہ کار اور پرکار درکنار الماسی نوک قلم کے کھونچون سے اپنے دامن خصلت کے اکثر عمدہ اور تعجب انگیز پہلوؤں کو بچا جانے والی۔ انگلی اور قومی بہادر دی اور محبت سے اپنے ہوطنوں کی کامیابی میں ہمیں ہونے اور اپنی خصلت کی سچی تصویر کھینچوانے کی غرض سے بیجا بانہ ہماری برش خیال کی پوری زد پر ہنکرا ہوا اصلی جلوہ اہل عالم کو دکھانے والی۔

ظاہر میں شہد۔ باطن میں سم۔ اندرونی اختلاف۔ باہمی جنگ۔
 وجدل کا عنقریب پھوٹنے والا بم۔ یورپ کے صحیح النسب اور معصوم حکمت علی
 کے بچے کے جو لٹے کا ہنڈولا مصنوعی اتفاق۔ پُرانی کاوش۔ تاریخی
 عداوت۔ اور پُر شوکت دہلی کے جملانے کا جولا۔ کم زور کے دباؤ کا ہتیار۔
 باہمی قوت اور موافقت کی حفاظت کا حصار۔ بران یورپ کے دریائے عقل
 کی بلند موج۔ خیالی جنگ گاہ تمدن کی آراستہ فوج۔ صلح ناموں کے
 شروط یا دلدلانے کی تاکید۔ مانٹی نگر کے واسطے نفرت افزوید سلاطین یورپ
 کے موافقت کی منفعت کی روشن دلیل۔ دنیا کی آزادی کا ضامن مجبور الیٹون
 کے حقوق کا سرپرست۔ اور کمزور سرکشوں کا وکیل۔ مشرقی مسئلے کے حل
 کرنے کی کھرن۔ کم زور کو زور اور اور زور اور کو کم زور بنانے کی

یورپین
 کنٹ
 یورپ کے
 سلاطین
 اتفاق

ولایتی کل۔ کم زور سلطنتوں کے بٹوارے کا نیا قانون۔ ترکی کی آئندہ
ترقی کا نہایت نیک شگون۔ دوسروں کے انتظام خانگی میں دست اندازی کا
بہانہ۔ اکیل کے واسطے سنگ ریزہ اور ٹینی کے لیے دانہ ناروا اصرار۔ لشکر
و باؤنا جائز جبر۔ احمد کا مردہ۔ محمود کی قبر۔ اندرونی اختلاف کے ڈھاکنے
کا سرپوش۔ وزارت انگلستان کے بادہ کہن سالی کا آخری سرچوش۔
شامان یورپ کے نیک نیتانہ اتفاق کی تیغ کا خوبصورت نیام۔ ترکوں کو یو
ایک روح افزا۔ جان پرور اور مسرت بار پیام۔ پڑانے مریض کے لیے نیا
بنیاد پر سکرتیشن۔ سلطنت ترکی کی انتظامی رپورٹ پر گورنمنٹ یورپ کا زبردست
رزوئیوشن۔ مذہب شاہوں کے آشوب چشم کا علاج ایک ہفتہ ہزار کالج۔

پارلیمنٹ مدبڑوں کا آستیانہ فصیح اور بلغا کی پرورش کا زچہ خانہ کسی ملک کو
قابل لوگوں کی قوت گویائی کے تماشاد کمانے کا تہیض۔ وہ پالی جان کا
مدبر۔ اکیل اور ٹینی دونوں کٹر۔ دیانی لطافت کا میدان۔ خیالی پلاؤ بیچنے والے
ملکی، اکی کوکان۔ باہمی نفاق اور ذاتی رشک و حسد کا تنور۔ خیالی اور لسانی
گشتی کا مذہب اکھاڑا۔ تمدن کے دنگل میں حکمت علی کے مطابق وزرا
کے پخت پٹ ہو جانے کا سہارا۔ مغربی فخر و نازش کی حفاظت کی مضبوط
دیوار۔ ملکی مصلحتوں اور قومی حقوق کے بچانے کا سنگی حصار۔ ستم ویدوں
کی چارہ جوئی کا وہ عمدہ و نادر داوری گاہ جہاں کوئی کالا وکیل نہیں۔
انصاف آموزی کا وہ اسکول جہاں روسیوں کے ظلم ناحق کے انسداد کی

کوئی عمدہ سبیل نہیں۔ غلّ چپانے اور گپ ہانکنے کا بلند زینہ۔ قومی دولت
قومی عزت۔ قومی قوت۔ قومی لیاقت۔ قومی فصاحت اور قومی شوکت
کا خزانہ۔

ٹھینکس انگریزی معصوم لفظوں کا اولڈ پایا۔ خشک تخمین۔ خشک سلام۔
(شکریہ) خشک احسان۔ وہ پانی جبکہ اندر صرف ہوا ہی وہ لفظ جو دنیا بہر کو خوش
کرنے کے لیے بلا صرف کسی قسم کے ایک مجرب دوا ہی۔ وہ انعام جو سال تنک
دل و دماغ کے خون کرنے کا صلہ دیتا ہی۔ وہ تمغا جو سیکڑوں کو چان تھاری
کی حسن خدمت کی عوض میں ملا ہی۔ وہ پیر منی لفظ جس نے حاتم دلون کی سخاوت
کی داد دی ہی۔ وہ کرامت کی پٹریا جس نے بڑے رجواڑوں کے دل و
دماغ کی خبر لی ہی۔ وہ دولت لازوال جس کا تہذیب یافتہ دنیا میں بے انتہا
خرچ ہی وہ تسخیر قلوب کا نسخہ جو اکثر سرکاری کاغذ کی پیشانی پر درج ہے۔
خوش کرنے کا کم خرچ بالانشین آلہ۔ وہ رئیس بادشاہ مزاج جس کا لافانہ
بغیر کھواب و زر لغت کے درست نہیں ہوتا وہ پرتا شیر دعا کہ ہزار بلا کو زبان
سے نکلتے ہوئے ٹال دے۔ وہ تسخیر باتا اثر جو دم بہر میں دشمن کو دوست بنائے
وہ دم کل جو کم ظرفون کو دم بہر میں غرور اور عجب کے آپ مصفا سے
بڑے کے تیکے کی طرح پہلا دے وہ قمقمہ انگیز زعفران کہ بابا بغانی کو ایک
آن میں ہنس دے۔

پولیس خیاالی پلاؤ۔ مفت کرم داشتن۔ لہو لگا کے شہید و ن بین نام۔
 حکمت بانگ بے ہنگام۔ خود ستائی۔ خود غرضی۔ وعدہ فراموشی۔ آشنا فراموشی۔
 علی، اگیدڑ بھکی۔ ہوائی بندوق کی آواز۔ ممبران پارلیمنٹ کے آپس کا ناز و نیاز
 کمزور کو دبانا۔ زبردست سے ڈرنا۔ اپنی قوت خیالی کو سہانے سے بیان
 کرنا اپنے منہ میان مٹھو۔ زبانی جمع خرچ۔ وقت کی پرستش خیالی لڑائی
 میں حریف کو شکست دینے پر نازش۔ ہان بین ہان ملانا مارتے کے آگے
 اور بھاگتے کے پیچھے جانا۔ کسی کے جلتے ہوئے گھر سے تاپنا۔

مفوم خیالی۔ جی خوش کرنے کے لیے ایک موثر لفظ۔ لندن کے
 اجار نویسوں کی خامہ فرسائی کے لیے ایک نفیس تختہ مشق۔
 پھوٹی ہوئی ہانڈی۔ نقار خانے میں طوطی کی آواز۔ عفا۔ ایک
 قسم کا ولایتی مکسچر جو تالیف قلوب کو مفید ہے نئی طرح کا ولایتی آلو
 جو کبھی زمین سے نکالا نہیں جاتا اور جسکی بوسے لارڈ لوگوں کا دماغ
 معطر رہتا ہے۔

اسٹریٹ وہ چیز جسکی حفاظت ضروری نہیں۔ ساری دنیا کو اپنا جاننا۔
 حقوق ایک شکل تصوری دوسروں کو ڈرانے کے لیے قائم کرنا۔ ایک نازک بڑی
 جیسر ایک محلے کے ایک ہی رنگ اور نسل کے کتے اس ہیبت ناک طرح سے
 ٹرین کہ ان کی آواز سے دوسروں کے ڈرنے کا احتمال ہو۔ ایک قسم کے
 تمدن کی پھلی جو کبھی حال میں پہنستی نہیں۔ حبش کے جنگل کا کالا خرگوش
 جسکی تلاش میں بہت سے امریکا کے ڈاکٹر گئے ہوئے ہیں۔



مه نوری فشانند و سگ بانگ می زند

اشتہارِ مسرت بار

مشتر ایک مجروح شخص ہے اور اس کو ایک ایسی بی بی کی ضرورت ہے جس میں صفات ذیل ہوں۔

(۱) عالی خاندان کی چندان ضرورت نہیں۔ مگر جس خاندان سے ہوا سکے خون میں تازگی ہو۔ اس تازگی کا ثبوت یوں ہو سکتا ہے کہ بذریعہ اساد با شہادت چند گواہان معتبر کے یہ بات ثابت کی جائے کہ اُسکی اوپر کی دو تین پشتوں میں خون میں قوت اور تازگی دینے کے خیال سے کسی قوی المخلقة اور صحیح المزاج غیر خاندان کے آدمی کے خون کو نیچر کے معمولی قواعد فرحت بخش و نسل انداز کی تائید و منتقل کیا گیا تھا۔ (انگلستان کے تہذیب یافتہ ملک میں طبی خیالات سے تازگی خون کا ایسا سامان اکثر بھی لوگوں سے قرابت کے ذریعے سے کیا جاتا ہے)۔

(۲) پختہ سن کی عورت ہو یعنی چالیس اور پچاس کے اندر۔ کاٹھی مضبوط۔ قوی درست۔ طول میں ۵ سے ۶ فٹ کے اندر۔ نہ بہت ڈبلی نہ بہت فربہ وزن قریب تین من کے (جو کہ متوسط درجے کی صحیح المزاج عورت کا وزن سلارے مالک تہذیب یافتہ میں ہے) رنگ سرخ و سفید سرخی زیادہ اور سفیدی کم غزالان ختن اور نرگس بیمار کی سی آنکھوں کی ضرورت نہیں۔ معمولی چوٹی گر بہ نما آنکھیں بہت خوشگوار ہوں گی صحت نہایت اچھی ہو ایسی کہ سوائے مرض موت کے ڈاکٹر اور حکیم بلانے اور اس فضول مدین روپیہ خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہو کسی قدر معمولی دوا میں بچوں کے علاج کے قابل اس کو معلوم ہوں تو بہتر۔

تعلیم و تربیت اس انداز کی ہو کہ متوسط اور اعلیٰ درجے کی تہذیب یافتہ انگلش
 یا نیم انگلش ہندوستانی سویٹنی مین نہایت آسانی سے بے خاش طور پر
 چل پھر سکے۔ گانے بجانے کا سلیقہ اگر زیادہ نہیں تو اس قدر تو ضرور ہی ہو کہ
 مجھے شام کے بعد گھر میں روک رکھنے کی قوت ہو۔ ناچنے میں اگر کمال نہ تو
 اتنا دم خم تو ضروری ہو کہ ایک دو جٹلمین کو (بال پارٹی) ناچ کے جلسے کی ہڈ
 اور فرحت بخش پالی میں بخوبی تھکا دے۔ گھس پیٹھ کا اچھا سلیقہ چاہیے اور اگر
 اسکی مشق نہ تو ایسا مادہ ہو کہ آئندہ اس خصوص میں طبیعت تعلیم پذیر ہونے
 کے لیے تیار ہو۔ بڑے بڑے نامی گرامی لوگوں سے کسی قسم کی قرابت ہو تو بہت عمدہ
 بات ہے۔ اگر واقعی طور پر نہ تو ایسی قرابت کا دعویٰ۔ وہ یا اُس کے قرابت مند
 زور و شور سے کرتے ہوں یا کرتے پر راضی ہوں (نسب نامہ کی ہر شاخ کو عمدہ اور قدیم
 شجرہ و ن سے آسانی اور صحت کے ساتھ ملا دینا میرا ذمہ۔ اس کا تردد ہرگز نہ کریں
 خوش خوراک۔ خوش گپ (خوش ادا۔ اور خوش مزاج ہو) خوش خوراک کی سے
 ایک چپاتی اور چار تلے ہوئے کیاب غرض نہیں بلکہ اقل مرتبہ دو تین سیر گوشت
 دس پنڈراہ انڈے سیر دو سیر دودھ پاؤ آدمہ پاؤ سو جی کی روٹی اور اس کے
 ماسوا میوہ جات وغیرہ وغیرہ اور مفرجات اور دلائی پانی اور چائے وغیرہ وغیرہ
 کھائے پیے، مذہبی خیالات میں نہ بہت خشکی ہو نہ بہت تری ہو۔ نئی روشنی کی
 پھلجھڑی۔ تہذیب کی تھکڑی آزادی کی چھڑی۔ خلاصہ یہ کہ چٹی نیچری ہو۔
 گھڑ سواری اور مذہب اور صحت بخش کھیلوں سے واقف ہو اور ہر طرح کی
 آب و ہوا کی سختی کو برداشت کر سکے۔ قانون کے مطابق شادی ہوگی۔ اور ہر

قانونی قاضی ہو گا۔ بوسہ بازی کے فن میں کمال مہارت ہو۔ اگر نقص تعلیم یا صحبت کی وجہ سے اس فن سے مطلق بے بہرہ ہو تو اس میں اس فن نامی میں مہارت حاصل کرنے کا مادہ ہو (کیونکہ بغیر ایسی مہارت کے ایک تہذیب یافتہ انسان کی بی بی دنیوی کاموں میں عمدہ طور سے قابل استعمال نہیں ہو سکتی) اگر اس فن میں مہارت حاصل ہو تو کس درجہ (اس کو لکھنا ضرور ہو گا) کیا اسکے بوسے کی کشش اور کوشش سے نوکری۔ دوط۔ یا کسی کونسل و ونسل کی مہتری مل سکتی ہو یا اسکے بوسے سے کسی مجرم کی خطا دھوئی جاسکتی ہو؟ یا اسکے بوسے سے ترقی یا تنگی مل سکتے ہیں؟ یا اسکا بوسہ کمند بن کر کسی جٹلمین کو پھنسا سکتا ہو؟ ان ضروری مضامین سے بہت تفصیل سے واقف کرنا ہو گا کیونکہ اور صفات کے مقابلے میں اس صفت کو بہت زیادہ رجحان ہو گا اعلیٰ درجے کی انگریزی سوسائٹی میں پہاڑوں کے اوپر اور انکے دامنون اور شہروں میں اپنے شوہر کے صفائی اور بے ردک ٹوک طور سے پوری آزادی سے آتے جاتے اور ملنے جلنے میں کلکتے کی نمائش گاہ کے سینر ٹکٹ یعنی اس ٹکٹ کا کام دے جو نمائش گاہ مذکور میں برابر ہر وقت آنے جانے کے لیے کافی تھا۔

بے اقبازی سے لڑکے جن جن کو اپنی صحت کو غارت۔ شوہر کی دولت کو خست اور اپنے گھر کو ایک مصیبت انگیز وحشت سرانہ کر دے بلکہ لڑکوں کے جننے کے شوق سے اوسکا دل و دماغ ایسا پاک و صاف ہو جیسا ہر باغ خزان میں ہول اور بتوں سے مشہر اپنے مختصر حال سے ہی پہلے سے ان بیبیوں کو واقف ہونے کا موقع دیتا ہے اور در صورت فراموشی جوڑے کے میسر ہونے کے اپنے

تفصیلی حالات سے بھی واقف کرنیکا وعدہ کرنا ہی۔ فی الحال بفضلِ پیغمبرین
ایک ممتاز عہدے پر مامور ہوں اور میرا مشاہرہ ایسے ایک فرمایشی بی بی کو لیکر
آرام سے رہنے کے لیے کافی ہے اور آئندہ میری ترقی کے لیے دکن کا مطلع
صاف نظر آتا ہی۔ کیونکہ اُس طرف آج کل میرے ہم خیال اور ہم مشرب لوگوں کا
دور دورہ ہو اور میرا لگا ہی گویا ایک طرح لگ چکا ہی فضلِ پیغمبری کے سایے
میں دو چار برس وہاں بسر کرنے سے پھر میں ہی اپنے شہرِ پیچرا آباد کا کالا
ڈیوک بن جاؤں گا اور پرانی آرام جان کو لیکر نینی تال پر (جو میرے
شہر سے قریب ہی) مزے سے رہوں گا۔ محلاً میری موجودہ حیثیت ایک فرمایشی
سیم صاحبہ کے بُہانے اور اُن کا مجھے اپنا دائی شریک رنج و راحت نبانے
کے لیے کم نہیں ہو۔



منشی جوالا پیرشاد برق ۱۰۲۰۰

منشی جوالا پرشاد صاحب برق

منشی جوالا پرشاد صاحب برق ضلع ستپا پور قصبہ محمدی مین پیدا ہوئے تھے۔ ۲۱۔ اکتوبر ۱۸۶۳ء ناریج ولادت ہے۔ اسکول کی ابتدائی تعلیم کا زمانہ محمدی مین گذرا۔ ۱۸۷۸ء ضلع کیری سے انٹرنس کا امتحان درجہ اول مین پاس کیا اور وظیفہ پایا۔ ۱۸۷۹ء سے کیننگ کالج مین تعلیم پا کر ۱۸۸۲ء مین۔ بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۸۸۳ء مین وکالت کی ڈگری حاصل کی اور فوٹے قوم منشی کالی پرشاد مرحوم کے دامن عاطفت کے سایہ مین کچھ عرصہ تک وکالت کا مشغلہ جاری رکھا ۱۸۸۵ء کے آخری حصہ مین وکالت کا سلسلہ ترک کرکے مصطفیٰ کا عہدہ قبول کر لیا اور اس صیفہ مین خاطر خواہ نام آوری اور ترقی حاصل کی۔ اکثر ڈیشنل شین جج اور شین جج کے عہدہ پر بھی قائم مقامی کی حیثیت سے ممتاز رہے۔ اور ۱۹۰۱ء مین گورنمنٹ کی جانب سے گریون کمیٹی کے ممبر بھی مقرر ہوئے۔ مگر جب ۲۶۔ مارچ ۱۹۰۵ء کو لکھنؤ مین بجا روضہ طاعون انتقال کیا تو اس وقت انکا مستقل عہدہ جج حقیقہ کا تھا۔ انکے انتقال پر شمیم صاحب جو ڈیشنل کمشنر نے کرسی عدالت سے فرمایا کہ قابلیت کے اعتبار سے اودہ کے سب ججوں مین بابو جوالا پرشاد اپنا ثانی نہیں رکھتے تو بابو جوالا پرشاد مرحوم خلقی طور سے نہایت ذہین اور طباع شخص تھے اور واقعی اسم باسمی ہوتے تو اردو زبان اور شاعری کا شوق زمانہ طالب علمی سے تھا۔ پہلا اردو کا مضمون تیرہ برس کے سن مین کالیستھ سماچار مین لکھا تھا مرحوم کے بیٹے بابو کرشن کمار صاحب فرماتے تھے کہ جس زمانہ مین فلسفہ آزاد لکھا تھا تو بابو جوالا پرشاد لکھنؤ کی زبان حاصل کرنے کی غرض سے ہکا مطالعہ اس طرح کرتے تھے کہ کوئی طالب علم اسکول کالج کی کتاب پرست نہ ہو لکھنؤ مین اگر منشی جوالا پرشاد سے منشی سجاد حسین پنڈت تریہون ناتھ تاجر منشی احمد علی شوق سے ملاقات ہوئی اور اودہ پہنچ مین لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا منشی صاحب موصوفت انی معدودے چند لوگوں مین تھے جنہوں نے اپنی ابتدا اودہ پہنچ کر پورے کو سنبھال

انکی ذہانت اور طباعی ضرب المثل تھی اور زبانذاتی اور شاعری کے اعتبار سے لکھنؤ کے سخن سنجوں میں ممتاز درجہ رکھتے تھے۔ علاوہ چھوٹی چھوٹی نظموں کو جو ادوہ پنج میں اکثر شائع ہوئے، مثنوی ہمارا اور معشوقہ فرنگ جو رومیو جوملٹ کا ترجمہ جو انکی شاعری کے بہترین نمونے ہیں۔

مثنوی ہمارا کی دلچسپی اور اختصار کو دیکھ کر سید احمد خاں مرحوم نے یہ فرمایا تھا کہ
روئے گل سیر ندیدیم ہمارا آخر شد
یہ ایسی سند تھی جس پر ہر شخص کو ناز ہو سکتا تھا۔

بابو جوالا پرشاد نے ہنگامہ چند رجسٹری کے ہنگالی ناؤ لو نکا ترجمہ اس صفائی سے اور ایسی مجلس عبارت میں کیا ہے کہ اکثر ہنگالی حضرات کو یہ کتب سنا کر ترجمہ میں اصل قصہ کی تازگی موجود ہے۔ ہنگالی ڈلمن پرتاب۔ مار آستین۔ روہنی۔ اصل میں ہنگالی زبان کا قصہ ہیں جنکی تصویر اردو زبان میں تاری گئی علاوہ ان ترجموں کی منشی صاحب مرحوم انگریزی زبان کے قدیم سخن شبکسپیر کے نو یادوں نامکو نکا ہو ہو لفظی ترجمہ نہایت سلیس شرمین کیا ہے اور اگر زندگی و فاکر تھی تو ادنکایہ ارادہ تھا کہ اسی عنوان سے شبکسپیر کے تمام نامکو نکا ترجمہ کر ڈالتی مگر شہداء میں اس کام کی ابتدا ہوئی اور شہداء میں انکی زندگی کا انسائیکلو پیڈیا علاوہ منشی سجاد حسین مرحوم اور منشی احمد علی صاحب شوق کرینڈت ترہون نامہ ترجمہ مرحوم بابو جوالا پرشاد کو بڑے گھر سے دوستوں میں ہو۔ ادوہ پنج میں وٹو نکا مضامین کا کثیر حصہ موت کا لکھا ہوا ہے جبکہ فیصلہ کرنا میں پنڈت ترہون نامہ و کاست کرتے تھے اور بابو جوالا پرشاد نصف تھے یہ دو زمانہ تھا جبکہ دونوں نگین مزاج و شوخی لیے ہر روز روز عید اور ہر شب شب برات تھی۔

حیف برجان سخن گریں بخندان نرسد

ماںی ڈیر سجاد حسین۔ زمانے کی چال کہی ایک سی نہیں رہی۔ آج کچھ اور ہے
اکل کچھ اور تغیر اور تبدل کو فطرتی قانون میں آئے دن ترمیم و تسخیر لگی رہتی ہے۔ زمانہ کو ساتھ خیالات
بسی اپنا رنگ بدل لگاتے ہیں۔ ایک مذاق شاعری ہی کو دیکھو کہ غیر قرین القیاس اور
ناممکن الوقوع مضامین کی ٹیڑھی تہ چھی پکڑ ڈیون کو چوگر فی زمانہ کس لہر پر آ رہا ہے۔

مقفی اور سبج عبارت اب کا نون کو نہیں بہاتی۔ اہل زبان نون کی پیاری پیاسے
 اچھوتے روز مرے سنکڑی پٹرک اوٹھتا ہو۔ سچی سچی بلا مبالغہ باتیں دل میں چبھ
 جاتی ہیں۔ نیچرل شاعری جب قدرتی صنایعوں کا فوٹو کھینچ کر نظر کے سامنے
 لے آتی ہو تو بے اختیار یہ زبان سے نکلتا ہوتا ہے۔

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگر م کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست
 ان قدرتی جذبات کا نظم کے پیرایہ میں ادا کرنا شعراے مغربی کا حصہ ہو علم
 طبقات۔ جراثیم اور طبقات الارض کو شاعری کی زبان میں ظاہر کرنا انہیں کا
 حق ہو۔ میں کیا اور میری شاعری کیا۔ نہ عرفی نہ خاقانی پر کس برتے پر تپا پانی۔
 لیکن ہاں زمانے کا رنگ دیکھ کر میں نے یہ جرأت کی کہ مغربی خیالات مشرقی مذاق
 میں ادا کروں کہ سامعین کو ناگوار خاطر نہو۔ اور اس رنگ کی شاعری کی طرف
 دوسروں کی توجہ ہی مسلط ہو۔ یہ امر کہ میں اپنا راد میں کہانتک کامیاب ہوا میں نہیں کہہ سکتا
 کیونکہ یہ بات صرف ناظرین کے مذاق پر منحصر ہے میں سوچتا تھا کہ یہ ناچیز تحفہ جو میری طبیعت
 کا ایک نیا اور پہلا جوش ہو کسکے نام نامی پر مسنون کروں۔ میری نظر میں سوائے آپ کے
 کوئی دوسرا نہ تھا۔ اردو زبان کو مردہ جسم میں پہلو پہل روح آپ ہی نے پہونکی۔ اس
 زمانے کے لوگوں کے مذاق کی کایا پلٹ آپ ہی نے کی۔ آپ ہی کی مستقل اور با اثر
 کوششوں نے اودھ پنچ کے مقبول ذریعے سے اردو زبان میں مغربی خیالات کا
 رنگ پادار ہو کے ساتھ چڑھایا اس قابل قدر پرچہ ذی الواقع ثابت کر دیا کہ مشرقی نہ
 مغربی خیالات باوجود اپنی ذاتی تباہ کن نہایت خوبصورتی کو ساتھ ہمارے زبان میں ادا
 ہو سکتے ہیں۔ میں اپنا فخر سمجھو گا لگے آپ اس نظم کو منظور فرما کر اپنا نام سے مسنون فرمائیں گے۔

بہار

اٹھلاتی بجاتی مسکراتی
 کم سن۔ اٹھڑ۔ حسین۔ انیلی
 بوٹا سا وہ قد بہار کے دن
 اگنا بھولون کا زیب تن کر
 گھونگٹ اک ناز سے نکالے
 ہریالی بنی وطن میں آئی
 اوتری گلشن میں جب سواری
 گل نے زر گل کیا پنچھا اور
 شبنم بھر لائی کورے کورے
 نور شید نے آئینہ دکھایا
 نہرین ہر پھر کے لائین پانی
 خوشیاں اشجار نے منائیں
 عیون نے چٹک کر لیں بلائیں
 مرغان چمن نے گیت گائے
 چڑیوں نے گائے کے دل بھایا
 بدلی پہولون نے اپنی وردی
 بھونرون نے یہ گونج کر صدادی
 معشوقہ گلزار آئی

اکس ناز سے ہے بہار آتی
 چوتھی کی دوطن نئی نویلی
 اوٹھتی کوہیل او بھار کے دن
 دھانی جوڑا نسا پن کر
 سہرا پھولون کا منہ پہ ڈالے
 اک سبز پری وطن میں آئی
 سورج نے آرتی اوتاری
 صدقے ہوئی عندلیب اوڑ کر
 شربت سے گلاب کے سکورے
 کرتون نے مورچھل ہلایا
 سبزے نے پچھایا فرش دھانی
 میوون کی ڈالیاں لگائیں
 بلبل نے چمک کی دین دعائیں
 ہر رنگ کے زمزمے سنائے
 مورون نے ناچ کر جھایا
 اودی۔ رنگاری۔ لاجوردی
 کوئل نے یہ پھیر دی منادی
 آئی آئی بہار آئی

سُن گُن جو ہین فصل گل کی پائی
 گردش سے دنوں کے بی خطر تھی
 معزولی کی اپنی پاتے ہی چاؤن
 رنگ اور گیا پہلے جو جاتا
 بیچارہ کی کوکھ او جڑ گئی ہے
 کمرے پہ گمنا ہے غم کی چھائی
 پہوٹی قسمت پہ روتی ہے برف
 رنگت ارض دسم کی بدلی
 اطراف جہان ہین جج گئی عید
 چرخ چارم پہ ہے نمایان
 چلتی ہے ہوا اسی کے دم سے
 پنچر کو شعاعین پالتی ہین
 کرنوں نے گڑی جڑون میں گس کر
 شاخون میں جڑون سی چڑھ کی پہونچین
 سجنے لگیں باغ و بوستان کو
 فیر وزی - صندلی - گلابی
 لامھی - نارنجی - ارغوانی
 کافوری - کاکریزی - لاہی
 عبّاسی - پیازی - زعفرانی

سردی گھرائی سٹ پٹائی
 مطلق نہ بسنت کی خبر تھی
 اوتر کو کسک چلی دے پاؤن
 گھسٹ گیا جو بنا ہوا تھا
 پاسے پر اوس پڑ گئی ہے
 چہرے پہ ہے چوٹتی ہوائی
 ہستی گھل گھل کے کھوتی ہے برف
 صورت سیرت ہوا کی بدلی
 پہونچا خط استوا پہ خورشید
 فیاض زمان - مسیح دوران
 ہے نشو و نما اسی کے دم سے
 ہر چیز میں جان ڈالتی ہین
 پیدا کیے یہ نمو کے جو ہر
 دوڑیں پتون میں بڑھ کی پہونچین
 رنگنے لگیں تختہ جہان کو
 خاکی - عنابی - سرخ - آبی
 طوسی - خشخاشی - آسمانی
 بادامی - سیاہ - زرد - کاہی
 ماشی - زنگاری - سبز - دہانی

ہر اک کا جدا ہے رنگ و روغن
 سایہ بھی ہے او سین رشتی بھی
 سبزے کا او بہار کیون نہ بہائے
 او آنکھوں کو نور دینے والے
 کسارون پہ تو ہی ڈھ ڈھایا
 ساری خلقت ہری ہو تجھ سے
 اندری نمو کی کار سازی
 بادِ سحری چلی جو سن سن
 سینون بین ہوئی اُننگ پیدا
 چہرے اُجوا صبا نے گسے سائین
 پھر گل پہ نسیم نے کھلایا
 سب مارے ہنسی کے کھلکھلائیں
 باچھین گئیں کھل خوشی کے مارے
 خوشبو درج دہن سے نکلی
 کچھ ایسی دماغ میں سسائی
 اٹھلاتی ہوئی چلی ادا سے
 گھوڑے پہ سوار تھی ہوا کے
 ہر موج نسیم تھی معنبر
 پیار اپار اسماں جو دیکھا

پر سبز پہ ہے بلا کا جو بن
 گرمی سے ملی جلی ہے سردی
 ہر فصل بہار کیون نہ بہائے
 او دل کو سرور دینے والے
 گلزارون میں تو ہی لہلہایا
 ہر چیز ہری ہری ہے تجھ سے
 بخشی گلشن کو روح تازی
 ابھرا ہر شاخ گل کا جو بن
 ننھی کلیاں ہوئیں ہویدا
 کچھ کچھ دبے ہونٹوں سکرائیں
 بڑھکر پہلو میں گد گدایا
 پہولے نہ وہ جاے میں سمائیں
 دم پھول گیا ہنسی کے مارے
 اترائی ہوئی چمن سے نکلی
 شاخ گل کو ہوا ستائی
 چھلین کرتی ہوئی ہوا سے
 جونکے گئے بن اوڑن کٹولے
 خوشبو سے جہان ہوا
 خلقت کو شادمان جو دیکھا

بوڑھے بالے جوان نکلے
 کیتون میں پہنچ گئے سویرے
 نیچے کی زمین اوپر آئی
 کچھ لوگوں نے چرخیاں لگائیں
 بعضوں نے ڈھیکلی سے سینچا
 نالی کوئی نکالتا ہے
 کھڑپی لیے کیت میں نہراتی
 وہ جو تھے والے بولنے والے
 پلٹے گھر ہاتھ پاؤں دھو کر
 جو کچھ کرنا تھا کر چکے وہ
 اب فکریہ فصل ہونہ برباد
 امید پہ پانی پھر نہ جائے
 ہر دم بمبخت ہے تردد
 کھٹکا ہے ہوا کرے نہ برباد
 گروی گیہون میں لگ نہ جائے
 پالانہ پڑے کہ پیڑ ہوں زرد
 گیہون پتلانہ گر کے ہو جائے
 ہر ہے گور و نہ کھیت کھا جائیں
 دیمک کے چاٹنے کا ڈر ہے

گھر سے اپنے کسان نکلے
 تارون کی چھاؤں منہ اندھیرے
 گوڑی جوتی زمین کسائی
 بوجوت کے بیڑیاں لگائیں
 پڑے پانی کسی نے کھینچا
 برہا کوئی سنبھالتا ہے
 بل بل کے دھاتین میں گاتی
 کھیتی پر نشا ہونے والے
 فاسخ ہوئے آج جوت بو کر
 پانی کیتون میں بھر چکے وہ
 اس کام سے گوہوئے وہ آزاد
 آفت سے او سے خدا بچائے
 بیچین ہیں سخت ہے تردد
 دہڑکا ہے بڑا پڑے نہ افتاد
 دل میں ہیں یہ وسوسے سوائے
 پتھر نہ پڑیں کہ کھیت ہوں گرد
 پچھوا سے نہ ساری فصل کھو جائے
 پیڑوں پر بیڑیاں نہ چھا جائیں
 چو ہوں کے کاٹنے کا ڈر ہے

لکھتوں میں بیج سڑ نہ جاے
 دل ٹوٹ گیا بھٹے جو بادل
 پالا جو پڑا تو دل ہوا سرد
 خورشید جل سے ہو ہویدا
 برہم نہ مزاج آب و گل ہو
 بادل برسا دے ابر نیسان
 شبہم بدہ جا تو ڈالیوں میں
 ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آؤ
 گھبرانہ کسان ہر خدا ساتھ
 دنیا کا رفیق تو ہے دہقان
 مفلس - قلاش - بھوکے محتاج
 سب کا تو نے ہے پیٹ پالا
 تیری فیاضیاں مہین مشہور
 یارب پر سادے اپر رحمت
 نیت میں ہو پھل جناب باری
 ٹنڈے جو نکلے چلین خدا یا
 ہاں جوش نو بڑ ہے آئی
 بودے جو نہال ہوں تو نبھائے
 اے ابر کون پہ ہوش دے
 گاڑ ہی ہے کسان کی کسائی

کھیتی پراؤ کس پڑ نہ جاے
 جی چھوٹ گیا سے جو بادل
 سر سون نہ جی تو منہ ہوا زرد
 نیچے سرین کر امتراج پیدا
 حدت کرنوں کی مست دل ہو
 دانے موتی سے رول دہقان
 موتی سے پرو دے بالیوں میں
 اودی اودی گھٹائیں چھاؤ
 امڈ کے ہین بڑے بڑے ہاتھ
 عالم کا شفیق تو ہے دہقان
 زردار - امیر - صاحب تاج
 تیرا ہو جہان میں بول بالا
 کیونکر نہ ہو بچہ ہند مغرور
 لگ جائے ٹھکانے اسکی محنت
 محنت ہو سو پہل جناب باری
 شاخیں پہولین پہلین خدا یا
 یہ پیل منڈ ہے چڑھے آئی
 دہقان خوش حالی ہوں تو نبھائے
 اے رحمت حق بہ جوش درآ
 باشد کہ برو کر م نہائی

دکھلا یاد جانے یہ نتیجہ
 نکلا تیزی سے سرانور
 کرنون کی اودھر بڑی شرارت
 قلمزم کی بدن مین لگ گئی آگ
 اک جوش مین آیا بحر ذخار
 چھا پاڑھ کر فلک پہ مارا
 خورشید کو باد لون نے گھیرا
 کرنون سے ہوا لطیف ہو کر
 بادل ڈرتے ہوئے بھاگے
 میدانوں مین بڑھ کے آگئے وہ
 ٹکراے پہاڑ سے کہین پر
 اونچی نیچی پہاڑیوں پر
 چشمے کہین زور کر رہے ہیں
 نہر مین اٹھلاتی حباب ہی ہیں
 سبزے سے ہر اچھے دامن کوہ
 تختہ ہے چمن کا یا پہاڑی
 سبزے کا پہاڑ پر یہ انداز
 گھاٹی پھولون سے رشک گلزار
 معشوقہ سبزہ رنگ ہے گھاس
 بیلین مین پڑی ہوئی شجر پر

آہون سے فلک کا دل پیجا
 حدت سے بھڑک اٹھا سمت در
 پانی کی اودھر بڑی حرارت
 ممتہ پر غصے سے آگیا جھاگ
 دل باد لون کے چڑھے دیوانہ وار
 چھانٹا دل کا بحر اسرار
 عالم مین چھا گیا اندھیرا
 چلنے لگی بن کے باد صحر
 باتین کرتے ہوئے بھاگے
 کسارون پہ چڑھ کے چھا گئے وہ
 جھلا کے برس پڑے وہین پر
 دھارین گرتی مین لڑکھڑا کر
 نالے کہین شور کر رہے ہیں
 لہریں موج مین اوڑا رہی ہیں
 پھولون سے بہا ہے دامن کوہ
 گملا پھولون کا یا کہ جھاڑی
 جیسے چہرے پہ سبزہ آغاز
 دانتی پہ درخت سلسلہ وار
 ہر پھول مین ہی دوطن کی بو باس
 بند مین داری بند ہی ہے در پر

چرتے ہیں ہرن پرے جمائے
 مستی میں کلیں کر رہے ہیں
 اکھو ہوں میں چھپے ہو کر ہیں زباں
 چپ بیٹھے ہیں دھونیاں رمائے
 جل پیتے ہیں کھا کے جنگلی پھل
 پھل پھول پہ کرتے ہیں قناعت
 صانع کی دیکھتے ہیں صنعت
 ہر شے سے عیاں ہی نور اوسکا
 افلاک وزمین بنوم و حیوان
 جیلین۔ دریا۔ پہاڑ۔ چشمے
 مرغان چمن سرون میں گاؤ
 نہرو پھر پھر کے ہو عبادت
 سرسجدے کو خم کراؤ سر تو
 مرغان چمن چمک اوٹھو تم
 بلیبل کی زبان پہ قالائے
 قدرت کے ہتھکھنڈ ہیں نزلے
 تازہ کیا جسم و جان کو ادسنے
 ہے رشک جنان ہر ایک گلشن
 رُک رُک کے نسیم چل رہی ہے
 گیہون کے کھیت ادھانی دھانی

بھرتے ہیں کنوئیاں اوٹھائے
 میدان میں طرارے بھر رہے ہیں
 دنیا بھولی ہوئی حرا یا د
 اللہ سے اپنے لولگائے
 جنگل میں منار ہے ہیں منگل
 تنہائی میں کرتے ہیں عبادت
 اللہ کی دیکھتے ہیں قدرت
 ہر رنگ میں ہے ظہور اوسکا
 دیات اور نبات جن انسان
 اوسکی قدرت کے ہیں کرشمے
 توحید کے زمزمے سناؤ
 جھرنو گر گر کے ہو عبادت
 جھک جا او شاخ بارور تو
 گلہائے چمن مہک اوٹھو تم
 پتی پتی کو حال آئے
 دیکھیں آنکھوں سے آنکھوں والے
 سرسبز کیا جہان کو ادسنے
 ہر پیڑ پہ ہے بلا کا جو بن
 سبزے پہ ہوا مچل رہی ہے
 تختے سرسوں کے زعفرانی

ایسی کھیتوں میں کچھ تو اودی
 یسوسے ہے لال لال جنگل
 آتے ہی بسنت مدہ پہ آئیں
 کوئل کو کی تو آئے بادل
 اوپر چسائی ہوئی گستا ہے
 شکلیں نکری ہوئی ہین سب کی
 سحرانکھریوں میں زبان ہین جادو
 ستانی ادا نشیلی آنکھیں
 بانکی وہ چھب وہ ترچھی چتون
 جو ہے وہی کیستی ہوئیں کمر
 انداز سے آرہی ہے کوئی
 ہنستی پہرتی ہے کوئی تنتی
 کوئی کرتی ہے چہیڑ خانی
 کوئی پڑی آہ کر رہی ہے
 اکلیان چن چن کے توڑتی ہین
 کھل کھیلی ہین راگ لارہی ہین
 دنیا تو بہار سے ہے مسرور
 وان دشت وچن ہری ہوئے ہین

کچھ سرمئی اور کچھ کبودی
 سنہ پر ہے ملے گلال جنگل
 شاخیں آمون کی بورلائیں
 سر پر گلشن کے چماے بادل
 نیچے پر یون کا جگستا ہے
 زلفیں بکری ہوئی ہین سب کی
 نظروں میں فسوں بیاخیں جادو
 تیکھی چتون۔ رسیلی آنکھیں
 شوخی طراری۔ چلبلاپن
 اکلاک ڈکھیلیتی ہے ہنس کر
 منہ پیر کے جارہی ہے کوئی
 جوڑا پہنے ہوئے بسنتی
 دسلا کے کیو کچھ نشانی
 کوئی کسڑی واہ کر رہی ہے
 آپس میں شگوئے چھوڑتی ہین
 مل مل کے بسنت گارہی ہین
 ہے برقی کا سوز دل بدستور
 یان داغ کھن ہرے ہوئے ہین

گل بے رخ یار خوش نباشد
 بے یار بہار خوش نباشد

البرطیل

اسپ تازی شدہ نجر وچ زیر پالان طوق زرین ہمد در گردن خرے بنم
لو سارا طلسم ٹوٹ گیا۔ ایک چھلاوا تھا جو چشم زدن میں نظر و سبک اوجھل ہو گیا۔
یکایک بلائے آسمانی پھٹ پڑی۔ ایک اینٹ کی خاطر مسجد ڈھائی۔
پیارا بل ہاتھ سے بے ہاتھ ہو گیا۔ اوسکی پیدائش پر کیا کیا ناز تھے اُسکی والدین
نے اُسے کیسے کیسے لاڈ سے پالا۔ بچپن میں کیسی کیسی داشت کی۔ رات کو رات
دن کو دن نہ سمجھا۔ مگر دشمنوں کی نظر کھا گئی۔ سوتیلی ماں کے پالے پڑا۔ بابا
ہاتھ مل کے رہ گئے ہماری اسیدون کا خون بہ گیا۔

فوج اندوہ والہ ٹوٹ پڑی ہو کو مین آرزوئیں ہوئیں سب قتل پڑا رن کیسا
کلیجہ دھک سے ہو اکیسی کچھ دل پر چوٹ لگی۔ رپن کا زمانہ۔ ہم تو خوشیاں مناتے
بنالین بجاتے مست پڑے ہوئے تھے آخر کو بالا ہمارے ہی ہاتھ رہ گیا۔
مگر یکایک پردہ غفلت جو آنکھوں سے اٹھا تو بھور ہو گیا۔ ان اینگلو ائدین سے
خدا سمجھے عین موسم بہار میں ہمارا اشیانہ نوبت کھسوٹ کے پھینک دیا۔
بکھت دو کنکار ڈٹ، نے منحوس شکل دکھائی۔ سخن سازوں نے ملکہ معظمہ
سے پر کلیمیشن کے الفاظ میں نئے نئے معنی پہنائے۔ پیارے رپن کو
مجبور کیا۔ وہ بھی برے پھنسے۔ کچھ کرتے دھرتے بن نہ پڑا مبران کو نسل کے
نقار خانے میں طوطی کی آواز کسی نے نہ سنی۔ آخر شہ وہ بھی اُنھیں کے
ساتھ سر ہلانے لگے۔

جا کر قفس میں عاشق صیا د ہو گیا بلبل کا حال قابلِ مسرہا د ہو گیا



کسل کے گل کچہ تو ہمارا اپنی صبا دکھلا گئے حسرت اُن غنچوں پہ، جو بن کھڑے مر جا گئے

انصاف اُلٹے اُسترے سے سونڈا گیا۔ یغاوت نے نقارہ فتح کڑم دھڑم بجادیا
 سچ ہی حرام زادے کی رسی دراز ہو پیارے رہن کو ہم کیا کریں۔

بیش بالائی تو لازم چہ لصلح و چہ جنگ کہ بہر حال باندازہ ناز آمدہ
 اختیار ملا مگر برائے نام۔ جوری کی پنج بلا کی طرح پیچھے لگی۔ مگر بہت نہ ہارنا چاہی۔
 پارلیمنٹ میں، اوپلا ضرور ہو۔ ہندیو دشمنوں سے سبق لو کچھ کھوکھو کے اتو سیکھو۔

دیکھو حقوق کے واسطے لڑنا جھگڑنا ہی کام آتا ہی۔ جسکی لاٹھی اوکی بھینس
 اگر ہم بھی گورنمنٹ ہو پس پرچڑھو دوڑنے کی فکر کرتے۔ فتنہ انگیزی پر کمر باندھتے۔
 تلواریں سنبھالتے تو کچھ مل ہی رہتا۔ مگر شر ہمارا شیوہ نہیں۔ ہم تو سچے

خیر خواہ سرکار ہیں۔ مگر بڑے سال بھر کی محنت کھاری کنوئین میں ڈوب گئی۔
 کیا کیا خیالی قلعہ بنائے تھے مگر دکنکار ڈٹے، کے ایک ہی گولے نے اُنکا
 صفایا کر دیا۔ جن پر ہمیں بھروسہ تھا۔ جو ہماری خیر خواہی کا دم بھرتے تھے

وہی دغا دے گئے۔ وقت پر نکل کھڑے ہوئے۔ کاندھا ڈال دیا۔ گویا ہم
 بچو بیچ سمندر میں ایک ٹاپو پر اترے تھے۔ کھانا پکایا۔ دسترخوان چھایا۔
 جیسے ہی کھانے کو ہاتھ بڑھایا کہ دفعۃً جزیرہ ہلنے لگا اور دم کے دم میں

سب غراب سے سمندر میں۔ افوہ۔ دھوکا ہوا تھا۔ وہ جزیرہ نہ تھا وہیل
 پھلی کی پشت تھی۔ خیر۔

رات دن گردش میں ہیں سا آسمان
 ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرا ئیں کیا

جوڈیشل کمشنری اودھ

مسٹر اڈیٹر۔ چونکہ اودھ کی عدالت جوڈیشلی مین ترمیم ہونے والی ہے۔ اس لیے یہ مناسب موقع ہے کہ اسکے بارے میں کچھ لکھوں۔ ابھی حالی مین سول عدالتہاے اودھ کی رپورٹ بابت ۱۸۸۳ء شائع ہوئی جس میں چند ایسے امور قابل غور ہیں جنکا اثر عدالت جوڈیشلی پر پڑتا ہے۔ تعداد مقدمات متدائرہ ہر سال بڑھتی جاتی ہے۔ مالیت مقدمات میں ایک عجیب و غریب تغیر ہو گیا۔ ۱۸۸۱ء میں مالیت مقدمات قریب ۵۴ لاکھ کے تھے ۱۸۸۲ء میں ۱۰۶ لاکھ ہو گئی۔ ۱۸۸۳ء میں ۱۴۷ لاکھ۔ باوجود اس زیادتی کے ۷۷ فی صدی مقدمات کی اوسط مالیت پچاس روپیوں سے کم تھی۔ جس سے یہ امر صاف مترشح ہوتا ہے کہ ابھی حقیقت کو چوٹے چوٹے مقدمات کا تصفیہ نہیں ہوا۔ آخر اسکی وجہ کیا۔ انگریزی سرکار کے زیر سایہ قلعہ اردن نے خوب گلہ پھیرے اوڑھائے۔ غریب رعایا کو دباتے رہے۔ اودھ دوچار برس رعایا کی آنکھیں کھلیں اور اسکو معلوم ہوا کہ وہ ایک آزادی پسند گورنمنٹ کے زیر حکومت ہے۔ اب وہ انگریزی عدالتوں سے مستفید ہونا چاہتی ہے۔ اسی کثرت مقدمات کا یہ نتیجہ ہے کہ جوڈیشلی مین دو دو برس تک اپیلوں کی پیشی نہیں ہوتی۔ غریب مستغیث حالت امیدویاس میں اپنی دن کاٹی ہیں۔ انتظار اشد من الموت سے کشتہ ہو کر انگریزی انصاف کو دعائیں دیتے ہیں۔ اب وہ زمانہ لگ گیا۔ جب ایک جوڈیشل کمشنر اودھ کی عدالتہ العالیہ

کام انجام دیتا تھا۔ یہ عہدہ اُس زمانہ کا تبرک ہو جبکہ جوڈیشل ورائیکز کیٹو شاخون میں علیحدگی ممکن نہ تھی۔ جبکہ مقدمات کا تصفیہ عام اصول قانون و انصاف پر نہیں۔ بلکہ عملی کارروائی پر منحصر تھا۔ عذر کے بعد جب اودھ میں تسلط ہوا تو یہ ضروری خیال کیا گیا کہ حکام عملی اور اگزیکٹو طور پر انتظام و فیصلے کریں۔ نہ کہ الفاظ قانون اور اصول انصاف کا لحاظ رکھیں۔ اس وقت میں جوڈیشل کمشنر کا کام مثل ہائی کورٹ کے نہ تھا۔ کہ وہ قانونی پیچیدگیاں سلجھاتے یا عدالتوں کے ماتحت کو پابندی ضوابط کی ہدایت کرتے۔ بلکہ وہ مثل چیف کمشنر کے ایک قسم کے ایگزیکٹو انتظام کے نگران تھے۔ مگر اب ع۔

آن قبح بشکست آن ساقی نماد

ابو ڈھنگ ہی ٹرائے ہیں۔ امن و امان نے ہاتھ پیر پھیلائے۔ صوبے کا بندوبست ہو گیا۔ رعایا اپنے قانونی حقوق کو حقوق سمجھنے لگی۔ اس طوفان بے تمیزی کا زمانہ جاتا رہا۔ وہ وقت آ گیا کہ سنجیدگی قانون اور عام اصول انصاف کے مطابق عوام کے حقوق کا فیصلہ ہو ضوابط سرکاری کی پوری پوری تعمیل ہو۔ انہیں خیالات سے ایکٹ ۱۳-۱۹۰۹ء کا نفاذ ہوا۔ جس سے عدالتوں کی دیوانی علیحدہ ہو گئیں۔ تاکہ جوڈیشل افسر مقدمات دیوانی میں اپنا وقت صرف کریں۔ مگر یہ کارروائی مکمل نہ ہوئی۔ کیونکہ عدالت جوڈیشل کمشنر میں کچھ تغیر نہوا۔ نہایت ضروری تھا کہ اس انتظام کے ساتھ عدالت جوڈیشل کمشنر بھی مثل ہائی کورٹوں کے کر دی جاتی۔

جس طرح پنجاب میں چیف کورٹ ہے۔ اسی طرح بر جوڈیشلی اودھ کی ہوتی۔
اب جوڈیشلی کو ہائی کورٹوں کی طرح سرچشمہ قانون و انصاف ہونا چاہیے۔
یہ اوس وقت میں ممکن ہے جب دو مستقل جوڈیشل کمشنر مقرر ہوں۔ اور وہ
بطور بیج کے کام کریں۔

آلہ آبادی اخبار پالیویر لکھتا ہے کہ جوڈیشلی بالکل توڑ دی جاوے۔
اور اودھ کی اپیلیں ہائی کورٹ آلہ آباد میں دائر ہوا کریں۔ وہ لکھتا ہے۔
کہ اس انتظام سے گورنمنٹ کی کفایت ہوگی۔ اور رعایا کے حق میں اچھا
انصاف ہوگا۔ کفایت کی ایک ہی ہوئی۔ مگر ہائی کورٹ آلہ آباد میں
دو جج بڑھائے گئے تو انکی تنخواہیں موجودہ خرچ جوڈیشلی سے پانچ گنی زیادہ
ہونگی۔ رعایا ایسا انصاف نہیں چاہتی۔ چوڑی بلی چوہا لٹو رہا ہی رہیگا۔
پالیویر سمجھتا ہے کہ ہائی کورٹ کی کرسیوں کی ہوا میں منصف بنانے کی تاثیر ہے۔
اور جوڈیشلی اودھ کی کرسی کی ہوا۔ کرسی کی ہوا ہے۔ اگر انتخاب عمدہ ہو تو
جوڈیشل کمشنر بھی لائق اور منصف مزاج مل سکتے ہیں۔ غریب رعایا سے اودھ
لکھنؤ تک بمشکل پہنچتی ہے۔ اوسکو اپیلیں دائر کرنے کے لیے آلہ آباد بلانا۔
در انصاف کا بند کر لینا ہے۔ پالیویر چاہتا ہے کہ جس طرح چیف کمشنری
بٹے کہاتے میں ڈال دی گئی۔ اسی طرح سے جوڈیشل کمشنری بھی نیست
و نابود ہو جائے۔

ایک آفت سے تو مر مر کے ہوا تھا مینا پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نئی
وہ لکھتا ہے کہ جب دونوں صوبوں کی انگریکو شاخ کا احساق ہوا تھا۔

تو تعلقداران اودھ کچھ کن منائے تھے۔ مگر اب وہ راضی ہیں۔ افسوس! موجودہ پالیسی یہی ہے کہ جو لڑکانہ روئے اوسکو دودھ نہ ملے۔ اس الحاق سے جو نقصان ہوا اوسکو کوئی رعایا کے دل سے پوچھے۔ ہزاروں کے دلوں میں آرزوؤں کا خون ہو گیا۔ کہ ہم اپنا حال لاٹ صاحب سے کہتے۔ مگر لاٹ صاحب کا پتا صوبے بہر میں نہیں۔

مسٹر اڈیٹر برائمانیہ گا۔ مجھے اودھ کے اخباروں پر افسوس آتا ہے۔ کہ وہ معاملات مصر و افغانستان۔ جنگ چین و فرانس۔ جرمن و سوڈان کے پالیسی پر مضمون لکھ کر کالم کے کالم سیاہ کرتے ہیں۔ مگر اودھ کا حال نہیں لکھتے۔ اخبارات آئیتے ہیں جو پبلک کا سچا سچا حال گورنمنٹ کو دکھلاتے ہیں۔ مگر یہاں تو معاملہ برعکس ہے۔ اگر اودھ کے اخبارات نے اپنا منصبی فرض ادا کیا ہوتا اور پبلک خیالات کا پورا چرچا اوتا رہتا تو آج پالیسی کی یہ ہمت نہوتی۔ کہ وہ الحاق اودھ سے ہمیں نیم راضی بلکہ بالکل راضی سمجھ لیتا۔ اب عدالتوں کے سرکاٹ لینے کی دہکی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہاں کے اخبارات خاموش ہیں۔ کیا اخبار جاری کرنے سے یہی منشا ہے کہ اڈیٹر یا منیجر کھلائے یا کچھ روپیہ کھلائے۔ ہرگز نہیں۔ جو لوگ اخبار جاری کرتے ہیں اور پبلک بحث کو نہیں سمجھتے۔ یا اگر سمجھتے ہی تو کچھ خبر نہیں لیتے۔ وہ پبلک کے دشمن ہیں۔ کیونکہ سرکاری سمجھتی ہے کہ اس صوبے میں اس قدر اخبارات ہیں۔ اگر عوام کو کوئی تکلیف ہوگی تو ہم کو ان اخبارات سے معلوم ہوگا۔

عشق کیا شے ہو کسی کامل سی پوچھا چاہیو

آخر یہ عشق ہو کون جانور۔ چرند ہے۔ یا پرند۔ رہتا کس دس میں ہو۔
 کھاتا کیا ہو۔ پیتا کیا ہو۔ بس۔ یہ ننھی سی رائی کے دانے برابر بات۔ جسکے
 واسطے کامل کی تلاش۔ کشف نہیں۔ کرامات نہیں۔ مراقبہ نہیں۔ سماع نہیں۔
 حال و قال نہیں۔ مسئلہ تہجد و امثال نہیں ہے

کو چہ عشق کی راہیں کوئی پوچھے ہم سے خضر کیا جانیں غریب گلے زلنے والے
 اللہ اللہ۔ آپ ہیں۔ آودھ پنچ کے نامہ نگار۔ چشم بد دور آپ سے بڑھ کے
 اس معنی کا حل کرنے والا کون۔ علما زاہد خشک۔ صوفی جاہل۔ پنڈت
 برائے نام۔ شعرا بے اعتبار۔ ایک آپ کی ذات ہو۔ باقی اللہ اللہ۔ خیر سلا۔
 بندہ پرور سنیئے۔ اگلے دمانے والے بسم اللہ کے گنبد کے رہنے والے
 سیدھے سادھے آدمی تھے۔ جو جی میں آیا۔ کہہ گذرے۔ جو سنا مان لیا۔
 نہ حجّت۔ نہ دلیل۔ یہ عقل جو اس زمانے والوں کو اللہ نے دی ہے۔
 پہلے اسکی چھانوں بھی نہ تھی۔ نہ یہ طریقہ تعلیم۔ نہ یہ تہذیب۔ نہ یہ اوج۔ نہ یہ
 ایجادیں۔ نہ یہ رفتار۔ نہ گفتار۔ نہ یہ لباس۔ نہ قیاس۔ اور ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔
 اسی عشق کے معاملے میں دیکھ لیجئے متقدمین نے کیسی مونہ کی کھائی۔
 ہزار عقل کے گھوڑے بگ بٹ دوڑائے۔ لیکن منزل مقصود کونہ پہونچے
 صرف دو قسمین قائم کیں۔ ایک مجازی۔ دوسری حقیقی۔ بہلا عشق بازی
 عشق خانگی۔ عشق از دو واجی۔ انکا بھی کہیں ذکر ہے۔ خاک نہیں۔

اب آپ ہی انصاف فرمائیے۔ لمبی چوڑی عقل والے انکی تحقیق پر کیوں
حرف نہ رکھیں۔ مجازی اور حقیقی کی تفصیل میری دہست میں فضول ہے۔
اُسے تمام پرانی کتابیں بھری پڑی ہیں رہیں نوابجا و قسمین۔ انکا سمجھنا
کون بڑی بات ہو۔ چٹکی بجاتے سمجھائے دیتا ہوں۔ عشق ایک قسم کا
لولہ ہے۔ جو ایام شباب میں ظاہر ہوتا ہی۔ اور جو ایک غبس کو رجوع
کرتا ہے طرف دوسری کے۔ بازاری میں یا بے نسبتی تصور فرمائیے۔
چونکہ عشق بازار سے تعلق ہے۔ اس لحاظ سے عشق بازاری نام رکھا گیا۔
اسکی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول تمہوڑا سادن باقی رہا۔ اور لب جھپ نہادھو۔ کنگھی سے
بال سنوار۔ ٹیڑھی ٹوپی۔ بنارس سی رومال۔ رنگین گھٹنا پہن۔ گلوڑی
دبا۔ پو قدے چوک میں جا نکلے۔ کبھی اس کمرے پہ نگاہ کبھی اُس
مونڈھے پہ۔ باچھین کھلی ہوئیں۔ موچھین تین پائے۔ اس کمرے سے
لگاوٹ۔ اُس کمرے سے نگاہ باریان۔ کوئی ہنس دی۔ اور یہ ریشہ خطی
ہو گئے۔ کسی نے جھوٹھون اشارہ کیا۔ اور یہ دائیں بائیں دیکھ کھٹ سی
زینے پہ۔ آئیے نواب صاحب۔ حضور کیا کہنا۔ حضور ایسے۔ حضور ویسے۔
وہ بٹیر لڑائے۔ کہ بڑے بڑے اُستادوں کے چھکے چھوٹ گئے۔
وہ وہ کنکوا لڑایا۔ کہ لوگ بتی بول گئے۔ طبلہ بجانے میں ماشار اللہ
ہاتھ ایسا تیار۔ جیسے ریل کا انجن۔ گھڑی کا پرزا۔ اُدھر حضرت نے
گلوڑی کھائی۔ اُدھر غیرت آئی۔ بھئی رنڈی کے پان بونہت

یہ بات - وہ بات - لٹیا پسند - خاضدان پسند - گھڑی پسند - اگالداں پسند -
 آنا فانا گھر کا تعلیقہ کر لیا - فرمائشیں مزید برآں لیکن یہ چاندنی چارہ ہی دن کی ہی -
 ادھر میان کا دوا لانا نکلا - اُدھر ع

تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

پر عمل کیا گیا -

قسم دوم دور و پیہ کمین باندھ چل کھڑے ہو یہ گھر دیکھا - وہ گھر دیکھا آخر
 ایک مکان میں سب سے کی روش جم گئی - اور اُدھر کی بات چیت ہوئی - حضرت
 خوش غلاف ہو پلنگ پہ دراز ہوئے خاتم صاحب کو پیاس کی شدت - دوسرے مکان کا
 دروازہ کھلا ہوا - پانی پینے کو اٹھیں - اور غراب سی اُسی دروازے میں میان میں
 کہ امیدوار ہو رہے بداند یا الکی زمین کھا گئی - یا آسمان - اتنی میں دو تین سٹسٹ
 ٹنڈے باز آدھکے - ای ہی - قیامت نازل ہوئی - اوسان خطا ہو گئے - پیٹ میں
 سانس سمائی مشکل پڑ گئی - دو چار ڈگ جما کاٹھا سا نکال باہر کیا - جی ہی جی من
 پچھتائے - اپنا سامنے لیے پٹے گا تو چلے آتی ہیں بہت ترے کی - یہ عشق خانگی ہوا رہا
 عشق از دواجی - اگے مری کچھ نہ پوچھیے جو ہیں - سو ہیں - عیش خود ہی مہذب ہی آسکی
 حقیقت سنو - ایک مہذب مرد کا ایک مہذب عورت کو عقد کر لیے دیکھا بھالنا - اب اگر
 یوں ہی بن دیکھو بھالو عقد کر لیا - اور دونوں میں میزان نہ پٹی - شادی عذاب جان
 جو روا جیرن - زندہ درگور ہوئے - اس سے عقلا نے عقد ہی پہلو کچھ دنوں امتحان
 لازمی ٹھہرایا پھر اختیار ہو - چاہا کیا - چاہا - کہٹ سی الگ ہو رہے - تم اپنی راہ -
 ہم اپنی راہ - اسے عشق از دواجی کہتے ہیں - اور سپر اپنا ہی مادہ ہی - احمد علی شوق -

خضر کو دیکھ کے کتا ہی سبزہ خطیار
بھلا جو چاہو چلے جاؤ اپنی راہ لے

اندون کا رنگ کچھ نہ پوچھئے ۛ
جنون پسند بھی چانوں ہی بولوں کی عجب بہار ہی ان زرد زرد بولوں کی
طبیعت کی لہر کچھ دریا سے کم نہیں ع
جوش پر ہے بہر موج آج کل

شبذیز قلم ہوا مین بہرا ہوا طرارے بہر رہا ہی ع
کھیل ہے راہ سخن طے کرنا

واہ ری بہار تیر کیا کتا۔ تو ہوا اور جان۔ گلی کوچہ ٹھنڈی سڑک ہو رہا ہی ۛ
دیکھ کر ٹنڈک بتونکی سردہری بول جا
دل گرفتہ ہنسٹری یا غنچہ آئی ہو بجائے
جی گھبرا یا اور کسٹ سے نکل کھڑے ہوئے۔ چوک مین پہونچتی ہی ساری وحشت
فی النار والسقر تھی۔ آپ جانے رنڈیاں معجون واقع خفقان پہر دل مضطر
تسکین کیون نہ پائے۔ گلرویون کی بہار۔ پھول سے رخسار دیکھ کر بیساختہ
یہی منہ سے نکلتا ہے ۛ

قدے چو سردور نہ ہجو ارغوان اری مرد بباغ کہ درخانہ گلستان اری
ارے بھئی کوئی بتاؤ تو۔ آج ہم ہیں کہاں۔ آپ مین تو ہیں نہیں۔
ورنہ یہ مہذب زمانہ۔ تہذیب کوڑیوں کے مول ماری ماری پھرتی ہی۔
ایک دوسوتی مین کوٹ پتلون طیار لہی لال ٹوپی۔ سوماگے جانچے

خیرس کھا کے کوئی نئی روشنی والا دے ہی دیگا (دین کا معاملہ ہے) نہیں
 تو ٹوٹی پھوٹی چٹاری سہی۔ بوٹ کا کچھ اندیشہ نہیں۔ بات کرتے سیکڑون
 بوٹ۔ بہلاہم ان خیالوں کے آدمی۔ چوک کے گرد پھٹکتا کیسا۔ وہاں
 ہنسی کیا۔ وہی خشک بانکے۔ جو آپنی آپ ریشہ خلی ہوئے جاتے ہیں۔ اور
 خشک بانکے نہ سہی۔ جنہیں خدا نے دیا ہو وہی کیا ہیں۔ عقل کے پورے۔
 خاص انخاص لکھنؤ کے ٹورے۔ نزاکت اللہ اللہ

اللہ ری نازی کی کہ وہ دہرا کے آہینہ لگواتے ہیں ضما دھاسون کے عکس پر
 اٹھتے ہیں تو ناک بہون چڑھا کے۔ بیٹھتے ہیں تو مارے شکنوں کے چہرے کو
 سطر بنا کے۔ دو تلخا نے مین جیتھڑون سے بیزار ع

نازی کی کہتی ہے یہ بارگراں دور رہے

غرقی کافی ہو سیاہر نکلنے کو پا جامہ ہو تو نین سکھ کا ہلکا چھلکا۔ انگر کھ ہو تو شرتی
 یا ملل کا۔ ٹوپی ہو تو چار انگل کی۔ برسات کے دن۔ جو کہین بادل خان
 ہر ہر کے برس پڑے۔ تو ایک ہاتھ آگے ایک پیچھے (لو لو ہے لو لو) سچ بولیں
 اُن کے دشمن۔ کوئی پشتہا پشت مین نہیں بولا۔ سپوت ہیں۔ کچھ کپوت تو
 مین نہیں۔ جو باپ دادا کا چال چلن چوڑ دین۔ نماز کا نام لو تو کان پکڑیں۔
 نہ پڑھی نہ قضا ہوئی۔ فقیر کے نام ٹکڑا سا جواب دینے کو سخی داتا۔ ہو وایسے
 جہان صحبت گرم ہوئی۔ و مبارزون نے چھینٹ دیے۔ لگے دہکا دہک چاند واڑنے
 لکھنے کو اپنا نام لکھنا آگیا۔ و نیچے کی رسید پر دستخط کرنے بہر کو ہو گئے۔ کنجوس تو
 ہیں نہیں۔ جو حساب کتاب دیکھیں بہا لین۔ اور پھر پڑے پڑے ایماندار

ملازمون کو بدظن کرنا یہ بھی عقل تو ابی کے خلاف ہی۔
 بیٹیر و ن کی وہ لت کہ دن رات ہاتھ میں۔ بہلا ایسے بفلکرو نکا دیکھنا ہی کیا۔
 لینا ایک نہ دینا دو۔ مفت میں افسوس کرنا پڑتا ہو۔ اس سے یار چڑھو تہذیب نگہ علیین
 مزے اوڑائیں۔ کچھ پیئیں۔ کچھ کھائیں۔ یہ کچھ کیا چیز ہے۔ چپ چپ رع
 مثل کشتی ہے کہ دیوار کان رکتی ہو

کہیں ایسا نہ ہو۔ کوئی غیر مہذب لمبی ڈاڑھی والا سن لے۔ این دور ڈاڑھی
 تو آپ نے بھی بڑھا رکھی ہے۔ رادھر دیکھو۔ بے سمجھے بوچھے اعتراض جادینا
 کتاب میں لکھا ہو۔ اس میں تمہارا کچھ قصور نہیں۔ لیکن جو تمہارے مان باپ ملتو۔
 تو مجھ سے اون سے دو دو نوکین ہوتیں۔ اور تمہیں یہ کیا منحصر ہے۔ ہندی
 خراب۔ انکی بات چیت خراب۔ انکا چال چلن خراب۔ انکا طریقہ تعلیم خراب۔
 علم ادب کو جانتے ہی نہیں۔ ہر کس و ہنس کی چڑیا۔ خدا کا کرنا کیا ہوتا ہے۔
 وہ اللے تلے کا زمانہ ہی اوڑنچھو ہو گیا۔ رع

پیٹو شرما کے لکیر اب کہ گیا سانپ نکل

یہ ڈاڑھی نہیں اول تو دھوکے کی ٹٹی ہے۔ اچھا داغ کاہے کو چاٹیں گے۔
 آگے بڑھے۔ یا وحشت۔ کھٹ پٹ کھٹ پٹ کھٹ پٹ کھٹ پٹ۔
 اجی جنگل میں یہ کسکا گھونسلہ ہو۔ گھونسلہ کیسا۔ ایک غنڈہ گھنڈہ کا بنکھ ہے۔
 اغا غنڈہ گھنڈہ اس میں دہرے رہتے ہیں۔ بہلا آدمی ہوتے ہیں۔ اے لو اور سنو۔
 آدمی نہیں تو کیا شیطان ہوتے ہیں۔ ہنسی ہنسنے تو کاؤن ہو سنا ہو۔ آنکھوں سے
 دیکھا نہیں۔ کیا جاہن۔ اجی رع

ہاتھ لگن کو آر سی کیا ہے

آؤ مجسم ہی نہ دیکھ لو

جھک کر اُسی سُرُخ کلاہ کی طرح بنگلے کو چلے نگاہ کی طرح

دہنی کرسی پہ گوری بی بی۔ بائیں پیڑھی پہ کالی بی بی۔ بچو بچ کے درمیان میں
مہذب تگڑا جمع۔ تینوں مصالحے اکٹھا۔ تین تلوک جو سنتو آتے تھے۔ وہیں نظر آئے۔
بائیں وہ وہ سین کہ سنتے سنتے قہقہہ دیوار بنگلی۔

گوری بی بی۔ ول آج ہم فٹن پر ہوا اکمانیکو جائیگا اور سٹر جوئس کی
ملاقات کر کے بارہ بجے رات آئیگا۔

نئے مہذب۔ خہ خہ خہ خہ۔ ول فٹن آپ کا۔ ہم آپ کا۔ چھ آپ
رات بہر نہ آئے اور جو آپ کے تو ہم چلے سٹر جوئس کی کوٹھی میں پہنچا آئے۔
کالی بی بی۔ میان ہم بھی اپنے دوٹھا بھائی کو نہ دیکھ آئیں۔

نئے مہذب۔ چپ لگاؤ۔ ہمارا بنگلے پرب کو قانون قانون کر گیا۔ ہانگیگا کون۔

گوری بی بی۔ ول جب تک ہم نہ آئے تم نہ سونا۔ جو رات کو ہم آئے گا۔
اور تمکو سوٹا پائے گا تو ہم امید کرتا ہی ہم سیدھا لوٹ جائیگا۔

نئے مہذب۔ نو تو (نہیں نہیں) ہم نہ سوئیگا۔ کبھی نہ سوئیگا۔ جو آپ کے۔
تو ہم سیدھا کھڑا رہے۔ نہ بیٹھے نہ پا کھانے پیشاب کو جاسے۔

کالی بی بی۔ (پیشانی پر ہاتھ رکھ کر) آہ! کیا کمون سر بھٹا جاتا ہے۔

سرین درو شدت سے ہر کو تو ذری اسوقت میں ایک جھپکی لیلون۔
نئے مہذب۔ کوہ۔ اُو کمان دروہی لاؤ ہم منڈا سے جھاڑ دے۔

گوری بی بی۔ دل ہمارا برش ٹوٹ گیا۔

نئے مہذب۔ ابھی تو آتا ہے چٹکی بجاتے۔

کالی بی بی۔ اے میان ترے صدقے گئی جو خانسا مان چوک جاے

تو مجھ بختی کو بھی ایک کنگھی ربرٹ کی منگادو اور نہیں تو سینگ ہی کی سہی۔

نئے مہذب۔ مت بولو۔ جواب کنگھی ونگھی کا نام سنا۔ تو ہم بالور کو

جلا کے تمہارا سارے سر کا بال ایک سرے سے منڈا دیگا۔

گوری بی بی۔ دل ہمارا اپنے کا پورٹ نہیں ہا۔ اب ہم پیسے کیا۔ تمہارا ہو۔

نئے مہذب (تھر تھر کانپ کے) ہم انجیل پہ ہاتھ رکھ کر کہتا ہی۔ بالکل نہیں جانتا۔

کہا نسا مان بڑا ناٹی۔ ہنکو کھیر نہ کیا۔ برٹرف۔ ہم آپ جا کے ابھی لاٹا ہی۔

کالی بی بی۔ تو ہمارے لیے تھوڑی سی لیتے آنا۔

نئے مہذب۔ پاگل۔ تم اپنا منہ کالا کرنا مانگتا ہی۔

گوری بی بی۔ یہ سایا کھرا ب گیا۔ ابکی ہم لیگا بہت اچھا بڑا کیمٹی گرنٹ کا۔

نئے مہذب۔ کون بڑا بات ہی۔ ایمان پنج کے روپیہ آپی کیواسطے جمع کیا ہی۔

کالی بی بی۔ میں صدقے جاؤں۔ ابکی مجھے ہی سنگی کا پا جا مہنوا دو۔

نئے مہذب۔ ہش۔ تم ویسی آدمی ادہ نسل بھول گیا۔ یہ منہ اور چار خنگی لاسا۔

گوری بی بی۔ آج برانڈی پی کے ہم کباب کھاے گا۔

نئے مہذب۔ اور ہم بھی تو۔

کالی بی بی۔ میرا ہی جی چٹپٹا تا ہی کہ آج پیسے کے لونگ چڑے کھاؤں۔

نئے مہذب۔ تم کھائے بڑے کی جان (خدا وہ دن کرے)

نہ چل او خیرت شمشاد بہت اتر کر بڑھکے جو چلتا ہی کرتا ہی وہ ٹھوکر کھا کر

ایک نادان خوش اعتقاد کسان کی دعا

ای میرے اچھے خدائیں! اعتقاد رکھتا ہوں کہ تیرا کوئی سا بھی نہیں مجھ پر کرم کرے۔
 پڑھے ہوئے ملاکتے ہیں کہ تو قویٰ ہی قدرت ہو محیط ہی مین ان پیچہ دار باتوں کو کچھ نہیں
 سمجھ سکتا مگر اتنا جانتا ہوں کہ تو لاٹ صاحب سو ہی بڑا ہی عالم لوگ کہتے ہیں کہ تو
 ہر ذرہ عالم کا منتظم ہی مین اپنے چھوٹے سے اور کمزور خیال کو اتنے چکر نہیں دے سکتا
 کہ ہر ذرہ پر نظر دوڑا کر تیری قدرت کی کارروائیوں کا مشاہدہ کروں مگر یہ جانتا ہوں
 کہ حاکم بند و بست نے بغیر تیری مرضی کے مجھ پر جمع نہیں بڑھائی۔ ای میرے داتا مجھ پر
 رحم کر جب تو ہر ذرہ کا منتظم ہی تو میرے کہنتوں مین بہت سا غلہ کیوں نہیں پیدا ہوتا
 کہ اسکو بیچ کر۔ جو باقی بچے اُس سے بال بچوں کو پالوں۔ ای اللہ تو ہر جگہ ہو مگر شاید
 اس موضع مین تو نے گذر نہیں کیا اور اگر گذر کیا تو میری اُجڑی حالت کو دیکھ کر
 مجھ کو اپنا بندہ نہ سمجھا اور اگر بندہ سمجھا تو گنگا پر پیا یا سیوجہ سے مجھ پر جمع بڑھوادی
 اے اللہ میرا گناہ معاف کر وہ گناہ کچھ بہت بڑا نہیں ہی مین نے نیل والے
 صاحب کی ایک بھینس چرائی تھی مگر اُسکے لیے دو مہینے کی قید بھی جھگت لی
 اُس نے میرے کہیت کا نقصان کیا تھا مین نے اُسکو باندھ رکھا تھا اُسکے سوا
 اور کوئی گناہ بھی نہیں کیا نہ کسی کی زمین دبا لی نہ مال چھین لیا یا خدا اب
 مجھ پر اپنا فضل کر اور میری اس دعا کو بدلی کے لفافہ مین لپیٹ کر تیز رو بجلی
 کے ہاتھ صاحب لوگوں کے پاس بھیج دے اور حکم دیدے کہ منگی بہر غریب
 کسانوں پر مالگداری کیواسطے ذرا سختی نہ کریں۔ ارح۔ ازالہ آباد۔

ضرورت کیجیے

حضرت واعظ علیہ الرحمۃ سید کا جو دور دورہ سنتے تھے تو نہایت ہی رشک ہوتا تھا خصوصاً کوٹ پتلون اور ٹرکی ٹوپی تو نظرون میں بہت کبھی تھی۔
جی میں یہ کہتے تھے کہ کہیں ملاقات ہو جاتی تو سمجھا بوجھا کر وضع تو ترک کراستے۔
الہیجے آج مڈ بھڑ ہو ہی گئی۔

خمس قلمبند

از بہر پند و وعظ تلاشی تھے جا بجا
خیر اتفاق کار جو رستے میں بلگیا
ملتانہ تھا مگر کہیں اس شخص کا پتا
سید سے آج حضرت واعظ فیون کہا

چرچا ہے جا بجا ترسے حال تباہ کا
بتلا کہ روز حشر ترا ہو گا حال کیا
تو لاشریک کا نہیں قائل ہی مطلقاً
صدحیف اپنے مذہب ملت سے پہر گیا
سمجھا ہے تو نے نیچر و تدبیر کو خدا

دل میں ذرا اثر نہ رہا لاکھ کا
جب سے ملا ہی عمدہ سب آرڈینٹ جج
رکنے لگا ہے سر پہ تو اپنے کلا و کچ
اسلام سے تو دور ہی کو سون ہی تیری دیج
ہو تجھ سے ترک صوم و صلوة و زکوٰۃ و حج

کچھ ڈر نہیں جناب رسالت پناہ کا
نفرین تیری عقل پہ کرتا ہے سارا شہر
دولت کی فکر ہوتی ہی انسان کو حق میں نہ
تیرے تو فہم پر یہ پڑا ہے خدا کا قہر
شیطان نے دکھا کو جمالِ عروسِ بہر

بندہ بنا دیا ہے تجھے حُبتِ جاہ کا

واعظ جو کچھ سنانے لگے سخت و سُست آج سید کا پہر تو طیش میں آہی گیا مزاج

جب ہو سکا نہ ایسی حماقت کا کچھ علاج اُس نے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج

راحت میں جو نخل ہو وہ کاٹا ہی راہ کا

لازم ہی یہ کہ چوڑے نہ انصاف کو بشر کبھی جو غور آپ کے دل پر ہی ہوا اثر

سمجھے وہی کہ جسکی زمانے پہ ہو نظر افسوس ہی کہ آپ ہیں دنیا سے بی خبر

کیا جانے جو حال ہی شام و گاہ کا

جو دل میں آئیگا وہ سُناؤں گا یہ خطر گھر سے کہی حضور تو نکلے نہ عمر بہر

بتلائیے کہ آپ کو کیونکر ہو کچھ خبر لندن کا پیش آئے اگر آپ کو سفر

گذرے نظر سے حال عایا و شاہ کا

از من عروج خاٹہ شاہی چو بشنوی بیتاب و بقرار شدہ سوے اودوی

پیش مکان چو آئی یقینم کہ غش شوی وہ آب و تاب رونق ابوان خسروی

جس سے نخل ہو نور رخ مہر و ماہ کا

دستِ ادب کو جوڑ کے حاضر ہوں نصیب خود ملکہِ معظمہ ٹہلائے جب قریب

عزت یہ دیکھ دیکھ کے جل جل مری قریب سرکارِ ذی وقار کا دیار ہو نصیب

ممبر بنائے آپ کو وہ بارگاہ کا

اک مس سگار لیکے یہ کتنی ہو جس گڑی ٹیک اٹ پلینر مائی ڈیر اولڈ مولوی

بتلائیے کہ کیسی ہو اُس وقت دل لگی دعوت کسی امیر کے گھر میں ہو آپ کی

کہ سن مسنون سے ذکرِ ہوا الفت کا جاہ کا

باغون میں نازنینوں کا نظارہ کیجیے
گر کوئی کس پلائے تو پہرے بھی پیجیے
جی چاہے جس جگہ نہ بان پھر کی گوی
آزادے بتان پر یوش کو دیکھیے
بیساختہ ہولب پہ گزروا واہ واہ کا

تعریف لکھوں انکی یہ طاقت مجھ نہیں
وہ مس کہ جس سے آنکھ چراتی ہو جو زمین
گلگون غدار و سیم تن دشوخ و منہ چین
نوخیر و دلفریب گل اندام و نازنین
عارض پہ چنگے بار ہو دامن نگاہ کا

بہر کر گلاس دیتی ہو جب ایک مہ چین
بسکٹ لیے قریب ہواک در نازنین
اول تو عذر ہوتا ہوا اس حال میں کہین
رکھے اگر تو ہنس کے کہی اک بت حسین
دل مولوی یہ بات نہیں ہر گناہ کا

ہاتھوں میں لیکے بادہ گلگون کا ایک جام
اک مس حسین دشوخ و گل اندام و لالہ فام
ہنس تنس کے نیچی نظر دے کرتی ہو جب کلام
اُسوقت جھک کر قبلہ کروں آپ کو سلام
پہر نام ہی حضور جولین خانقاہ کا

کتا ہوں صاف آپ سے سچ اسکو جانے
اور جائیں ہوش آپ کے یہی رہے سب
تسبیح و جانا ز و عمامہ ہی بکے
پتلون و کوٹ و نگلہ و بسکٹ کی دین بند
سود اجباب کو بھی ہوڑ کی کلاہ کا

تحش بھی ہوں پیچو بزم میں اور دھلتی ہوڑا
اک مس ہو چودہ سال کی پہلوئیں نے حجاب
اُسوقت پیچھے آپ تو البتہ ہی حساب
مسجد میں یو تو بیٹھ کے ممبر پہ ای حجاب
سب جانتے ہیں وعظ ثواب گناہ کا
ح۔ از آلہ آباد

سرمایہ گذشت و این دل زار بہمان
 گرمایہ گذشت و این دل زار بہمان
 القصہ تمام سرد و گرم عالم
 برمایہ گذشت و این دل زار بہمان

دنیا میں کوئی رت بدلے کسی طرح کی فصل آئے مگر مجھ و ان خانہ بدوش
 کو کسی قسم کا حظ نہیں جاڑے کی فصل باعتبار لطافت جملہ فصول میں عمدہ
 شمار کی جاتی ہے۔ ادھر میزان میں آفتاب آیا اور ادھر طبیعت خود بخود ریاضت
 اور شفقت کے کانٹے میں ٹل گئی۔ جنگی فوج میں قواعد کا حکم سنا دیا گیا۔
 نئی وردیاں تقسیم ہوئیں۔ زنگ خوردہ اسلحہ میں صیقل ہوئی مالی صیغون
 میں حکام کی گردش کا وقت آیا۔ ناظران محکمہ پرانے خیمہ اور چولہا دیون کے
 درست کرانے میں مصروف ہوئے۔ چیرا سی اور مذکور می جو اسٹوڈو کے درزی
 کی طرح خمیدہ کمر بیٹھے رہتے تھے پیٹی اور صافہ باندھ کر اکرٹنے لگے۔ نیسلگون
 وردی کا چشم انتظار میں ڈور کھنچا۔

گاڑیوں کے بیگار پکڑنے کا ولولہ بڑھا۔ تہیدستی کا غم گھٹا۔ زمینداروں کے
 نام رسد رسانی کے شقہ جاری ہونے لگے۔ رنڈیوں نے برسات کھائی ہوئی
 چیزوں کو دھوپ دکھا کر سایہ میں پہیلا۔ تنگ اور چست لباس کی
 کھلی ہوئی سیون اور میں بخیرہ و رفو بنوایا۔ ریکسون

ایہاں بدریان کملین۔ رفوگرون کی گرم بازاری ہوئی۔ آتشخانوں اور حماموں کی شکست و ریخت ہونے لگی۔ کابلی میوہ لاد کر پشتو بولتے ہوئے کابل سے چلے میوہ فروشوں کی دوکانوں میں بہار تازہ آئی۔ کٹیک لوگ مال خرید کر کے ہر گلی کو چہ بین پہرنے اور صدالگانے لگے ولایتی انار اعلیٰ۔ پٹاریاں بین انگور کی۔

گر میون کا لباس رخصت ہوا گلابی جاڑون کی پوشاک نکل آئی۔ حدت آفتاب میں کمی مگر شعلہ رویون کی سرکشی اور آتشی مزاجون کی گرم خوئی میں ترقی ہوئی۔ اثر مجادرت سے حرارت غریزی کا مقیاس کئی درجہ بڑھ گیا۔ نیر اعظم کے انقلاب شتوی سے سیارات ارض کی چال بدلی۔ کہیں بدرسیما تحت الشعاع میں نظر آئی۔

تحقیق جدید کی رو سے فلک اول محمد جاس فلک ثانی کے محذب کا ثابت ہوا۔ مقعر کی تہا نہ ملی منطقہ کی تحقیق میں ارباب حل و عقد سرگردان ہوئے۔ الغرض بہت سے نیزنگ عالم بدلی مگر مجر دیچارے ثلاثی مجر دی رہی انین سے مطرد غریبے بے زرہین اور شاذ امر اے عالی قدر اور حسرت و فہوس میں ان دونوں کا پلہ برابر کیسیکی راتین بزدنی گذرین اور کسی کی بے دوئی شمع فرق ست میان آنکہ یارش دربر۔ با آنکہ دو چشم انتظارش بر در جاڑے قویون گذرے گرمیان تشریف لائین۔ برج حل میں آفتاب کے آتے ہی نازک مزاجون کے پیر بہاری ہو گئے کیا ممکن کہ دھوپ میں قدم بہر چل سکیں۔ صاحب لوگ با اینہم جفاکشی سایہ میں چھپنے لگے

اب آتش لباس سے دل پھر ٹنڈا ہو پانی کی چاہ پیدا ہوئی کپڑوں میں
 شرتی اور آب روان کی قدر بڑھی۔ روسا اور امرا دن بہر خشناؤں
 میں گوشہ گیر اور رات کو بالا خانوں کی بلندی پر جنت کی قمریوں کے
 ساتھ ہمسفیر۔ عظیم اللہ خانی مدارِ یے پہولوں سے لپٹے بجائے لبِ معشوق
 ہمد۔ آغا باقر کے امام باڑے کا دوسرا باعث تفریح شام عالم چاندنی میں فرش
 سفید نور افگن۔ تفریح طبع کے لئے ہر مونیتم اور ارگن پہولوں کی اوٹ سے
 صحن بامِ عطر آگین۔ لمپوں کی روشنی سے سقف خانہ چرخ چارمین۔ کہین
 نادری سوار گنجیفہ کا شغل۔ کہین پچسی کا چرچہ پت پٹ پر ہار جیت کا معاملہ
 مگر رنڈی اور سچی تیلی کو کیا شعر

خزان کیا فصل گل کہتے ہیں کسکو کوئی موسم ہو

دہی ہم ہیں نفیس ہے اور ماتم بال و پر کاڑی

دن بہر دنیا کے دھندے میں پریشان۔ اور رات کو خالی چار پائی

در تنہا مکان۔ ایک قطعہ کسی پرانے شاعر کا مجھے یاد آیا ہے ہر چند محاورہ حال کے

خلافت ہی مگر میرے حسب حال ہے قطعہ

کسی کی شب وصل سوئے کٹے ہے کسی کی شب ہجر روتے کٹے ہے

ہماری یہ شب کیسی شب ہے الہی نہ سوئے کٹے ہے نہ روتے کٹے ہے

چند روز میں یہ بھی پر جوش موسم آخر ہوا۔ اور برسات نے اپنا جمال

باکمال دکھلایا۔ ابرسیاہ دامن کسار سے جانبِ شہر چلا۔ ہواؤں خنک نے

دماغ پریشان کو چاق کیا۔ ناسپاس مسلمانوں کا ذکر بھی کیا ہندوؤں کے

یہاں برسات پوچی گئی۔ دو چار دن بادلوں کی گھیر گھار رہی ایک دن بس بسم اللہ
 کر کے پہلا ہی دو ٹکڑا اس دھڑلے کا بڑا کہ جل تھل بہر دیے کل شئی حی من الما
 کا عالم نظر آگیا رات ہی بھر میں تمام دنیا کے حشرات الارض زندہ ہو گئے
 سبزہ نورستہ سے صفحہ زمین چرخ اطلس بنا۔ اساطیر کا مینہ خیر یوں ہی کچھ
 گذر اسادوں کے آتے ہی عیش باغ کے نیلے شروع ہو گئے رنگین مزاجوں سی
 کیا ممکن کہ کوئی میلہ ناغہ ہو۔ جمعہ آیا اور صبح سے طیاری ہونے لگی نبتہ سنورنے
 متوڑ اسادوں باقی رہ گیا۔ اہل دول جوڑ یوں پر سہ جوڑے کے سوار ہو کر جاؤں
 شوقین غربا بھی دو گامہ بہا گے ہوئے آگے پیچھے پہنچ گئے۔ اس میلہ میں
 ساقیوں کا ہجوم رنڈ یوں کا جڑسٹ تماشائیوں کا مجمع مختلف الاوان پوشا کون کا
 لطف جوئے کے پینگ سادوں کا درد انگیز اور فراقیہ مضمون قابل دید و شنید ہوتا ہی۔
 فی الحال جب سے بی مشتری نے غروب کیا دہو من صاحب کی دہوم دہام ہے
 اور شہر کی گائیو الیون میں اول نمبر کا ٹکٹ انہیں کے پاس ہی۔ جہاں انہوں نے
 جوئے پر بیٹھ کے نان لگائی (آئی ساون کی بہار ستیان جولا ڈالو باغ میں)
 تمام میدان عیش باغ میں کھل بلی مچ گئی۔ مشتاقان بی زر صفیں بہا پڑھا کر
 قریب آہو پنچے۔ داہنی بائیں پرا باندھ کر جم گئے۔ بی دہو من کی صدا سے
 دلکش سے آگاہ بہائیوں پر وہ اثر پیدا ہوا کہ جو گور و پیر ناسے رزمی کے سننے
 سے ہو۔ سر و گردن بے قابو اعضا سے بدن اختیار سے باہر۔ جان نثاری کا دلولہ
 اظہار شجاعت کی اسنگ۔ تناسے سرفروشی کا دفور۔ مگر وقت اور زمانے سے
 مجبور۔ اگر اسوقت بی دہو من کہیں فیر کا حکم دیدین تو غالباً خون خرابہ ہو جائے

اور لکھنؤ کے بانکے گھڑیوں سے تو پچانہ چین لین۔ اور چھڑیوں سے لڑ کر لکھنؤ خالی کرالین۔ اور ہر جوار میں خاص کی یہ کیفیت کہ ثنا و صفت کا ساون بہادون برسا رہا ہے۔ اور تعریفوں کی بو چارو ہے کے پل تک جاتی ہی۔ طرہ یہ کہ فقط واہ واہ پر اکتفا نہیں بلکہ اوسکے ساتھ یہ بھی ہو کہ قسم ہی قرآن کی اگر آج میا نصاحب (جنکی ملاز مشہور ہو) زندہ ہوتے تو اسوقت کے گانے کی داد دیتے۔ یا اگر حضرت سلطان عالم شاہ اودھ بقیہ حیات ہوتے تو بیشک انکی قدر کرتے۔ چند ہی روز میں انکی رتی چمک جاتی افسوس ہو دنیا خالی ہو گئی نہ اہل مال ڈی اور نہ صاحب کمال (کوئی نہیں رہے تو نہیں ہی خوشامدی سلامت دین جنکی ذات سے سب کچھ ہے) دوسرے صاحب نے ارشاد فرمایا۔ کہ بھئی واللہ سچ کہتے ہو میں اپنے اور اپنی بیوی دونوں کے ایمان سے کہتا ہوں کہ انکا مشل کا ہی کو ہو اور آج اس شہر میں کیا بھئی تک کوئی انکا جواب دین والا نہیں باشا اللہ سوا واز کا سُریلہ پن تو دیکھو معلوم ہوتا ہے ارگن بج رہا ہے یا کوئل کوک رہی ہے اگلے میں گویا ہڈی نہیں رہی (دریں چہ شک گلزمین کیا تمام جسم میں کہیں ہڈی نہیں الغرض جہان اسقدر زندہ دلون کا مجمع تھا وہاں ہم ایسے دو چار تجربہ پیشہ غریب الدیار بھی علیحدہ چپ کڑے ہوئے نیرنگی عالم کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اگر داہنے بائیں سے کہیں چوڑیوں کی آواز یا چھڑوں کی جنکار کان میں آگئی تو کن آنکھوں سے یک نظر سے خوش گذرے دیکھ لیا نڈا کتوتیان تو بدین مگر سر جیکا کے گھاس کھانے لگے شعر

ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے یہ سب کچھ ہوا، ہم اکیلے رہے

متفرق مضامین

بحر طویل

حضرت سلامت۔ لمبی چوڑی تسلیمیں عرض ہیں آپ نے کچھ سنا۔ یہی نماز پنجگانہ کو پانچون وقت کے سلام اور وظیفون کو پانچون وقت کے طعام سہیدل دیا! دیکھیے کیا طول عمل ہی! اگر آرد شیر و راز دست بھی ہوتا تو اس دستبرد ہاتھ کے طوطے اوڑ جاتے۔ اور بے اختیار ہو کر ہاتھ اٹھاتا۔ اس طول عمل میں کیا مجال جو آپ کوئی بات ہلکی پاوین۔ اگر کوئی مصرعہ ہی تو وہ بھی شیطان کی آنت سے کم نہیں۔ قطعہ رباعی ترجمہ بند بیت غزل و سارے زمانہ کے وزن آپ نے سنے ہونگے۔ بحر طویل کو کاہیکو سنا ہوگا بندہ درگاہ جہان کے کو چہ گرد۔ نور کے تر کے بھند نے والی ٹوپی دیکر بو نچھلے دار تنگ کی طرح جو بڑے نکلے تو بیاہ براتون کی کثرت تو ہنسی ہی کھٹ سے ایک لالہ صاحب کی محفل میں داخل ہو گئے۔ وہاں بھی کوکب اقبال کی رہنمائی نے دُمدار ستارہ ہی بنا رکھا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ غزل بازی۔ بیت بخشی۔ شعر خوانی۔ رقعہ بازی۔ گالی گلوچ۔ ہو رہی ہی۔ لیاقت اور فضیلت کے گلون پر کُند چھریان ریتے جاتے ہیں۔ اتنے میں کوئی بیباہی کسی کو نے سے بوڑھے بکرے کی طرح لگے بڑانے۔ تھر تھراتی آواز سے لگے بحر طویل سُنانے۔ ہم تو کیا اگر اسیر خسرو ہوتے تو مان جاتے۔ وہ بحر طویل کا ہیکو دریا کا پاٹ تھا یا آہنی سڑک یا تار برقی یا حرام زادے کی رشی۔ جی چاہے تو آپ بھی سماعت فرمائیے۔

و ہو ہذا۔ دوش رنم سوئے بازار کسے یا قتم عیار۔ زہر قید بکسار۔ تیر زویر گرفتار
 ز خود رفتہ دسرشار۔ سبک خیز چور ہوار۔ تنش چون تن زنبور۔ سیہ خال
 رخ حور۔ مثال شب دیچور۔ بیر کوٹ و تپلون۔ بدن شستہ ز صابون۔ خزش
 زرد۔ دلش سرد۔ تن و جان ہمہ گرد۔ نہ او صاحب ایمان۔ ولی بندہ شیطان۔
 نہ ہند و نہ مسلمان۔ نہ از قوم نصارا۔ دو دہرت بعد شوق۔ گئے تخت
 گئے فوق۔ گئے استاد و شاشید۔ گئے جست و سرائید۔ گئے ٹھوکر و سیٹی۔ گئے چار و گئے
 کافی و شہین و برانڈی۔ گئے بیر و کلاڑ۔ گئے پاکٹ۔ گئے جاکٹ گئے شیر
 و گئے رم۔ گئے گچی گئے ٹم ٹم۔ ہین فکر ہر دم۔ کشتہ حرص و ہوارا۔
 گفتم اے ہمسر فرعون۔ چرا میشدی مطعون۔ کسے نیست چویارت۔ جہ بود
 آخر کارت۔ این وضع کدام ست کہ داری چون شد ز خرد عاری رشیشہ ننگ
 شکستی۔ در وانش بچہ بستی۔ توئی دیوانہ و دہوش۔ رہ عقل فراموش۔ بشر علم و
 ادب دور۔ بجی گمر ہے مخمور۔ بگو نام و نشانت۔ شوم آگاہ بجانت۔ مکن بر خدا
 گفتہ عدوئے ناموس۔ برو ڈام باگٹوس۔ تم آدمی ہے کالایہ صبور کا ملال۔
 من صاحب لوگیم۔ فدائے بستریم صاحب پیلی نام۔ بجان فہرہ عام۔ در موزم
 توجہ دانی کہ ناقابل آئی۔ بزم تھپڑ و ٹھوکر ایٹو گڈام ایر۔ شکتم روئے شمارا۔
 گفتم اے صاحب اوصاف۔ مرن بھیدہ بہ من لاف۔ یہ بین روی سیہ خویش
 بنہ آئینہ در پیش مشو طائر نقال۔ مرن مفت پرو بال۔ بجز بسکٹ و ہم
 کیک۔ مکن ترک رہ نیک بشو پیر و حسنا۔ برست از مزخرفات بہ بین
 صدق و صفارا۔ راقم ہندی نہ فارسی
 بیاجی بنارس

خمیس

کلاہ سرخ لڑکی دائما برسر نمی ماند
 ہمیشہ کوٹ و جاگٹ زینت بن بر نمی ماند
 زمانہ بریکی آئینا سے نیچر نمی ماند
 عروس نوحجاب آلودہ باشوہر نمی ماند
 اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

براندازی دائما در بوتل ساعز نمی ماند
 چین بید و چرٹ در دست و لب اکثر نمی ماند
 بیابان بوٹ انگریزی نمی فر برسر نمی ماند
 عروس نوحجاب آلودہ باشوہر نمی ماند
 اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

مدام این گیتند و کرکٹ منتہ ریڈر نمی ماند
 ہمیشہ بر زبان اسپج ہم لکچر نمی ماند
 براے مدرسہ این چندہ پرز نمی ماند
 عروس نوحجاب آلودہ باشوہر نمی ماند
 اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

چنین لب خرد سر پٹ میدان تاکجا بازی
 ہمیشہ گیتند کرکٹ ہجو طفلان تاکجا بازی
 مزید بدن تاکجا چنین پتلون بکوسازی
 عروس نوحجاب آلودہ باشوہر نمی ماند
 اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

براندازی تاکجا از ما بگولے نیچر نوشی
 لباس جاگٹ و پتلون بکھٹکے چین پوشی
 برانج کردن این سم لندن تاکجا کوشی
 عروس نوحجاب آلودہ باشوہر نمی ماند
 اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کنی گمراہ عالم را با سپج زبون تاکجا
 بسر مزین نمودن این چنین خط و خون تاکجا
 نمودن بول ستادہ مثل سگ کنون تاکجا
 عروس نوحجاب آلودہ باشوہر نمی ماند
 اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

خوری تا چند مرغ سر بریدہ با ہمہ رست . حرامی را نانی از دلیل خویش چو جلت
خردی نالدا و نیچر برین عقل برین رست . عروس نوحجاب آلودہ باشو ہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

بجای شگل ہو در و لیز می ابو سیدین . بوقت گیشد کرکٹ بید عطرک قیاب گردیدین
چو قرآن وحدیث ای نیچر ایخیل دیدین . عروس نوحجاب آلودہ باشو ہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

تو گوئی ذکر ایزد را کہ هست آن غایب بچون . کیو تر چون بکا بک فتہ میسازد عطر خون غون
بترس از داور دارا و تو بکن ازین کنون . عروس نوحجاب آلودہ باشو ہر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

بات کا تشکرا

بی بی۔ چلو ہٹو۔ مجھ جنم جلی کی قسمت ہی خدا نے ایسی بنائی۔

میان۔ این خیر تو ہے۔ یہ آج نکلو کیا ہو گیا۔

بی بی۔ ہو گا تمکو یا تمہارے ہو تون سو تون کو۔ مجھ دکھیا مفلس کو کیا ہو گا۔

میان۔ باتین تو ز مستون کی سی کرتی ہو۔

بی بی۔ جی ہاں۔ بس منہ نہ گھلواؤ ایسا ہی تمہو مجھے روپی اشرفی سی پاٹ دیا ہو۔

میان۔ پہرا سمین بھی کچھ شک ہو۔ تم جانتی ہو جو کچھ آتا ہے تمہارے

ہی پاس جاتا ہے۔

بی بی۔ ا جی وہ آپ ہی کو مبارک رہے۔ موئی خیر نہ برکت۔ ادھر روپیہ

آیا چٹر پٹر مین اٹھ گیا۔ مین کیا سب کہا لیتی یا زبور گڑھا لیتی ہوں۔

میان - یہ نہ کہو بیگم۔ ابھی خیال کرو۔ کچھ نہیں تو ہزاروں حساب بتا دوں۔
 ابھی تمہاری شادی میں ابا جان نے (خدا جنت نصیب کرے) باوجود
 قرضداری کے پانچزار صرف کیے۔ پہر میں نے نوٹ بیکر پونے چار ہزار کا
 مکان لے دیا۔ ابھی نادہر کے ہونے میں سواتین ہزار ایک دیے مرقیہ
 کی دفعہ بطرح خرچ ہو رہا تھا دو ہزار پہر دیے۔ نادہر کے ختنے میں چار ہزار
 اٹھے۔ بسم اللہ میں ابھی کل ڈھائی ہزار دیچکا ہوں۔ زیور اور پوشاک
 بھی ایک ایک دو دو کر کے پانچزار کی ہوئی گئی۔

بی بی - بس مردے بس۔ خالہ کے آگے تنہا کی بڑائی۔ اپنے منہ
 میان مٹھو بننے سے کیا ہوتا ہے۔ لگے نیلے مہاجن کی طرح بھی کہا تہ سنانے۔
 یہ سب اپنے اوٹھایا ہوگا۔ جانے میری جونی کی نوک کی پزار۔ میرے
 چونڈے پر اُسکا کیا احسان۔ میرا گھر اپنے کیا بہر دیا۔ شادی میں اُٹھایا اپنی
 ناچ رنگ میں اوڑھایا۔ جن جن کا کہا یا تھا اونکو کھلایا۔ باقی ان دو بچوں
 کے واسطے بھی جو اُدھایا وہ بھی آپ کے حوصلے کی بات تھی نہ کرتے تو بندہ کا
 کیا بگڑتا۔ جو لوگ کہتے اپنے تمہیں کو کہتے۔ ہاں کپڑے اور زیور لا کلام
 (چھاتی ٹھونک کر) سو وہ ایسے لاکھوں کروڑوں کے نہیں اس سے ہزار گونہ
 تو میں اپنے گھر سے لائی تھی۔ اور آج جو نہ لائی ہوتی تو آپ اللے تلے
 بے فکر یاں کسپر کرتے۔ غضب خدا کا جسکے آگے بال بچے اور وہ تمہاری طرح
 اس عمر میں یوں بگڑے۔ نابا بامجھے تو ان باتوں کی عادت نہیں۔ میں تو
 رنڈی باز مرد عورت پر آنکھ نہ ڈالوں۔

(ابو میان سے فرمایا کفن پہاڑ کے بولے)

میان - یہ یہ بہ - یہ میگیم تم نے کیا کہا - ذرا پہر تو کہو -

بی بی - مان مان - کچھ جھوٹ کہا - لو صاحب جب تک ہم بولتے نہیں تب ہی تک
میان (آنکھ نبلی پیلی کر کے) یعنی ہم رنڈی باز ہیں -

بی بی - یہ تو جانے میری جوتی - مگر آدمی کے آثار کہیں چپے رہتے ہیں -
میان - بھلا کچھ تو معلوم ہوں -

بی بی - اچی بس جانے ہی دو - بیفائدہ کے تئیں کیوں بات بڑھاتی ہو
ابھی بتا چلے گی تو جھوٹے جھوٹے دس بیس کلام اللہ اوٹھانے لگو گے -
مفت میں گنہگار ہونگی - ہرے گرہین تم کو کلام اللہ اوٹھاتے تامل ہوتا نہیں -
خدا کرے ان جھوٹی قسموں کا مظلمہ اونہیں حرام زاد یوں کی جان پر پڑے -
میرے اور میرے بچوں کی جان سے دور -

میان - جی نہیں میں قرآن نہ اوٹھاؤنگا کسی کا نشان دیجیے تو -
بی بی - نام اور نشان کیسا - یہ بھی بولا ہے کا تیرے ہم کو سب گہاتین
معلوم ہیں - یہ آئے دن کیٹی جانا خالی از علت ہی! جب خدا شکار سے
پوچھو یا تمہارے سرکار کہاں گئے تھے - صاحب کیٹی گئے تھے - اب جو
پوچھو اس میں ہوتا کیا ہی تو نمک حرام بتاتا نہیں - اور مزایہ جب کیٹی موئی
میں جانا ہوا بی چندہ کے کبھی کچھ نہ کچھ نذر کرنا پڑا - یہ بند ہی بات ہی -
جب کبھی تم مردار کیٹی میں گئے ہو اُس کے دوسرے ہی تیسرے اوبدا کے
بی چندہ کے نام دو سو چار سو ضرور حساب میں موجود ہیں -

دیوان سے پوچھتی ہوں ارے کبخت یہ کیا چیز ہے۔ وہ کہتا ہی سرکار
 کمیٹی میں گئے تھے دے آئے ہیں۔ آگے بتاتا ہی نہیں۔ اور میں نبخت
 اس راز سے کیوں آگاہ ہونے لگی تھی۔ وہ تو اُس دن چہ سٹے بیٹا آئے
 تھے مجھے کچھ یاد آگیا۔ پوچھ بیٹھی کمیٹی کو ان چیز ہے ؟ وہ تو جانو انگریزی
 فارسی۔ زر زری۔ فر فری۔ سر سری سب میں دست و قلم ہے۔ چہ عینو کمال
 اس انگریزی کی گٹ پٹ اسکول میں سیکھی ہو۔ وہ سمجھ کر چپ ہو رہا۔ لاکھ
 پوچھتی ہوں اب بتاتا ہی نہیں۔ جب بہت پوچھا بہت پوچھا تو بتایا جلسہ کو
 کہتے ہیں۔ بس فوراً ہی تو میں سمجھ گئی۔ کہ یہ کچھ نہیں۔ دس بیس موئے
 سچے بد معاش جمع ہوتے ہونگے۔ ناچ گانا جلسہ ہوتا ہوگا۔ جہان اور
 رنڈیاں منڈیاں آتی ہونگی وہ شفق چنڈا مژدار بھی ہوگی۔

(اب تو میان سے ہنسی غبٹ نہو سکی)

میان۔ قہہ۔ قہہ۔ قہہ۔ بھئی واہ کیا بات نکالی ہو۔ واسٹہ بگم ہو طبیعت دار
 بات خوب نکالی۔ بہر اب کیا ہوگا۔ ہم نے تو چندہ سے نکاح کر لیا۔
 بی بی۔ میرے ٹینگے سے (انگوٹھا دکھا کر) ایک نہیں ہزار۔

لیکن بندی کو تو اب اس گرہین بائیں ہاتھ کا کھانا حرام ہی یہ بچے آپ کو
 مبارک رہیں۔ میرا میکا سلامت رہے۔ مجھ بہر کو بہت ہی۔

میان۔ کچھ خیر ہی؟ آدمیوں کی سی باتیں کرو۔ آج یہ نیا غبٹ ہوا ہی۔ وہ لونڈا
 تمہارا بھائی تو ہی احمق۔ وہ بہکوا کیا جانے۔ کمیٹی اُسکو کہتے ہیں جہان
 دس پانچ عقل مند آدمی عقل اور ہوشہ سیاری کی باتیں اور صلاحین کرتے ہیں۔

بی بی - پھر کیا نڈی بازی میں غفلت دی کا خرچ ہو - یہی صلاحیں دتی ہوں گی کہ آج اُسکو بلواؤ۔ کل اُسکو بلواؤ۔ پرسون اُسکا مقرر ہو۔

میان - یہ نہیں میرا مطلب ہے ملک و شہر کی باتیں ہوتی ہیں - جیسے لڑکیوں کا پڑھانا - لڑکوں کا پڑھانا - شہر کی صفائی عورتوں کے واسطے قابلہ عورتوں کو پڑھانا - اور انھیں باتوں کے واسطے روپیہ سب دیتے ہیں - اُسکا نام چند ہے۔

بی بی - ہاں اب میں سمجھی - تو بہ تو بہ میرا کہ صبر خیال تھا - اُس لڑکے نے تو مجھے بوکھلا دیا تھا - آج دن بہر میں اسی میں ناحق حیران رہی - دن بچنے کو آئے اور اوڑھ کر کھیل منہ میں نہیں گئی - معاذ اللہ کی پناہ ہے - اب جا کر حواس درست ہوئے - خیر ہوگا ایسا ہی شاید ہو - یہ بھی کوئی بڑی بات نہیں - اگر دایان پڑھ لکھ گنیں تو آپ ہی معلوم ہو جائیگا - مگر مجھے تو مردوں کی بات کا اعتبار نہیں -

میان - خیر سہر دست تو چند ہے چپ رہیے -

فریاد

یا رب نہ وہ سمجھتے ہیں نہ سمجھیں گویا بات دی اور دل اُنکو جو نڈی محکوم زبان اور رب العالمین تیرے دریدہ دہن شہر پر مفسد اور آزاد بندوں کو دم ناک میں کر دیا - جی اوکتا گیا - زندگی سے عاری ہوں اور زیست سے بیزار - کوئی خطا نہ قصور مگر یہ فتنہ پر داز و ق کیے جاتے ہیں بدنامی سے بدنامی - بنیادیں بنتے جان عذاب میں ہو گئی - خداوندان کے دل بدل دے چشم بصیرت

عطا فرما۔ جو میری خوبیوں پر نظر ہو۔ میرے علم اور بردباری کی قدر کریں۔
 میری ملکی خدمت اور ہمدردی کا خیال ہو۔ مالک الملک یہ احوال تجھ پر
 پوشیدہ نہیں۔ نیک کاموں میں کہی ہیں نے روپیہ پیسے سے دریغ نہیں کیا۔
 ریفار مرون کا شریک۔ چندہ دیتے والوں کا مشیر کوئی ملکی خدمت ایسی
 نہیں جہاں تیری عنایت سے میری ہمت نے کمی کی ہو۔ کلج اسکول
 اور سوسائٹیاں میری فیاضی کی گواہ ہیں۔ مگر پہر بھی خداوند ایہ ناتجار
 بندے میری عزت کے درپے ہیں میری تمام کارروائیوں پر خاک ڈالنا چاہتے
 ہیں۔ رشک ہو اور جلن۔ میری ناموری عروج اور ثروت کو نہیں دیکھ سکتے
 یہ مانا کہ میں بنیاسی مگر خالق کون و مکان۔ کیا بنی آدمی نہیں۔ اور انکو
 تیرے بندے ہونے کا اعزاز نہیں بخشا گیا۔ کیا پاک پروردگار بنیوں کی
 خوبیاں بھی تیرے شریر بندے بُرائیاں خیال کرنے کا استحقاق رکھتے ہیں۔
 عالم الغیب تو میرے حال سے بخوبی واقف ہو۔ تیری توفیق اور توجہ سے جو
 دولت اور وقعت میں نے حاصل کی اسکا حال تجھ پر روشن۔ خداوند
 مصیبتیں میں نے جیلیں۔ کڑیاں میں نے سہیں سختیوں کا مقابلہ میں نے کیا۔
 شدائد میں منتقل میں رہا۔ ہمت میں نے ظاہر کی۔ غنتی میں۔ کوشش میں نے کی۔
 تیری عنایت سے اپنی ہستی کو درست کرنے کے لیے زمین آسمان کے
 قلابے میں نے ملائے۔ در بدر میں پہرا خاک میں نے چھانی۔ جوتیاں
 چٹختے چٹختے تیری گرم گستری سے اس مرتبے کو میں پہونچا۔ مگر خداوند
 پہر کچھ نہیں۔ میں ان شریروں کے نزدیک وہی بنیا۔ خود غرض مطلبی۔

اور چا پلوس بنیا ہوں۔ کاش اگر میں انگلنڈ میں ہوتا تو اہل یورپ میرے
سواغ عمری سے ترقی کا ایک عمدہ سبق حاصل کرتے۔ مگر فریاد ہے فریاد۔
یہ ناشناس ہندی میری خوبیوں کو میٹھتے ہیں۔ میری شہرت کے دشمن ہیں
اچھا میں خوشامدی ہی سہی۔ مگر رب العالمین جب خوشامد سے تو راضی ہی
تو یہ اعتراض کرنے والے کون۔ تیری ہدایت کے موافق حاکم تیرا سلیہ ہیں
پہر اگر میں نے خداوند حاکمون سے لگا وٹ یا خوشامد کی تو گناہی کیا ہے
آئی تو دلوں کا حال بخوبی جانتا ہے۔ بہت سی باتیں انسان نیا کاتعلقات
میں پنسکیز مجبوری کرتا ہے۔ میرا بھی بعض صورتوں میں علی ہذا دروغ
مصلحت آمیز پر عمل ہے۔ حاکمون کے انتظام میں مجھے نکتہ چینی کی جرأت
نہیں ہوتی۔ کہ مبادا میرے فائدوں میں فرق آجائے۔ میں واقعی اس میں
لاچار ہوں۔ کیونکہ میرا دہندہ بالکل حاکمون کی عنایت سے چلتا ہے۔ پہر کیونکہ
ممکن ہے کہ میں کسی کے خلاف لکھکر اپنے پیر میں خود کلہاڑی ماروں۔ مجھے
نہ آزادی کا دعویٰ نہ اخبار کے ذریعے سے ملک کی خدمت منظور۔ میرا پرچہ تو
بالکل خوشامد کا آلہ اور بیج سرائی کا ساز ہے۔ خداوند ابوجہا صلی بنیا ہونے
کے میرا نام بد ہے۔ ورنہ ہر شخص جسکے تعلقات میرے سے ہیں یہی کرتا ہے اور
کوئی اُسکے خلاف نہیں ہوتا۔ مالک الملک کہنے کو سہی کہتے ہیں۔ مگر کیا وہی
جاتا ہے جو مصلحت وقت ہی مسٹر گلینڈ اسٹون کی نظیر ہمارے سامنے موجود ہے۔
نفسر ہوتے ہی وہ تمام آزادانہ خیالات بدل گئے۔ پالسی ہی اور ہوگئی پس
خداوند ہمیشہ سے یونہی ہوتا چلا آیا ہے۔ اور میں ہی یوں ہی کرتا ہوں۔

رشک اور حسد کے الزام میرے نسبت نہایت مبالغے سے کیے گئے ہیں۔ تیری عزت کی قسم اگر دشمنی بھی مجھ کو اپنے ہمدھرون سے ہو تو اسی خیال سے کرے۔
 بود ہم پیشہ با ہم پیشہ دشمن

زیادہ کسی کو میں کیا ستاؤں گا۔ میں خود گویا ہوں۔ اور اس قدر سخت دل
 کہان سے لاؤں۔ ہاے ناقدر و نالین میری قدر نہیں۔ ملکی فائدے
 اور ترقی تجارت کے لیے جو کوششیں میں نے کیں اونٹن تو بخوبی واقف ہو۔
 اپنا سرمایہ لگایا۔ لوگوں کی خوشامد درآدر کے راضی کیا۔ سالہا سال کی
 کاہش اور جانفشانی سے چرخہ قائم کیا۔ لاکھوں بندگان خدا کو رزق کی
 تدبیر نکالی۔ دن کو دن اور رات کو رات نہ سمجھا۔ دوڑ دھوپ میں میری تمام
 چربی بکھل گئی۔ تندرستی میں فرق آیا مگر میں نے ہمت نہ ہاری۔ جان و
 مال پر آبنی مگر میں نے کچھ دریغ نہ کیا۔ پر اے شگون کے لیے اپنی ناک
 میں نے کاٹی۔ ایک ٹانگ کو بیٹھا۔ پھر خاک قدر نہیں۔ بجائے ستائش کے
 خود مطلبی کے الزام میری نسبت رکھے گئے۔ بے ایمان اور بد طینت ثابت
 کرنے کے لیے کمیشن کی تجویز میرے لیے کی گئی۔ خلعت کے بدلے لعن و لعن
 مجھے ملے۔ مشکوری کے عوض ہڑائیوں کے ہار میں نے پہنے۔ اور رہی سہی
 عزت کو بیٹھا۔ خداوند آدم کی مصیبت سے یہ ذلت زیادہ ہے۔ تاب و صبر
 رخصت ہو گئی۔ اب دنیا اور اس کے ناشناس لوگوں سے نفرت ہے۔
 خداوند اب اپنی ستائش کے فرشتوں میں مجھے جگہ دے۔ کہ تیری صفات
 نامحدود کا آئینہ گایا کروں۔ اور جو کسی قدر ہنوز میری زندگی باقی ہے۔

اور زیست میں یہ امر محال۔ تو
 بدل دے کوئی دل بدل کر بدلے
 اس بوسیدہ بنیے کے لباس کی وہجیان اڑا۔ اور اسے بہادر یا خان بہادر
 کا خلعت پہنا۔ کہ تیری کرم گستری کے تصدق میں کسی قدر مستعار زندگی
 خوشی اور عزت سے بسر کروں۔ اور نہیں تو ان دریدہ دہن آزاد بندوں
 کے قلب ہی سے بنیے کا لفظ میٹ دے کہ یہ بار بار بر جھی کی زبانیں میرے
 نازک اور شکستہ دل پر بر جھی کا کام نہ کریں۔

جنگ سوڈان

زید عنوانی ہمدی بمصر افتاد مشکلم
 زید حالی ملک و شہ نخی فہم غافلما
 ازین زحمت بسی بنجیدہ دل گشتند کا ملما
 خبر کردند در لندن چو ہشیاران ناقلما
 کہ از پیچید گیش سرنگون گشتند عاقلما
 چو در چاہ لالت سرفرو بردند جاہلما
 ملک فکر و اندیشہ روان گشتند فاضلما
 کہ ہمدی ہیبت ظلم و ستم اندانت دروہلما

الایا ایہا الساقی اور کا سنا و نا و لہا

کہ عشق آسان نمود اولی افتاد مشکلم

خدیو از خواہنگاہ خویش ہم بیرون نمی آید
 چو ہمدی مردمان اہم کاب خویش بگراید
 بنابہاد رسم ظلم و دست از خون بیا لاید
 آن فاعل شرط ہمت نیست انگلش را ہمین باید
 کہ لرزہ بر تن و قوت ہمدی بیفزاید
 مجال این ہجس انیست و بار وی بنماید
 نخت گشت فوج مصر شرم اورا نمی آید
 کہ از رعب جلال خویش ہمدی را بشماراید

ہوئی نافہ کا خرصہ بازاران طرہ بکشاہ

ز تاب جعد مسکینش چہ خون قناد و زاما

اگئی لندن کو جدم مصر و جٹ پٹ خبر یہ بد
ہوئی ہنگامہ سراسر محبت کی کونسل میں بد و بد
اکیسے یون کما ڈ کر خرابی لائیگی سب سے حد
بنایا بکس کو جنرل کہ ہمدی میں بڑے مرشد
پڑی اک وہوم کونسل میں ہوئی بسیار رو کو
کوئی کستا تا لڑنا چاہیو کرتا تھا کوئی رو
کہ رو کو جلد او سکوتا خرابی کی نہو آمد
چلی پہر فوج یون پلکر کہ کانچو جس سے دام وود

بمجاوہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بیخبر ہندو ذراہ و رسم منتر لہا

ادھر جب فوج بڑش مصر میں اخل ہوئی بی غم
شکست فاش کہا کرنا مکین ہمدی کا آیادوم
یقین انگلش کو پہر تو ہو گیا دان فتح کا سالم
تغافل ہو گیا دل پہ خیال و سکار ہا پر کم
جڑ کر بکس کے ہمدی سے پہر ہونی لگے باہم
لگاتے شعبہ کی کرنے ہوا جب سخت ہی بیدم
کہ وہ سمجھو ہوئے تھا جنگ کا عربی کو پیچ و خم
یہاں حال بکس کا بگڑا نہ ہستی پر رہا قائم

مراد منزل جانان چہ امن عیش چون ہر دم

جس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

نہر لندن میں پہونچی بکس دان ہو کر مرا گمائل
صلاحون میں نہ کہہ سلطان بڑ کی کو کیا شائل
مگر انگلش ہوا پہر ہی بطور سابقہ غافل
ہوا امداد کا ہر چند انگلستان سے سائل
ہوا امداد می کامصر کے پہر تو یقین کامل
یکایک گارڈن صاحب پہ لیکر ہوئی داخل
ہوا محصور جب تو گارڈن کا بھگیا دان دل
بنالاجار تو رو کر ستایا حال یہ محل
کجا دانند حال ہا بکساران ساحلہا
شب تاریک وہیم موج گردا بے چنین حائل

گڑیا گارڈن تہاوان مثال طائر بے پر
 گراڈیلون فونڈن سین چلائی یان بان تتر
 ہر اک کی زق زق وبق بق سیرش پر پرتہر
 کدیا کل عقل دوانش اُسکی آکر چر گڈوانگر
 مگر جس دم سنایہ و میدم وان حال ہے اتہر
 روانہ و تسلی کو کر دیا پس ہمار کر آخر
 د کہا یا و تسلی نے وان اگر چہ جا کے کروفر
 نہ بگڑا گارڈن کا کام انسے چپ سکا بہر

ہمہ کارم ز خود کامی یہ بدنامی کشید آخر

نہان کو ماند آن رازے کرو ساز جڈلما

گزشتہ راصلوۃ اب جانے دے ہرگز نہر و حافظ
 فراہر گز نہ آئیگانہ اپنی جان کہو حافظ
 بہلا حسین ہو کچہ تیرا کرا و سکی جستجو حافظ
 زمین مرومی میں تخم ہمت کا تو بوجو حافظ
 جو غصہ ہی تو دشمن کو جو اب فتح دو حافظ
 کوئی تدبیر مہدی کی ہلاکت کی کردو حافظ
 رہو مضبوط اور دشمن سی بدلا چلکے دو حافظ
 کہ دشمن زیر ہو دل دوستوں کا شاد ہو حافظ

حسنوری گر بھی خواہی ازوغائب مشہو حافظ

متی ماتلق من تہوی دع الدنیا و اہلما

انکم ٹکس اور میان بیوی

بیوی - ب - میان - م -

ب - میں کہتی ہوں روز تم جلسے میں کیوں جاتی ہو۔ کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔
م - نہیں جی تم خدا واسطہ کو بدگمان ہوتی ہو۔ سنا نہیں ٹکس کی دہول پڑنیوالی ہے۔
ب - اوئی! کیا بلا ہے!! - انا کہتی تھیں ٹکس رنڈیوں پر بندھا کرتا ہے۔
یہ مردوں پر کیسا؟ بس میں سمجھی - کوئی تمہاری جیتی ہوگی - اوپر ٹکس بندھا
ہوگا۔ جب ہی تو تلودن سے لگی ہو۔ چلو ہٹو یہی مجھ سے نہ بولو۔

م - این تم آگ بگولا کیوں ہوتی ہو؟ - کیسی رنڈی - یہاں ہوش ٹھکانا
نہیں تلے کی سانس تلے اوپر کی اوپر ہے۔ رنڈی کس بھڑوے کو سونجھے گی۔
تم ہو کہ آپ ہی آپ برس پڑنے پر تیار۔ وہ مثل نہیں سنی۔ آؤ پڑوسن
لڑین، ہنسی کیا کہوں وامندہ۔ بعض وقت اس دیس کی عورتوں پر
رونا آتا ہے۔ اور نہ پڑھائی لکھائی جاوین۔ یہ انکم ٹکس ہے۔ کیمخت سب پر
بندھا ہے۔ کم سے کم پانسورو پیہ سال کی آمدنی والا سیکڑی پیچھے دور دپڑی
سرکار میں داخل کرے گا۔ قانون پاس ہو گیا۔ اب اسکی تشخیص کا وقت ہے
اوسکے صلاح مشورے کو چار صورتیں ایک جلسے میں جمع ہوتی ہیں۔

ب - یہ تو تم جانگلوں کی بولی بول گئے۔ میں خاک نہ سمجھی۔ قانون پاس
ہو گیا تو میری جوتی سے۔ اور یہ بخشی (تشخیص) نہ جانے کون چڑیا ہے۔
فری آنکھیں دیکھو۔ کچھ پی کے تو نہیں آئے ہو۔ ابھی وکالت کی

سند لیے گنتی کے چار دن ہوئے ہیں۔ وہ بھی (تم کہتے ہو) سوئی نیچے درجے کی ہے۔ روز جو دو ایک نلے اونسے گہرا دہندہا بہنیں چلتا ٹکس گیا چوٹھے بہار میں۔ اپنے کیوڑ بند کر کے بیٹھ رہو۔ جب کوئی آئے گا ماما کہدیگی نہیں ہیں۔ جب دھڑکانہ رہے تب نکلنا۔ بلا سے دس دن بیسن دن گہنا پاتا بیچکر بسر کریں گے۔

ہم۔ اے تو تم بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ گرفتار ہوں؟ ہتکڑیاں پہنوں؟ یہ انگریزی ہے انگریزی!۔

ب۔ تو تمہارا شوق آپ ہی چڑایا ہو۔ جاؤ۔ جلدی جاؤ۔ میری اور چار اڑوسیوں پڑوسیوں کی بلا سے۔ بی پڑوسن سنتی ہو۔ یہ مجھو سٹرن بناتے ہیں۔ تمہیں خدا لگتی کہو۔ میں انکے جہلے کو کہتی ہوں یا بڑے کو۔ انکے پاؤں میں تو چکیاں بند ہی ہیں کہوں گی تو مرچیں لگیں گی۔ ہو نہو۔ کہیں آنکھہ مشکن کی ٹھہرائی ہے۔ تمہیں میری جان کی قسم۔ اپنی جو بچ بند رکھنا نہیں اچھا نہیں۔ جو تم کہتے ہو وہی سچ ہے۔ برتن باسن سب بیج باج کے موئے ٹکس کے چوٹھے میں جونک آؤ۔ آپ ہی مونگ مانگتے پھر وگے۔ بلا سے کلیجے میں ٹنڈک پڑ جائے۔ ان بچوں کو بھی وین دے آؤ۔ سرکار پال پوس لے گی۔ ایک ڈولی دو کھار لا دو۔ میرے ٹھینگے میں گیا یہ گھر۔ میں اپنے میکے جاتی ہوں۔

ہم۔ بہنی واٹھ مجھ سے ناحق لڑتی ہو۔ وہم کی دو القمان کے پاس نہیں۔ آنکھہ مشکن کا نام نہ لو۔ آنکھیں پھوٹیں اگر کسی رنڈی منڈی کو دیکھا بھی ہو۔

جناب امیر کی قسم ٹکس کے مارے عقل تہی بول رہی ہو۔ دہنی ملی چو ہون سے کان کٹائے۔ بھلا سرکار کا حکم اوزمین نہ مانوں۔!

ب۔ سرکار کو ہو کیا گیا ہی۔ او سے نہیں سو جتا کہ یہ غریب غرا کیسے جینگے۔ تم تو کہتے تھے اب دن پھرتے ہیں۔ اب دن پھرتے ہیں۔ بڑی آمدنی ہوگی۔ خاک نہ دہول۔ آج سند بدلانے کو اتنا چاہیے۔ کل ٹکس کو اتنا چاہیے۔ اس غضب کا کہین ٹھکانا ہی۔ آئے دن کی چوٹیں سننے کو کوئی پتہ رکھنا کیلجی کہاں سے لائے۔ مین مردوا ہوتی تو ایک آنکھ نہ مانتی۔ سرکار سے کہتی بھلا ان بیکسوں کے ستانے سے کیا حاصل ہے۔

م۔ تو کیا مین ہی اکیلا ہوں۔ لکھو کہا اسی جال مین پھنسے چڑیوں کی طرح پھٹک رہے ہیں مجبور ہیں۔ واللہ ہی بڑے بڑے صاحب لوگ نہیں بچے۔ ب۔ اونکی نہ کہو تم حق کہتے تھے بڑی بڑی تنخواہیں پاتے ہیں۔ پھر انہیں کچھ نہ کھلے گا۔ یوں سوٹائی کی چلیپوں اور ہی۔ مین ایک جہنجی ندونگی۔ حضرت عباس کی قسم زہر کہا لونگی کوئی میرے بچوں سے لاڈلاتو ہی نہیں جو اونکو چوڑ کے او سکے نینگ لگاؤں۔ جاؤ اسی طرح بڑی صاحب سے کہ آؤ۔ (اتنے مین سرکاری چیر اسی آپکارا)

”میان صاحب ہوت۔ میان صاحب ہوت۔ ہو تہ۔ بولت ناہین سپٹا مارے بیٹھے ہیں۔ جنو ٹکس سے بچن تو جین“

ب۔ یہ کون نگوڑا گلا پہاڑ رہا ہے۔ اے خدا سنوارے اسکے خلق پر جماڑو پھر سکے۔

م۔ چپ چپ سرکاری چیراسی ہو۔ واسند ہے جا کے کچھ زہراو گل دیگا
 تو قیامت آجائے گی۔ تم انہیں نہیں جانتیں ایک ہی بس کی گانتہ ہو تو ہیں۔
 ب۔ اری ماما دوڑ کے کوڑ بند کر دے۔ زنجیر چڑھا دینا۔ مو اچلا یا کرے۔
 (دامن پکڑ کے) تم اوٹھے اور میں بسر ہرا کے کونوئیں میں پیاند پڑی۔ نہ جانے
 دونگی۔ دُنیا اُلٹ جائے نہ جانے دونگی۔ میں کچھ نہیں بنتی۔ ای بہری سی۔
 مجھ پر جن چڑھا ہی۔ تم ہلے اور میں نے لے لیے۔ موئے چیراسی کو بے نقط
 سناؤنگی۔ نائیس چپ سن بیٹی رہو۔ (منہ پر ہاتھ رکھ کے) بولے اور سقم ہوا۔
 م۔ میں کب تک کوئے میں دبا بیٹھا رہوں گا۔ اور یہ جرم ہی ا بڑا جرم ہے۔!!۔
 آج چپا تو کل گرفتار ہو کے جاؤ لگا۔ تم الٹی سمجھو۔ نہ سید ہی کیا نادم کر رہا ہے۔
 ب۔ اچھا ذری جہر کے سے دیکھو۔ چیراسی ہوتا کیسا ہی؟ (جھانک کے)
 بڑا سالال پینٹا سر سے لپیٹے ہو۔ ایک ٹکیا بھی کمر سے باندھ رہی۔ اوئی یہ تو
 تلوار ہی ہاتھ میں لیے ہو۔ اے خدا بچائے۔ تمہاری جان سے دور پار۔
 جیسے مو ا جلا د آیا ہو۔ اچھا جاؤ۔ امام ضامن کی ضمانتی۔ میرا کلچر دھڑکنے لگا۔
 دیکھو تلبدن میں تھر تھری پڑی ہو۔ خدا کے لیے جلد آنا۔ میری ٹکلی درد کا پیر
 لگی رہیگی۔ پھر یہ تلوار باندھ کے کیوں آیا۔ کیا تم کوئی خونی ہو۔ اے لو
 زنجیر کھٹکٹا رہا ہی۔ کہیں بول بھی اُٹھو۔ آتے ہیں۔ میان کچھری کو گئے۔ اور
 ایک ہزار کی آمدنی تجویز ہو کر بیس روپیہ ٹکس باندھا گیا۔ منہ جھلائے گھر کو آئے۔
 ب۔ اے میں صدقے۔ تم صحیح سلامت آئے۔ کہو کیا ہوا؟۔
 م۔ ہو کیا بیس روپیہ ٹکس کے بندھ گئے۔

ب۔ (سرپیٹ کے) دوہائی ہی بڑے لاٹ صاحب کی۔ ارے تم تو جا کے
لٹوا آئے۔ یہ مٹھی بہرہ رقم کس نگوڑے کے گھر سے آئیگی۔ تم وہاں گونگی کیوں
ہو گئے تھے۔ پوٹے منہ سے چلائے کیوں نہ۔

م۔ (غصے سے) اب تم جا کے چلا آؤ۔ کہوں کس سے۔ جب کوئی سنے ہی
وہ تمہارے میکے کے پڑوس بلکہ دیوار پنج میر جواد حسین نہیں رہتے ہیں۔
اونپر چالیس لادویے اس اندھیر کا کہیں ٹسکا نا ہی۔

ب۔ تو ہونا کیا ہی۔ آج سے دو وقت کے کہانے پر جھاڑو پیرو۔ ایک ہی
وقت کہانا۔ پھر یہ بچے کاہے کو مانیں گے۔ روئیں گے۔ بلکیں گے۔ ماما موقوف
اگر میں جھاڑو۔ ہم تم دے لینگے۔ تم برتن دہو دہا کے رکھ دیا کرنا۔ میں کہانا
پکا لیا کرونگی۔ خدمتگار کہان سے رہیگا۔ بازار سے سودا سلفت تمہیں لادینا۔
ٹٹو آج ہی بیچو۔ کچری کو یونہیں جایا کرنا۔ سلطانو کا بیاہ اب کیسے ہوگا۔
نتہہ کا بھی ٹسکا نا نہیں۔ آخر قبول کیونکر آئے۔ تم تو دور و پی سیکڑا اکتوتے۔
یہ کیا اندھیر ہوا۔ سو پر دو۔ دو سو پر چار۔ تین سو پر چہ چار سو پر آٹھ۔
پانچ سو پر دس۔ ہزار پر بیس۔ اوئی اللہ ہزار تو آنکھوں نہیں دیکھیں۔
اب بولتے نہیں منہ میں گنگنیاں بہرے بیٹھے ہو۔ میں ہوتی تو ساری
کچری کو تگنی کے ناچ نچا دیتی۔

م۔ اے بی تمہاری تو وہ حالت ہوتی ہو۔ جیسے پڑا قون کی گڈی میں
آگ لگا دی۔ کچری کے معاملے تم نہیں جانتیں۔ جو ہی وہ یون منہ
پسلائے ہے جیسے مہلی کے تاک میں بگلا۔ وہاں رہیں کشتی ہیں۔ میں

سود و سوگنا نے کو کس بہکوسے کے گھر سے لاؤں۔

ب۔ چلو ہٹو یہی۔ اچھا اب گہر بار تمہیں دیکھو۔ میں خبر بھی نہ لون گی۔
وہ کون ایسا حاکم ہے جسے بیکس بندوں پر رحم نہیں آتا۔ میرے پاس
کوڑی نہیں۔ کہیں سے قرض لو۔ میرا رنگٹا رنگٹا آج کوس رہا ہے۔ خدا سمجھو۔
اور کیا کہوں۔ مجھ نہختی کے جہنم کو تمہیں کیا کم تھے۔ جو سرکار بھی قمر ڈھانے کو
تیار ہو بیٹھی۔

(غرض ٹکس کیا بندھا غریب کو گھر میں آؤں تا تم کا سامان ہو گیا)

نیچر یہ شاعری

نظر پڑا ایک پیر نیچر نرالی سچ دہج نئی ادا کا
جو عمر دیکھو تو سو برس کی پہ قرو آنت غضب خدا کا
سفید داڑھی پہ کالا جوتہ اور او سپہ طرہ وہ سس خ ٹوپی
بدن پہ جاکٹ گلے میں پٹی سے عالم او سپہ ہے اک بلا کا
جو دیکے لکچر وہ مانگے چندہ تو احمقوں کی کتر لے حبیبین
کہے جو اسپینچ بیو تو فون پہ جال پھیلاے وہ دغا کا
ہیں باتیں اوسکی وہ سحر افسون کہ سن لیں جسے ہوا وہ مقتون
غضب کے فقرے ستم کے جملے اور او سپہ طرہ زبان بلا کا
بہت دفون تک کیے کرشمے طرح طرح کے دکھائے نخرے
خدا کے بندوں کے دین و دنیا کو خوب لوٹا غضب خدا کا

پرا بتوان تہکنڈ و تکی حضرت زمانے پر کل گئی حقیقت
 یہ بوڑھے غمزدے دکھا کے کب تک ہر و گے تم سوانگ... کا
 ظریفیت کی ہو دعا آئی تو اپنے بند و نکور کھانا میں
 کہ دین و ایمان کی رہزنی میں وہ شوخ مشاق ہو بلکا
 محسن

مسٹر بیچ - گذارنگ - وائٹمانتا ہون اوستاد کیا پھر کتی ہوئی غزل مولانا
 ظریفیت کی آپ نے اپنے پرچہ او دھ بیچ مطبوعہ ۱۲ - اگست ۱۹۷۰ء میں طبع فرمائی ہے
 کہ دیکھتے ہی بیچہ یوں کے گرو گنتال او چیل پڑے ہونگے۔
 آج اینجانب کو تسخیل اتوار میں کچھ کام وام تو تھا ہی نہیں۔ جتنے کمالا واپنی
 غزل کو محسن کر ڈالین۔ تمہیں وائٹ نہ کیے گا۔ کیا مصرعہ لگاے ہیں اگر درج اخبار
 فرمائیے تو ہم جانیں کہ آپ آپ ہی ہیں۔

و ہوندا

اوسیکا، ہر خاص یہ مقلد جو پہلے موجب ہوا دعا کا
 اوسیکا منکر ہوا، ہی ظالم کہ جس نے آدم کو پہلے تاکا
 تمام فکر و فنون میں کامل کیے ہوئے پاس ہی ریا کا
 نظر پڑا ایک پیر نیچر نرالی سچ و بیچ نئی ادا کا
 جو عمر و یکو تو سو برس کی پہ قراقت غضب خدا کا
 تمام پتلون جا کٹون میں ہر ایک جانب سے کر لے جیبیں
 کمی اگر ہو تو جیب میں ہی بنا کے دو چار دھری جیبیں

جو کوئی کچھ دے کہلے خزانے نظر چرا کر وہ بہرے جیسین
 جو دیکے لکچر وہ مانگے چندہ تو احمقوں کی کترے جیسین
 کہے جو اسپیشیج ہو تو فونپہ جال پیلائے وہ دغا کا
 نگاہ بد دور رنگ گورا گلے مین کا لروہ سُرخ ٹوپی
 بنی جی بھجو کی وہ زفیملین بغل مین کتا وہ سُرخ ٹوپی
 چرٹ دھوان دھار تھوک مُتہ مین سیاہ پُنڈنا وہ سُرخ ٹوپی
 سفید داڑھی پہ کا لاجوتہ اور اوس پہ طرہ وہ سُرخ ٹوپی
 بدن پہ جاکٹ گلے مین پٹے سی عالم اوس پہ اک بلا کا
 گذر چکے ہیں جہان مین اب تک ہزاروں عاقل کروں مجنون
 بدل چکا ہر زمانہ کروٹ دکھا چکا رنگ پیسہ گر دون
 یہ ہو چکے ہیں کرشمے سارے نہو مگر اب جو کچھ رہا ہو
 ہیں باتیں وہ سحر اور افسون کہ سن لین جس نے ہوا وہ مفتون
 غضب کے فقرے تم کے چلے اور اُس پر طر زبیاں بلا کا
 کمان ہوا اس طرح کوئی پر فن تھے جو ہر دم چائے نخرے
 کرے جو دنیا مین اور کوئی کمان سے زائد وہ لائے نخرے
 مین سخت حیران ہوں الکی غضب کے ظالم نے پائے نخرے
 بہت دنوں تک کیے کرشمے طرح طرح کے دکھائے نخرے
 خدا کے بندوں کے دین دنیا کو خوب لوٹا غضبے اکا
 بہت دکھائی ہو تم نے اب تک ہر اک قرینہ سے اپنی فطرت
 بہت دنوں سے بڑھی ہوئی ہو تمہاری تیزی تمہاری جودت

تمہارے آگے رہی ہو باقی نہ عقل کل کی بھی کچھ فطانت
 پرا بتوان ہتکنڈون کی حضرت زمانہ پر کھل گئی حقیقت
 یہ بوڑھے غمزے دکھا کے بکتک ہر وگے تم سوانگ... کا
 بچاے آفت سے او کی خالق لگا و تنگلی جو آسمان میں
 مٹیں وہ جگہ گئے معاد کے سب ہوئے ہیں ظاہر جو خاکدان میں
 ہر ایک ساعت بصد تضرع اوٹھا کے دست دعا جہان میں
 ظریف کی ہی دعا آگئی تو اپنے بندوں کو رکھ امان میں
 کہ دین و دنیا کی رہنری میں وہ شوخ مشاق ہی بلا کا

نیا محسن

کیون نہو؟ واہ رے مین۔ اور پہر واہ رے مین۔ مصرعے لگائیے تو یوں۔
 حافظ جی ہوتے تو بلا مبالغہ سٹی ہو لجاتی۔ ذرا غور سے دیکھیے زمین آسمان کے
 قلابے کیسے طبقہ ملا دیے ہیں۔ اب بھی کوئی داؤد نہ دے تو میرا مقدر۔
 اور حافظ جی کی قسمت۔ لانا میرا قلمدان لکھنا شروع کروں۔ بسم اللہ کیجیے
 یہ قلم دوات حاضر ہی۔ سڑ سڑ زڑ زڑ۔

وہو ہذا

چو حسن بہند رفتہ رفتہ راہے کر در دہا
 بصد افسوس و حسرت یک زبان گفتند عاقلہا
 ز حکم زار آخر و سیان نستاند محلہا
 الا یا ایہا الساقی اور کاسا و ناوہا
 کہ عشق آسان نمود اول ملے افتاد و مشکلا
 یہ عزم زار ناواقف فغان نہ چرخ می آید
 دو چشم از اشک غونین و امن شرکان بہ آلاہ

جدش پیرزمر قد بار بار از نوہ فرماید . بے نائے کا خر صبا دانا طرہ بکشايد

ز تاب جد شکینش چہ خون افتاد و در دہا

بصد حسرت ز کابل ز آراہ ہند میجوید کہ خواہ از جنگ خواہ از صلح در ہندوستان پوید

امیر از نش نہ داد و گفت روی از شک میشوید بہ مے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوید

کہ سالک بخیر نبود ز راہ و رسم منزلہا

یہ خلوت جملہ ارکان مشورت کردند چون باہم ہمہ گفتند کہین اہمست سخت و آخر بے پر غم

کشیدہ آہ زار روئ گفت از دل بچشم نم مراد منزل جانان چہ اسرار عیش چوین بر دم

جرس فریاد میدارد کہ بر بندید محملہا

چو بر سر حد ز فرانش علی خاؤن شد داخل غرق بحر غم گردید و بچ شد با ہوا نازل

دیتابی بسو رقص رخ آورد و گفت از دل شب تاریک و بیم موج گرد آب چنین جا ئل

کجا دانند حال ما سبکساران ساحلہا

مکیش نام بر سر حد ز ہر سو آمدہ شکر بگو بشنود این آن بسے شد در میان کبیر

بہ فوت مطلبے زار از دل خود گفت کا کافر ہمہ کارم خود کامی بہ بدنای کشید آخر

نہان کے ماند آن رازے کز و سازند محملہا

چو کرنل جانب سرحد خدار کج مر و حافظ اگر حسن ادب داری بیا د از سر بد و حافظ

نجات و عطف حضرت... را دایم شنو حافظ حضوری گرا ہمو ای زو غافل مشو حافظ

متے مطلق من تہوی و مع الدنیا و اہلہا

جس جس کو کہو ابھی چڑا دین غم سے ہم غم سے زمانے میں ہین یا غم ہم سے

دعویٰ ہمیں زیبا ہے سیمائی کا جی اور ہستی ہی شاعری ہمارے دم سے

حیدرآباد دکن

جناب میرا دھنچ حسین خان صاحب حضرت سوز و ساز عرض ہو۔
 بے فصل کا محرم دیکھیے تو کچھ عرض کروں کیا معنی اگر سب باتیں ہم اپنے
 اپنے وقت پر کریں تو ہم سے اور دوسرے سے فرق ہی کیا رہے اور یہ بھی معلوم
 کہ ایجاد ہمیشہ مطبوع ہوا کرتی ہے نئی چیز کی طرف ہر شخص کو رجحان ہوتا ہے
 اور اس وقت میں تو سو کام چھوڑ کے نئی بات نکالنی چاہیے لہذا بعد اس
 طوطیہ و تمہید کے اصل مطلب عرض کرتا ہوں۔

حضرت ابلی بارانچاناب محرم بین حیدرآباد تشریف لینگے وہاں کے شیر
 لنگور ریچھ بندر دیکھ کر سخت نفرت ہوئی کمال فسوس ہوا اب اس تلاش
 میں نکلے کہ کہیں مجلس عزا ہو تو دو چار ٹسوے بہا لیں سال سال کی رسم
 ادا کر لیں اسی فکر میں اس سے پوچھ اُس سے پوچھ ادھر جا ادھر جا
 سارے شہر کی تانا بٹھاری کر ڈالی آخر کوع

کہتے سنتے یہ بھیہ پایا

کہ نواب تہور جنگ بہادر کے ہاں جناب میرا اُس صاحب لکھنوی حسب معمول
 تشریف لائے ہیں کل پڑھینگے سنتے ہی باچھین کھل گئیں دوسرے دن
 صبح سے پہلے ہی سحاف سے سر بھی نہیں نکالا تھا کہ جادو کے وہاں کافی
 چڑیا تک نہیں ہم گھبرائے کہ اگر آج نا محروم پھرے تو سارا کھیل بگڑ گیا
 ہزاروں ارمانیں خاک میں ملیں گی مگر پوچھ گچھ کے بعد معلوم شد کہ دوپہر سے

مجلس شروع ہوگی خیر بھی اچھا ابتو آئیے کچھ ہی کیون نہوسن ہی کے جائینگے
اب مجاور ہو کے بیٹھے اور لگے گھڑیاں گنتے اسمن ۶ بجے سات بجو آٹھ بجے
نوں بجے لیجیے دس بج بھی بج گئے بارے دو ایک الوے ٹلوے جو ہم سے دوسرے
نمبر کے شوقین تھے آنے لگے آتے آتے بارہ بجے محفل کھپا کچھ تیسرے
درجے کی گاڑی کی طرح بھر گئی ممبر کے قریب عمائدین شہر اور بڑے بڑے
جھجھر خان نہایت شوق سے جم گئے جس طرح گل کو بلبلین شمع کو پروانے
مٹھانی کو مکھیاں مسافر کو فقیر ملونا کو روسی کا بل کو انگریز انگلینڈ کو پانی
نئی تہذیب کو عینکین۔ مجلس بھن بھن ہونے لگی کان پڑی آواز نہیں سنائی
دیتی اور اشتیاق ہو کہ قیامت بپا کر رہا ہے ظلم ڈھار ہا ہا آنکھیں ٹٹکن لگائے
دروازہ تک رہی ہیں کان آواز پر تلے ہوئے ہیں آخر کو پردہ اٹھا جناب
میرانس صاحب چمک دمک سے اُٹھے نہ

یوں نہادھو کے وہ دروازہ سے باہر نکلا آتشین برج سے گویا مہ افور نکلا
پیچھے میریونس صاحب برادر زادہ میر صاحب موصوف مع دیگر حواری وغیرہ
صفین چیرتے لانگتے پھلانگتے ایک کو دوسرا پکڑے ریلوے ٹرین بنے ہوئے
آتے آتے قریب ممبر آہی گئے۔ بھر سے سب لوگ اُٹھ کھڑے ہوئے آئیے
تشریف لائیے بندگی عرض کرتا ہوں تسلیمات چھوڑتا ہوں مجرا بجالاتا ہوں
جگہ کہاں جو بیٹھیں تہا لی تو تھا لی تل پھینکیے تو منصب داری پکڑیوں ہی پر رہیائے
فرش تک نہ آئے غرض کہ ممبر ہی پر چڑھ گئے معمولی پیترون کے بعد مرثیہ جو
شروع کرتے ہیں تو واہی واہ شہادت و ہادت کچھ سی تہین بندش ہی دہین ہی

را معرکہ ہی نیا یا اللہ اور تو اور یہ کیا ستم ہو کس قسم کا مرثیہ ہی کس کی شہادت ہو
 فرجو کرتے ہیں تو قحط دکن کی کپاس کھالی واہ ہی میرے یار اچھی بٹی
 صنور تو قریب ہی ڈٹے تھے اور کچے کچے حال سے واقف قحط کی کارزار یوں
 لے مولانا حافظ لگے منہ بسور نے پیازی رومال سے آنکھیں ملنے مگر واہ رے
 برصاحب کیا سحر بیانی تھی ساری مجلس لوٹن کبوتر ہو گئی بٹس مچادی ہم تو ایسے
 بس مرثیہ پر لٹو ہوئے کہ چپکے چپکے روتے بھی گئے اور مضمون بھی پاکٹ بک پر
 اکتے گئے کہ آپکو بھیجیں گے گر بہت تیری حافظہ کی دم میں نسیان کہ بھول گئے آج
 دیون میں وہ کاغذ ملگیا لہذا آپ کو سنا تے ہیں۔ محرمی صورت بنجائیے۔

مرثیہ

ملک دکن پہ قحط کی یار و چڑھائی ہو چارون طرف سے فوج تہہ کار آئی ہو
 محتاج خانوں ہی کی خدایا دہائی ہو کالی گھٹاسی بھوک ہر اکست چھائی ہو

بھرتی امید وار ہوں خواہش ہو کام کی
 آؤ سبیل رکھی ہے کنگلون کے نام کی

اُٹی گھٹاسی ریل بھرے تھے امیدوار اُڑی بلا کی فوج کہ منہ جکے چار چار
 پور بہی یار اور علیگڑھ کے سب سوار آتی تھی ہر طرف سے صدابس سیار

چروپہ جھڑیاں تھیں وہ پلکین اڑی ہوئیں
 سمت جنوب سکی تھیں باگین موڑی ہوئیں

اک اور کھپ آئی کہ اللہ کی پناہ اونچے وہ انگرکھے کہ ہنسی واہ واہ واہ
 بیور سے آشکار کہ پیوں پہ ہو نگاہ آئے نہ کچھ خیال بھی گزرتا ہو تباہ

بگڑے ہوؤں کو اور بگاڑین یہ زور تھا

”مارا بدہ بدہ“ کا ہر اک سمت شور تھا

اندرے من چلے وہ بہادر کہ الامان بھاری ہزار قحط زدہ پر تھا اک جوان

تہیے یہی کہ لوٹ لین ہر شخص کا مکان پھر پھر کے پوچھتے تھے کہ ہر وہ یہ کہاں

بھوکا مرے کہ پیٹ بھرا بھی تب ہوا ہو

زربا تھ خوب آئے کوئی ایسی راہ ہو

جس جا پہ ایک آگیا کنگلے ہٹے تمام سڑکوں کا کس صفائی سے بنے کیا ہو کام

ہر چند تھی مچائی قیامت کی دھوم دھام پروانہ لیکے ہو گئے آخر کو نیکنام

حضور ٹیپ عرض کرتا ہوں

پر وہ کھلا نہ کچھ بھی حساب کتاب کا

یہ دبدبہ تھا افسر عالی جناب کا

محتاج خانے مسلح قصاب بن گئے کھانے پکانے ایسے کہ تیزاب بن گئے

محتاج سارے صورت سرخاب بن گئے (منجھاپے کہ) وہ مرٹے بلاسی پہ احباب بن گئے

پیرے ہین ایسے مال وہ کورے بنائے ہین

جس وقت چاہا توڑے کے توڑے منگائے ہین

مجلس سے روز گڑھتے ہین کیا کیا روتہین ہر روز ہو رہی ہین نرالی حکایتیں

کس کس طرح کی آتی نہیں ہین شکایتیں کیا پیش جائے کرتے ہین افسر عنایتیں

مفلسین پھر ٹیپٹین

کہتے ہین لوٹ تو نہیں سب کچھ حلال ہے امداد قحط خاص تمہارا ہی مال ہے

شعبان کی نوین کو اٹھانا گمان سحاب آئین گرج گرج کے گستاخین سیاہ تاب
بھرنے لگا طرارے سحاب فلک جناب کو ندین غضب کی بجلیاں ہر سو بابت تاب

حضرات

سن سن چلی وہ باد کہ خیمے او کھڑ گئے

سب مہتمم بچارے بنے تھے بگڑ گئے

برسا وہ میٹھ کہ مٹ گئی صبا جو نکلے کام محتاج خانوں کا ہوا برباد اہتمام

سر کوٹسے کا مگاریاں اٹھنے لگیں تمام پایا بچارے کنگلون فرچھٹنے کا حکم عام

چھپٹا جو ابراہیم اسیا دیاں پیچ بس پڑا

مغرب سے آ کے قحط زدوں پر برس پڑا

حضور یہ بند سننے کا ہے خدا جانتا ہے کہ دانت کھٹے ہو ہو گئے ہیں۔

جگر خون ہو گیا تب فقط بیٹھی ہو۔

کستا ہے

بوچھا رتھی و مینہ کی وہ بو ندین ٹہری ٹہری بارش کی وہ زمین پر چوٹیں کڑی کڑی

محتاج خانے کرتے تھے کر کے اڑی اڑی (اور) مامو کار بیٹھے سر کو دھڑی دھڑی

ٹیپ عرض ہے

آیا ادھر سے ابراہیم وار چڑھ گیا

کائی سی چیرتا ہوا اُس پار بڑھ گیا

مفلسین اب تھوڑے سے بند اور رہے ہیں ذری متوجہ ہو کے سینے۔

آیا مقابلے پر کسین قوط نابکار کہنے لگایا ابراہیم اوجھا شعار

یہ جاے ایک دم میں لگاؤں ابھی جو دھار . کیا جانتا نہیں کہ میں ہوں ابرنا مدار
 اک دم میں دیکھ لینا کہ بس کھیت پڑ گیا
 (بچا جی) کچھ بھی نہ بن پڑے گا اگر میں بگڑ گیا

حضرات

یہ کہنے کی میان سے شمشیر رقی کی . جھوکارا راہوار کو اور ایک سا بڑ دی
 سڑ پا کے سپٹھو کر سے ماری ہت کٹی . بھٹا سا ہاتھ اڑ گیا تلوار گر پڑی
 کٹتے ہی ہاتھ قحط جو کمزور ہو گیا
 ایسے لگائے ہاتھ کہ بس بھوڑ ہو گیا

بھڑ تو بزن بزن کی صدا تھی بلند ان . بھاگے دبا کے دم جو تھوڑا قحط خان
 کانوں میں کھ قلم کو اڑی ساری کاروان . اپنے سے منہ لیے ہوئے گھر کو ہو دی روان
 کا واک چرے کے تھے بو کھل حواس تھے
 مرنے سے قحط والی نعم کے اُداس تھے

آگے نہیں ہوتا بیان پہنچ چپ رہو . اچھی نہیں یہ آہ و نغان پہنچ چپے ہو
 سن لے نہ کوئی مرثیہ بان پہنچ چپے ہو . بس کر کے اس دعا کو یہاں پہنچ چپے ہو
 یارب امیدوار نہ کرنا کبھی مجھے

دلوا دے بس دکن میں کوئی نوکری مجھے

راستم

تو مجھے بھول گیا ہو تو پستہ بتلا دون
 کبھی فتراک میں تیرے کوئی پنجر بھی تھا

دو گونہ بچ و عذاب ست جان لیڈی را

بلا کے فرقت پردہ و صحبت پردہ

یار و بچ تو یہ ہی اسی بچ ہی کیا چیز ہو۔ اسکی قدوم جدت لزوم کی برکت سے وہ چہل پہل پیر بدل۔ ترمیم اصلاح۔ موجزن ہوتی ہو کہ دلچسپی و دلچیزی کا ہر جگہ اٹم تلون بین گولون کی طرح رہتا ہی ہمارے ناظرین کو یاد ہو گا کہ گورنمنٹ نظام نے ایک جدید تجویز کے ذریعے سے انگریزی انتظام پر بھی اس طرح لات مارنا چاہی تھی کہ عورتوں کی کمیشن کے واسطے ایک ہندوستانی لیڈی صاحبہ مقرر کی جائیں۔ چنانچہ ایسی لیڈی صاحبہ کے واسطے شرائط لیاقت مقرر ہوئے۔ اشتہار دیا گیا اور شمالی ہند سے ایک شکست فاطمہ صفرا بیگم نام مقرر بھی ہو گئیں۔ اور کمیشن بھی مل ہی گیا۔ مگر اتفاق دیکھیے کہ لیڈی صاحبہ کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ اظہار دینے والے اگرچہ پردے میں سینکے مگر مجھے دکلاے فریقین کے روبرو آنا ہو گا۔ بروقت کمیشن آپ نے ہی اصرار کیا کہ میں ہی پردے کے اندر بیٹھ کر اظہار لونگی و کلا کے سامنے ہرگز ہرگز نہ آؤنگی۔ آخر الام کمیشن دوسری لیڈی کے سپرد ہوا۔ اور اس معاملے کی رپورٹ کی گئی۔ اب دیکھنا ہی اس تجویز کے پورے ہونے کی کون صورت نکلتی ہی آیا۔

ع حلب کو آئینہ پھر جایگا جلا کے لئے
لیڈی صاحبہ جدید تہذیب کی انکسٹراپالش کے واسطے پہر واپس کیجا یٹنگی
یا ایسے کمشنر کی خاطر سے دکلا ہی زمانے مخصوص کیے جائینگے۔ بہر حال کچھ ہی ہو
ہمارے تو دونوں بیٹھے۔ مگر فی الحال لیڈی صاحبہ کی وقت و کشمکش کو تصور کر کے
ہم نے خیالی اسٹیج پر جو فرضی سین کہنے ہیں وہ ہم نذر ناظرین کرتے ہیں۔

دھونڈا

کمشنر کا مکان

لیڈی کمشنر۔ (خادمہ سے) اری طورن ذری اور صر آنا۔ دیکھ آج ہین کیشن
مین جانا ہی ذرا ہانے کو پانی رکھ۔ اور وزیرن سے کمدے جلدی کپڑے لا
ہین نکال لون۔ جٹ پٹ پنڈا دھوڈالون۔ دو گھنٹہ اور مجھے کام پر جانا ہی۔
طورن خادمہ۔ بہت خوب حضور۔ اے بی وزیرن اے بی وزیرن چلو
بی بی یاد کرتی ہیں۔

وزیرن۔ آئی مان آئی۔ اپن کو تو ہلو ہلو کام کی عادت ہی تم ہندوستانیان
جلدی کرتے ہو۔

دبی وزیرن صندوق لا کر جوڑا نکالتی ہیں اور لیڈی صاحبہ گھنٹہ بھر مین کپڑے
منتخب کرتی ہیں،

دکلا اور موکل ایک مکان ہیں

وکیل نمبر۔ آج بھئی لیڈی کمشنر کا وزن دیکھنا ہی کیسی لائق اور مہذب ہیں
صورت کیسی ہی۔ مزاج کیسا ہی باتین کیسی ہیں۔

وکیل نمبر ۲۔ اپن کو تو قبر لگی ہی کہ ہورست ہو شیار مین مگر دیکھا نکو۔

وکیل نمبر ۱۔ اجی ہمارے نزدیک تو یک نشد دوشد بڑی خرابی یہ ہے کہ اظہار دینے والی اور کمشنر صاحبہ مین اگر ہمدردی کا مادہ جوش مین آیا تو سارا مقدمہ غارت ہو گیا۔ آپ جانتے ہیں اس قوم مین کس قدر ہمدردی ہے۔

موکل۔ (گھبرا کر) بہو صاحب یہ باتان اچھی نکو۔ اسکی کچھ تدبیر کرنا۔

وکیل نمبر ۱۔ تم کیون گھبراتے ہو دو بان چلو تو سہی۔

لیڈی کمشنر کا مکان

لیڈی صاحبہ۔ بعد غسل مصروف آرائش ہیں۔

لیڈی کمشنر۔ ارے کبھت جلد آسیری جوٹی تو باندھ دے اور دیکھ نیا جوڑا

بوٹ نکال کر ادھر رکھ دے یہ سیلا ہو گیا ہے اور چونے کی گلیا مین پانی ڈال دے

پان تو نے ابھی تک نہیں دھوئے اچھا چکنی ڈلی اور الاچی ڈبیا مین کھدے۔

اور گاڑی کھینچنے کو کہہ دے۔ اور کھانا جلد لا۔ اسے لویہ تو مین بھول گئی تھی۔

ظہورن۔ (جی مین) آج بی بی کو یہ ہو کیا گیا ہے ایک بولی تین کام چاہتی ہیں۔

ظہورن کام کرتی ہے مگر غلبت مین لیڈی صاحبہ بہت ہی گھبرا کر وزیرن کو پکارتی ہیں،

”ارے ادھر آ کبھت۔ خدا تجھے غارت کرے۔ کھانا لا۔ یہ تسلا اور ٹاڈر کر

زیر انداز بچھا۔ دیکھ تو میری مانگ سیدھی ہے۔ مجھے جلدی مین اچھی طرح

آئینہ مین نہیں دکھائی دیتی“

وزیرن۔ ہو ایسا سیدھی جیسا ہنسنا۔

(ظہورن مسکراتی ہے)

کشمشتر۔ (طمانچہ مار کر) قطامہ مالزادی۔ ہم تو کام میں جلدی کو کہتے ہیں۔ آپ ہنستی ہیں۔ رہ تو سہی غیبانی دیکھ تو آکر تجھ کو کیسا ٹھیک بناتی ہوں۔
ظہورن۔ یا تو خدا دوسری دفعہ کا کام نہ دے یا مجھے اٹھالے۔ اگر یہی حال رہا تو میرا کچھ مر نکل جائیگا۔

پوشاک وغیرہ سے لیس ہو کر کشمشر صاحبہ بگبی پر سوار ہوتی ہیں کہ کا عذات مقدمہ یاد آتی ہیں،
کشمشتر۔ اری وزیرن لپک جادیکہ وہاں گاڑ کے پاس کا غنہ ہیں اوٹھا لا اور وہاں وہ سیاہ بکس بھی لاتا۔ اور روشنائی کی بوتل لیتی آتا۔ درات میں روشنائی نہوگی۔ اور دیکھ آؤن اور گلوبند کا غنہ و پیر لپٹا ہے وہ رکھے آتا۔ مگر نہیں لیتی آنا فرصت کے وقت بناؤن گی۔ اور ہاں اسے لو ایک بات تو بھول ہی گئی۔ قلم تو باہر ہی ہے او سکوبھی لیتی آتا۔ جلد جا دیر ہو گئی۔ دو گھنٹے کی۔

اظهار دینے والی کا مکان

(دو کلا و فریقین مقدمہ حاضر۔ مگر کشمشر صاحبہ ہنوز زمین آئین)
وکیل نمبر ۱۔ اب تو وقت آگیا کشمشر صاحبہ نے بڑی دیر لگائی دو گھنٹے زیادہ گزر گئے۔
وکیل نمبر ۲۔ تقصیر آپ جانتے ہو لیڈی صاحب کا آنا ہوا آتے آتے آئینگی۔
موکل۔ اچھا تب تک پردہ وغیرہ تو ہو رہے۔

وکیل۔ کیا کہیں بڑی دیر ہوئی۔ ہمارا ہرج ہوتا ہو کشمشر صاحب سے کنا چاہی۔
کہ اگر ایسی ہی دیر ہوگی تو ہلو گون کا نقصان ہوگا۔

وکیل نمبر ۲۔ عورتان کی ذات سے سوا نقصان کے اور کیا ہوتا۔

ابھی گھر ہو کر آیا۔ وہاں دیکھا پوٹے پوٹے کے واسطے جو کپڑا لایا تھا گھر کے لوگان نے سب خراب کر دیے۔ مقدمہ الگ ابن کو چین نکو دیتے۔

داتنے میں سواری آئی۔ اور میڈی صاحبہ زنا نے میں گئیں پردہ پڑا۔

وکیل فریق ثانی۔ مکشتر صاحبہ کہاں ہیں۔

خادمہ۔ ہیں پردے کے اندر ہیں۔

وکیل۔ صاحب اونکو باہر تشریف لانا چاہیے۔ ہمارے روبرو اظہار لکھے جائیں۔

مکشتر صاحبہ (متعجب ہو کر) این کیا میں دیکھو نکو سامنے آؤنگی لو صاحبہ بیٹی۔

وکیل۔ یہ تو لازمی بات ہے۔

مکشتر صاحبہ۔ یہ تو انہونی بات ہے۔

وکیل۔ واہ وا۔ تو کیشن کا ہیکو زچہ خانہ اور اظہار بیچ ہو اگر پردے ہی کے اندر

سب کچھ ہم مکشتر صاحبہ کو پردے اندر بیٹھ کر کارروائی نہ کرنے دیگے۔

خادمہ۔ کیا تم لوگان زبردستی کرتے ہو۔ کیسے بے پردہ ہوں۔

وکیل۔ چپ رہ تو کون بولنے والی۔ تو قانون کا منشا کیا جانتی ہے۔

خادمہ۔ تقصیر خاؤن کا منشی خود مجھے بولا پردہ کیواسطے یہ بندوبست ہوا ہے۔

تم غارت گئے دیکھان۔ بے پردہ کرنے آئے ہو میری خالہ زاد بہن ماماں

خاتون تیس برس کالت کئے اپن کونا واقف نکو بناؤ۔

مکشتر صاحبہ۔ صاحبہ نے میں یہاں بیگم صاحب کا اظہار لینے آئی ہوں لیکن

جلی جاؤنگی آپ کے سامنے آنے سے کیا واسطہ۔

وکیل۔ جی نہیں اظہار ہمارے روبرو لکھنا چاہیئے۔

کمشنر۔ یہ ممکن نہیں ہے (غصہ سے)

وکیل۔ تو وہ بھی ممکن نہیں (غصہ سے)

کمشنر۔ زبان سنبھال کر بولو۔

وکیل۔ آپ قاعدے سے کارروائی کیجئے۔

کمشنر صاحبہ۔ تو یہ کبھی نہیں ہوگا عہدے پر پڑے ٹپکی مین باز آئی پھٹ پڑا

وہ سونا جس سے ٹوٹین کان۔ لو صاحب۔ کیا عزت دینا ہی ناخرمون

کے سامنے غضب خدا کا پردہ کے واسطے تو یہ بندوبست ہوا اور خود کمشنر

بے پردہ۔ مین جاتی ہوں۔ باز آئی بیچہ پی ہزار نعمت کھائی۔

فرق جسکی طرف کی گواہی ہے۔ اجی آپ ٹھہرین تو سہی غصہ نہ کیجئے۔

کمشنر۔ غصہ کیسا یہاں آبرو پر نبی ہے۔ لو صاحب مجھے.....

نے دہو کے مین بلایا مین یہ عہدہ کیوں قبول کرتی۔

دزنانہ نیچر کے جوش مین کمشنر صاحبہ رونے لگتی ہیں اور جلسہ برخاست۔

ارکان نظام گورنمنٹ

رکن نمبر ۱۔ فاطمہ صغرا بیگم کو آج ایک کمیشن مین جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں

پردہ و بے پردگی کی بحث آئی۔ اوسکی رپورٹ آئی کہ انہوں نے

وکلا کے سامنے آنے سے انکار کیا۔

رکن نمبر ۲۔ ہان۔ پہراب کیا بندوبست چاہیے۔

رکن نمبر ۳۔ کوئی ایسی لیڈی ہو جو بے پردہ ہوتی ہو۔

رکن نمبر ۴۔ مگر انکو طلب جو کیا تھا۔

رکن نمبر ۳۔ قواعد میں اصلاح ہو۔

رکن نمبر ۲۔ بھلا کون سی اصلاح۔

رکن نمبر ۴۔ اگر آپ میری رائے مانیں تو ایک مختصر تجویز پیش کر دیں۔ اوس سے

یہ ساری دقتیں دفع ہو جائیں گی۔

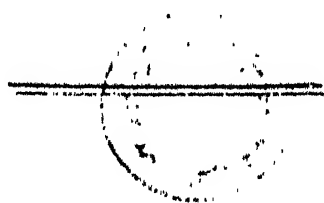
رکن نمبر ۱۔ وہ فرمائیے۔

رکن نمبر ۴۔ عموماً خواجہ سراؤں کو کیشن دیا کیجیے یہ مردوں عورتوں دونوں

میں کارروائی کر سکتے ہیں۔ علاوہ آسانی کے جڈت بھی ہو غالباً آپ

سب صاحب اس تجویز کو ناپسند نہ کریں گے۔

(ڈراپ سین)



نیولین

کریخی

نیولین۔ آکے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد پڑنہی دشت بین خالی کوئی جا میرے بعد

پولیٹکل شطرنج

حضرت یہ شطرنج بھی عجیب نقشے کی ہی اور کسلاڑی بھی بڑے بڑے
جگاوری۔ بسا تو یہی افغانستان ہو اور سیاہ بازی سلطنت روسیہ اور
سفید ہماری سرکار ہو سیاہ اگرچہ کسی طرح کم نہیں مگر چال ایسی پڑی ہو
کہ رخ چوڑے ہوئے ہین۔

سفید کا فیل (لٹن) جو اپنے تیسرے گربین ہو کا بلی گھوڑے (امیر) کو مار کر
جو سفید کے بادشاہ کے گربے سے چوتھے خانے میں ہی مات کرتا ہو۔ اور چال ہے
سیاہ کی اب یہ ششدر ہیں کہ گربین کیا چھڑے تو سلمنتی سے کئی ہین مگر سب
ناکار سے ایسے تتر بتر کہ وقت بیک کام کا نہیں۔ فرزین کا ٹھ مارا دہنے
رخ کے گربین برا ج رہا ہو۔ بایان رخ تیسرے خانے میں کا ٹھ کا اٹوٹا بیٹھا ہو
صرف ایک گھوڑا فرزین کے گربین ہے اسی سے کا بلی گھوڑے کو زور
دے سکتے ہین اگر سیاہ بادشاہ کے تیسرے گربین رکھا تو سفید کا رخ (روم)
جو سیاہ کے داہنے رخ کے تیسرے خانے میں سفید فیل (ڈزریلی) کے زور سے
جو سفید کے بائیں گھوڑے کے چوتھے خانے میں بیٹھا ہو وہیں پلٹ کر شہ
دیتا ہو چلو مات! اور اگر سیاہ کے بائیں جانب کے پیل کے تیسرے گربین
کہا تب بھی رخ نے اپنی رومی چال چکر شہ دیکر مات کیا اسی طرح جو
چال چلتے ہین مات موجود!